فتنۂ قادیانیت کے محاسبہ پر مبنی اوّلین تاریخی و تحقیقی دستاویز

ردِّ قادیانیت اور سُنّی صحافت

معروف صحافی مرتضیٰ احمد خان میکش دُرّانی کے فکر انگیز مقالات کا مجموعہ
(روزنامہ زمیندار، احسان، مغربی پاکستان، نوائے پاکستان)

تحقیق
محمد ثاقب رضا قادری

ناشر
اکبر بُک سیلرز لاہور

فتنۂ قادیانیت کے محاسبہ پر مبنی اوّلین تاریخی و تحقیقی دستاویز

ردِّ قادیانیت
اور
سُنّی صحافت

معروف صحافی مرتضیٰ احمد خان میکش دُرّانی کے فکر انگیز مقالات کا مجموعہ

(روزنامہ زمیندار، احسان، مغربی پاکستان، نوائے پاکستان)

جلد سوم

تحقیق

محمد ثاقب رضا قادری

ناشر

اکبر بُک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور

Ph: 37352022

اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع
تُو نے ہی اسے مطلع انوار بنایا
(حسن بریلوی)

کتاب : ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد سوم)
[معروف صحافی مرتضٰی احمد میکش دُرّانی کی تحریرات کا مجموعہ]
مؤلف : محمد ثاقب قادری (0331-0472880)
صفحات : 302
تعداد : 1100
سن اشاعت : مارچ 2017ء
ہدیہ : -/300 روپے
ناشر : اکبر بک سیلرز، اردو بازار، لاہور۔ پاکستان
محمد اکبر قادری 0300-8852283, 042-37352022

ملنے کا پتہ:
۱۔ مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ، لاہور (پاکستان) 0321-4477511
۲۔ مکتبۂ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی (پاکستان)
۳۔ ضیاء القرآن، (لاہور، کراچی)
۴۔ مکتبۂ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ لاہور، پاکستان 0300-8842540

به یادِ

محقق و مورخ، مترجم و صحافی

مولانا مرتضیٰ احمد میکش دُرّانی

نور اللہ مرقدہٗ

اهدا

فدایانِ عقیدۂ ختمِ نبوت کے نام

فہرست

عرض مرتب

(۱)

علامہ اقبال نے بجا طور پر عقیدۂ ختم نبوت کو رب تبارک وتعالیٰ کا احسان اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے تحفظ کا ضامن قرار دیا ہے۔

'لا نبی بعدی' ز احسان خدا است
پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است

حقیقت یہ ہے کہ اقبال اس عقیدہ کی حساسیت کو جانتے تھے اگر حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نئی نبوت کا سلسلہ باقی رہتا جیسا کہ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور مرزا قادیانی وغیرہ نے اپنے جھوٹے دعووں سے امت مسلمہ کو دام فریب میں پھانسنے کی کوشش کی تو دین متین آج اپنی اصلی ہیئت وصورت میں ہم تک نہ پہنچتا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص دعوئ نبوت کرے تو اس مدعی سے اس کے دعوی کی دلیل طلب کرنے والا بھی کافر ہو جائے گا کیوں کہ عقیدۂ ختم نبوت اس قدر پختہ ہے کہ اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

قرآن مجید میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شی ء علیما (الاحزاب:۴۰)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بل کہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔''

یوں ہی حدیث مبارکہ میں ہے:

"انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم"

"انبیاء میں، مَیں آخری (نبی) ہوں اور امتوں میں تم آخری اُمت۔"

(ابن ماجہ شریف، ابواب الفتن باب فتنۃ الدجال ص ۳۰۷)

قرآن وحدیث اور علمائے دین کے واشگاف اعلان کے سبب عقیدۂ ختم نبوت ہر عام وخاص مسلمان کے ذہن میں اس حد تک راسخ ہو چکا ہے کہ ہزار ہا اختلافات کے باوجود مسلمان کہلانے والے تمام مکاتب فکر عقیدۂ ختم نبوت کے معاملہ میں باہم متحد ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی اس عقیدہ کے تحفظ کے لیے میدان عمل میں آ کر تحریک چلانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو تمام مکاتب فکر کے علماء نے متحدہ مجلس عمل تشکیل دی۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس کی نظیر تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء/۱۹۷۴ء کی صورت میں موجود ہے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے علامہ ابوالحسنات سید احمد قادری (مصنف تفسیر الحسنات، اوراق غم وغیرہ) کی زیر صدارت "مجلس عمل" تشکیل دی اور ۱۹۷۴ء کی تحریک میں دیوبندی عالم مولانا یوسف بنوری کو قیادت سونپی گئی جب کہ شارح بخاری مولانا سید محمود احمد رضوی (حزب الاحناف، لاہور) جنرل سیکرٹری تھے۔

(II)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

ولا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريبا من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله ۔

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں گے، ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔" (بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

جناب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حین حیات اور بعد از وصال متعدد بدبختوں نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا لیکن امت مسلمہ نے ان کو مسترد کر دیا یہاں تک کہ آج ان کا کوئی پیروکار باقی نہیں، سوائے مرزا قادیانی کہ جس نے انگریز کی گود میں جنم لیا اور اب تک اسی

کی آغوش میں پرورش پا رہا ہے۔

انیسویں صدی عیسوی میں انگریزوں نے مسلمانوں کی نظریاتی وحدت کو منقسم کرنے کی متعدد تدابیر اختیار کیں جن میں ابتدائی طور پر مختلف فروعی مسائل پر نزاعی کیفیت پیدا کی گئی اور پھر تدریجاً اعتقادی مباحث میں رخنہ اندازی کی مذموم سعی کی۔ ان سارے معاملات میں انگریزوں نے علماءِ سُو کی خدمات حاصل کیں چناں چہ سادہ لوح مسلمان اس چال کو نہ سمجھ سکے اور یوں مسلمانوں کی نظریاتی وحدت کئی فرقوں میں منقسم ہوگئی۔

عقیدۂ ختم نبوت پر براہ راست حملہ کرنا اس قدر آسان کام نہ تھا۔ اس کام کے لیے ایک طویل المدتی پروگرام ترتیب دیا گیا۔ پہلے مرحلہ میں انیسویں صدی کے ابتدائی دو عشروں میں ''امکان نظیر'' کی بحث چھیڑی گئی، پھر اس نظریہ کو 'اثر ابن عباس' سے تقویت دینے کی کوشش کی جاتی رہی۔ علماءِ حق علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ شاہ فضل رسول بدایونی، شاہ مخصوص اللہ دہلوی وغیرہ نے امکان نظیر کے نظریہ کا بھرپور رد کیا۔ اسی دوران معرکۂ آزادی ۱۸۵۷ء بھی برپا ہوا جس کے بعد مسلمانوں پر قابض انگریز فوج کے ظلم و بربریت کی انتہاء ہوگئی۔ ادھر ۱۸۷۳ء میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو خاتمیت محمدی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ابھی علماءِ حق اس نظریہ کے رد و ابطال میں مصروف عمل تھے کہ ۱۸۸۰ء میں مرزا قادیانی ظاہر ہوئے اور مختلف دعووں کی ارتقائی منازل طے کرتے کرتے ۱۹۰۰ء/۱۹۰۱ء میں کھلم کھلا نبوت کا دعویٰ کر دیا، اگرچہ اس سے قبل مرزا کی تحریرات میں یہ دعویٰ مختلف پیراؤں میں موجود تھا جس کے سبب ۱۸۸۴ء میں مفتی غلام دستگیر قصوری نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ جاری کیا اور علمائے حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کیں۔

۱۸۸۰ء سے مرزا کی موت (یعنی ۱۹۰۸ء) تک مرزا کے جو متعدد دعوے سامنے آئے وہ باعتبار سنین یہاں درج کیے جاتے ہیں:

۱۸۸۰ء میں...... مامور من اللہ

۱۸۸۹ء میں...... مجدد

۱۸۹۱ء میں...... مثیلِ مسیح و مسیح موعود

۱۹۰۰ء...... دعویٰ نبوت

نبوت کے حوالہ سے مرزا قادیانی نے پہلے ''امتی نبی'' پھر ''غیر صاحب شریعت نبی'' بعدازاں ''صاحب شریعت نبی'' پھر ''ظلی نبی'' پھر ''بروزی نبی'' پھر ''محمد'' پھر ''خاتم النبیین'' پھر ''تمام انبیاء کے صفات و کمالات کا جامع''

۱۹۰۶ء...... دعویٰ اُلوہیت

(IV)

۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی تو واصل جہنم ہو گیا لیکن اس کا پیدا کردہ فتنہ آج بھی موجود ہے اور اہل حق پیروانِ اسلام کے لیے بین الاقوامی سطح پر ایک بڑا چیلنج بن چکا ہے کیوں کہ اس باطل مذہب کے پیروؤں نے اپنے آپ کو طریقت کے ایک سلسلہ کے طور پر پوری دنیا میں متعارف کروانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور اسلام دشمن قوتیں ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ اگرچہ پاکستان سمیت کئی ایک اسلامی ممالک نے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے رکھا ہے لیکن اتنے پر ہی اکتفا کرنا درست نہیں بل کہ اس فتنہ کے مکمل تدارک کے لیے اسلامی ممالک کے سربراہوں کو حسب ذیل اُمور اختیار کرنا ازحد ضروری ہے:

۱۔ عالمی سطح پر ہر سال ''عالمی تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' کا اہتمام کیا جائے جس میں تمام اسلامی ممالک کے سربراہان، وزراء اعظم، وزراء خارجہ و دیگر مسلم مندوبین شرکت کریں اور عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے مشترکہ حکمت عملی تشکیل دیں۔ او آئی سی (Organization for Islamic Cooperation) کے پلیٹ فارم کو اس کام کے لیے فعال کرنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ایک ادارہ تشکیل دیں جو پوری دنیا میں مرزائیت کے اثرات کا جائزہ لے اور مسلمانان عالم کی آگاہی کے لیے مختلف زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی نشرواشاعت کرے۔ یہ کام اسلامی ممالک کی تنظیم او آئی سی کے چارٹر کے دائرۂ کار کے مطابق ہے۔

۳۔ پوری دنیا بالخصوص یورپ میں اسلام تیزی سے ترقی کر رہا ہے لہذا اشد ضرورت ہے کہ اسلام کی طرف راغب لوگوں کو فتنۂ مرزائیت کے روپ میں موجود انگریزوں کے تخلیق کردہ ''Branded Islam'' سے بچایا جائے۔

۴۔ جن علاقوں میں مرزائیت کی تردید کے لیے تبلیغ کی ضرورت ہے وہاں وقتاً فوقتاً عوام المسلمین کی تربیت کے لیے تبلیغی وفود بھیجے جائیں۔

۵۔ دنیا بھر میں بہ طور خاص افریقی ممالک کہ جہاں غربت اور مفلسی حد درجہ بڑھ چکی ہے اور جماعت احمدیہ وہاں فلاحی کاموں کا جال بچھا کر اپنے پنجے گاڑنے اور مسلمانوں کا ایمان برباد کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ وہاں تمام اسلامی ممالک کے قائم کردہ فنڈ سے فلاحی ورفاہی سرگرمیوں کے ذریعے اس فتنہ کی سرکوبی کی جائے۔

۶۔ دور حاضر میں رائے عامہ کی تشکیل میں میڈیا کا کردار بہت نمایاں اہمیت اختیار کر چکا ہے لہذا تمام اسلامی ممالک کے سربراہان اس بات کو یقینی بنائیں کہ اسلامی ممالک میں چلنے والا کوئی ٹی وی چینل مرزائیوں کا آلۂ کار نہ بنے اور جماعت احمدیہ سے رقم بٹور کر مرزائیت کے حق میں پروگرام نشر کر کے سواد اعظم امت مسلمہ کو قلبی اضطراب میں مبتلا نہ کرے جیسا کہ حال ہی میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر دوالمیال (چکوال) کے سانحہ میں چند پاکستانی میڈیا چینلز و نیوز گروپس کا کردار سامنے آیا۔ (ہم Capital TV کے پروگرام ''ہم سب'' مورخہ ۱۳ دسمبر ۲۰۱۶ء کی فی میل اینکر پرسن ماہ رُخ فہد قریشی کو اس سانحہ کی رپورٹنگ کرتے ہوئے جانب داری کا مظاہرہ کرنے اور حقائق کا کھوج لگائے بغیر تصویر کا صرف ایک رُخ پیش کرنے پر بھرپور مذمت کرتے ہیں۔)

۷۔ تمام اسلامی ممالک جماعت احمدیہ کے تمام تر ٹی وی چینلز (TV channels) اور شائع کردہ اخبارات و رسائل و کتب (Books, newspapers, periodicals, any other literature) کا مکمل بائیکاٹ کریں اور مرزائیوں کے سوشل میڈیا پیجز (Social media pages)، گروپس (groups)، ویب بلاگز (web blogs)، ویب سائٹس (web sites) موبائل ایپلیکشنز (mobile software/ apps) وغیرہ پر مکمل پابندی

رکھیں۔

رب کریم توفیق خیر سے نوازے۔

(V)

خدائے لم یزل کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب نبی اکرم ﷺ کا دامن کرم عطا فرمایا اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنی بساط بھر کوشش کرنے کی توفیق سے نوازا۔ ''ردقادیانیت اور سُنّی صحافت'' کی تیسری جلد قارئین کرام کی خدمت میں حاضر ہے، اس سے قبل اس کی دو جلدیں (جلد اول و دوم) شائع ہو چکی ہیں جب کہ جلد چہارم ابھی زیر ترتیب ہے۔

جلد اول ہفت روزہ سراج الاخبار، جہلم (۱۹۱۷ء-۱۸۸۵ء) اور جلد دوم ہفت روزہ اخبار اہل فقہ، امرتسر (۱۹۱۳ء-۱۹۰۶ء) کے شماروں سے مرتب ہوئیں، جلد چہارم ہفت روزہ اخبار الفقیہ، امرتسر (۱۹۵۲ء-۱۹۱۸ء) کے شماروں سے زیر ترتیب ہے جب کہ پیش نظر جلد سوم معروف صحافی و مورخ، متعدد کتب کے مصنف، روزنامہ زمیندار، احسان، شہباز، مغربی پاکستان، نوائے پاکستان کے مدیر، تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے ممتاز کارکن، جمعیت علماء پاکستان کے قانونی مشیر اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے وکیل جناب مرتضٰی احمد خان میکش کے مقالات پر مشتمل ہے جو ۱۹۳۶ء تا ۱۹۵۴ء مختلف اخبارات و رسایل میں بہ طور اداریہ/مقالہ وغیرہ متعدد اقساط میں شائع ہوتے رہے۔ جناب میکش نے اپنی زندگی میں ہی ان مقالات کو کتابچہ کی صورت میں شائع کروا دیا تھا، بعد ازاں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ملتان نے ان مقالات کو ''احتساب قادیانیت'' کی جلد ۲۸ میں شامل کر کے مئی ۲۰۰۹ء میں شائع کیا۔ اسی سال کراچی کے ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ نے اپنے کتابی سلسلہ ''عقیدۂ ختم النبوۃ'' کی جلد ہشتم میں ان مقالات کا شائع کیا۔ جناب میکش کے یہ مقالات چوں کہ ہمارے موضوع ''سُنّی صحافت'' کے دائرۂ کار میں آتے ہیں اس لیے ہم نے ان کو ایک الگ جلد میں مرتب کرنے کا فیصلہ کیا تا کہ ان مقالات کا تعارف ایک نئی جہت سے سامنے آئے۔

ہم نے ان مقالات کو ترتیب دیتے ہوئے درج ذیل اُمور پر توجہ دی ہے:

ا۔ جناب میکش کے مختصر حالات شامل کیے گئے ہیں جس کے لیے ہم نے ڈاکٹر صالح طاہر کے پی ایچ ڈی مقالہ ''مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کی ادبی خدمات'' سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اس مقالہ پر ۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر صالح طاہر کو پنجاب یونیورسٹی لاہور نے پی ایچ ڈی کی ڈگری سے نوازا۔ یہ مقالہ HEC کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے لیکن ہمیں دستیاب نہ ہو سکا۔

۲۔ مذکورہ بالا دونوں اداروں کے نسخہ جات کو سامنے رکھتے ہوئے متن کی اصل شکل کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ نے روزنامہ نوائے پاکستان، لاہور کے ''رپورٹ نمبر'' کو اپنے مجموعہ میں جگہ نہ دی تھی جب کہ مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان نے اس کو ''محاسبہ'' کے عنوان سے شامل کیا۔ ہم نے اس کتاب میں اس کو اصل نام ''رپورٹ نمبر'' سے ہی شامل کیا ہے۔

۳۔ پیش نظر کتاب میں جناب میکش کے ایک نایاب مضمون کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں شامل نہیں، نیز ڈاکٹر صالح طاہر کے پی ایچ ڈی مقالہ میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔ اس مضمون کا عنوان ہے **''مفتی مصر کے خلاف ہرزہ سرائی کی مہم۔ اخبار DAWN، کراچی کی فتنہ انگیزی''**۔ جناب میکش کا یہ مضمون ہفت روزہ رضوان، لاہور کے شمارہ بابت ۲۸ جولائی ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔

۴۔ متعدد بار کی پروف ریڈنگ سے لفظی اغلاط کے تدارک کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے۔ (قارئین کرام اگر کہیں غلطی نوٹ فرمائیں تو براہ کرم ناشر یا مرتب کتاب کو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ اس کی تصحیح کی جائے۔)

۵۔ جناب میکش نے مرزا قادیانی کی عبارات کے جو حوالے نقل کیے تھے ان کی تخریج ''روحانی خزائن'' (جو کہ مرزا قادیانی کی کتب و رسائل کا مجموعہ ہے) سے نقل کرنے کا ارادہ کیا۔ مجاہد ختم نبوت جناب متین خالد سے اس بارے مشورہ ہوا تو جناب نے نشان دہی فرمائی کہ ملتان کے ایڈیشن میں اس کا اہتمام ہو چکا ہے لہذا وہیں سے حوالہ جات نقل کر دیے جائیں چناں

چہ کتاب ہذا میں روحانی خزائن کے تمام حوالہ جات ملتان کے ایڈیشن سے مستعار لیے گئے ہیں۔

رب کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہماری یہ ادنیٰ کوشش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور عوام وخواص کے حق میں اسے نافع بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

میں انتہائی شکرگزار ہوں اہل سنت کی ان برگزیدہ شخصیات کا جو ہمیشہ اس فقیر کی حوصلہ افزائی فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنی خصوصی دعاؤں سے بھی نوازتے رہتے ہیں جیسے یادگارِ اسلاف قاری محمد سلیمان سیالوی (لاہور)، سید وجاہت رسول قادری (ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)، سید اویس علی سہروردی (لاہور)، مفتی علیم الدین نقش بندی (جہلم)، محقق اہل سنت علامہ عابد حسین شاہ پیرزادہ (مہتمم بہاء الدین زکریا لائبریری، چکوال)، ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی (منہاج یونیورسٹی، لاہور)، ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری (جی سی یونیورسٹی، لاہور)، توفیق احمد جوناگڑھی (ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ، کراچی) مفتی جمیل احمد نعیمی (کراچی)، مفتی محمد اطہر نعیمی (کراچی)، پیر طریقت علامہ زاہد البکری الصدیقی (گلہار شریف-آزاد کشمیر)

جناب متین خالد (مصنف کتب کثیرہ) اور محقق اہل سنت عابد حسین شاہ پیرزادہ (عبدالحق انصاری) کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی ترتیب میں تعاون فرمایا۔ اللہ کریم تمام احباب کو جزائے خیر سے نوازے اور دین متین کی خدمت کے لیے کوشاں رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ جزاکم اللہ خیراً فی الدارین

محمد ثاقب قادری

(بہ موقع عرس اول غازی ممتاز حسین قادری)

یکم مارچ ۲۰۱۷ء / یکم جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ

☆

مرتضٰی احمد خان میکش دُرّانی

حیات وخدمات

مرتضٰی احمد میکش کی پیدائش ۱۲ مئی ۱۸۹۹ء / یکم محرم ۱۳۱۷ھ بروز جمعۃ المبارک کو ہوئی۔ آپ کا تعلق افغانوں کے درّانی قبیلہ کی شاخ ''محمد زئی'' سے ہے۔ والد کا نام مرید احمد خاں تھا، آپ کے دو بھائی اور دو بہنیں تھیں جن کے نام یہ ہیں:

غلام احمد خان، حکیم غلام رسول خاں، شریفاں بی بی، حشمت بی بی

پرائمری تک تعلیم ''برجیاں کلاں'' کے پرائمری سکول سے حاصل کی، مڈل کی تعلیم کے لیے شاہ کوٹ کے سکول میں داخلہ لیا، مارچ ۱۹۱۸ء میں مشنری سکول سے میٹرک کیا، اسی سال اسلامیہ کالج، لاہور میں داخلہ لیا۔

تقریباً ۲۲ سال کی عمر میں جہاد افغانستان میں شرکت کے لیے لاہور سے کابل روانہ ہوئے جہاں مولوی محمد بشیر وکیل 'رئیس مجاہدین ہندیہ' کے کہنے پر وزیرستان کے مجاہدین میں شامل ہو گئے، وزیرستان سے 'مکین'' آئے اور انگریز فوج کے خلاف تقریباً پانچ ماہ تک گوریلہ کارروائیوں میں شریک رہے۔ پھر 'خوست' میں مولوی محمد حسن یعقوب کے پاس چلے گئے یہاں آپ نے قرآن کریم سے متعدد فالیں نکالیں، کئی مرتبہ استخارہ کیا بالآخر ایک رات خواب میں ایک بزرگ نے افغان جہاد سے واپس چلے جانے کی تلقین کی لہذا آپ خفیہ طور پر بنوں کی راہ سے لاہور پہنچ گئے۔

یادگار سہروردیہ کے مولف خاور سہروردی نے لکھا ہے کہ جناب میکش سلسلہ سہروردیہ میں ابوالفیض سید قلندر علی سہروردی (تلمیذ امام احمد رضا بریلوی) - جن کا مزار ہنجر وال لاہور میں مرجع خلائق ہے- سے بیعت ہوئے۔

جناب میکش کی شادی ان کے چچا عطاء محمد خان (مقیم قائم والا) کی دختر نظافت سردار خانم سے ۲۶ دسمبر ۱۹۲۸ء کو ہوئی۔ آپ کی اولاد میں تین صاحب زادے (سرفراز جبرائیلی، فائز کامران، مبشر فاتح) اور دو صاحب زادیاں (سعیدہ خانم، بشارت خانم) ہیں۔

آپ کے صاحب زادے سرفراز جبرائیلی بھی مصنف ہیں لیکن ان کا موضوع تکنیکی علوم سے متعلق ہے البتہ فتنۂ قادیانیت کے رد میں چند کالم روزنامہ صحافت میں شائع ہو چکے ہیں۔

ایام شباب میں جناب میکش کی طبیعت شاعری کی طرف بھی مائل ہوئی، آپ نے اپنی ایک نظم علامہ اقبال کو بہ غرض اصلاح بھجوائی۔ جوابی خط میں علامہ اقبال نے شاعری ترک کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے لکھا:

"قوم کے نوجوانوں کو اپنے قواء کے لیے بہترین جولان گاہ تلاش کرنی چاہیے۔"

اس بارے جناب میکش اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں:

"میں علامہ اقبال کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اگرچہ کسی صحیح راستہ کی راہ نمائی نہیں کی تو کم از کم مجھے ایک غلط راستہ پر گامزن ہونے سے تو روک دیا۔ آج میں اس امر کو سمجھنے کے قابل ہو گیا ہوں کہ علامہ اقبال کے بعد دنیائے اسلام کو فی الحال کسی شاعر کی ضرورت نہیں۔ خیر علامہ اقبال کے اس ارشاد سے میں نے شاعری کو پس پشت ڈال دیا۔"

صحافتی خدمات:

آپ کی زندگی ایمان داری، سنجیدہ فکری، اُصول پرستی، حق گوئی اور جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ حصول معاش کے لیے ۱۹۲۱ء میں آپ نے صحافت کے میدان میں قدم رکھا۔ اپنے عہد کے نامور اخباروں سے وابستہ رہے، ہم عصر صحافیوں میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ آپ دس اخبارات کے مدیر رہے جس کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ روزنامہ زمیندار، لاہور

-۱۴ نومبر ۱۹۲۱ء تا دسمبر ۱۹۲۲ء بہ حیثیت مترجم ایڈیٹر

-فروری ۱۹۲۶ء تا ۲۱ مارچ ۱۹۲۷ء

-اگست ۱۹۳۲ء تا اگست ۱۹۳۴ء بہ حیثیت چیف ایڈیٹر

۲۔ روزنامہ تنظیم، امرت سر

جولائی ۱۹۲۵ء تا ۳۱ اگست ۱۹۲۵ء بہ حیثیت مدیر

۳۔ روزنامہ انقلاب، لاہور

-۲۱ مارچ ۱۹۲۷ء تا ۱۵ دسمبر ۱۹۲۹ء

۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ کے جواب میں جناب میکش نے ''مسلم ہندی کے لیے علاحدہ وطن کی ضرورت'' کے عنوان سے سلسلہ مضامین تحریر کیا۔

۴۔ روزنامہ انصاف، لاہور

مولانا چراغ حسن حسرت و دیگر احباب کے تعاون سے یہ روزنامہ دسمبر ۱۹۲۹ء میں جاری کی جو کہ اپریل ۱۹۳۰ء تک بہ مشکل جاری رہ سکا۔

۵۔ افغانستان، لاہور (فارسی)

مرتضیٰ میکش افغانستان کے بادشاہ امیر امان اللہ خاں کے حامی تھے جب کابل میں ان کے خلاف تحریک چلی تو میکش نے لاہور سے ہفت روزہ اخبار ۲ اگست ۱۹۲۹ء کو جاری کیا جو کہ ۳۱ اگست ۱۹۳۱ء تک جاری رہا۔ یہ اخبار فارسی زبان میں تھا اور اس میں نادر شاہ کے خلاف مضامین شائع ہوتے۔ برطانوی حکومت کی جانب فورن ریلشنز آرڈی ننس کی خلاف ورزی پر آپ کو ۳۱ اگست ۱۹۳۱ء کو ایک سال کی سزا سنائی گئی۔

۶۔ روزنامہ احسان، لاہور

ملک نور الٰہی (تاجر کتب، لاہور) کی معاونت سے ۱۱ اگست ۱۹۳۴ء کو یہ روزنامہ جاری کیا، اس کا افتتاح قائد اعظم محمد علی جناح نے کیا، علامہ اقبال بھی سرپرستی کرتے رہے بل کہ علامہ اقبال ''ایکس شاعر'' کے نام سے اس میں کالم بھی لکھتے تھے۔ تحریک پاکستان، رد مرزائیت، تحریک واگذاری مسجد شہید گنج اور حمایت مسلم لیگ میں اس اخبار نے نمایاں

خدمات سرانجام دیں۔ علامہ اقبال کی وفات پر سب سے پہلے جناب میکش نے روزنامہ احسان کا چالیس صفحات پر مشتمل ''اقبال نمبر'' نکالا۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں مالک اخبار سے اختلافات کے سبب مرتضیٰ میکش مع اپنے رفقاء کے الگ ہو گئے۔

۷۔ روزنامہ شہباز، لاہور

یہ اخبار ۲۰ اپریل ۱۹۳۹ء کو جاری کیا، اس اخبار نے بہت نام کمایا، اشاعت بھی خاصی بڑھ گئی لیکن خاکسار تحریک کی مخالفت کے سبب اخبار زوال پذیر ہو گیا اور یوں ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو آپ نے اس اخبار سے بھی الگ ہو گئے۔

۸۔ روزنامہ مغربی پاکستان، لاہور

قیام پاکستان کے بعد مرتضیٰ میکش ۱۰ اپریل ۱۹۴۸ء کو سید شریف حسین سہروردی کے روزنامہ مغربی پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔ اسی اخبار میں آپ کا خصوصی مقالہ ''پاکستان میں مرزائیت'' کے عنوان سے دس اقساط میں شائع ہوا، جس کو بعد میں جانباز مرزا نے مرتب کر کے مکتبہ ملیہ، لاہور سے شائع کیا۔

۹۔ نوائے پاکستان، لاہور

میاں محمد شریف (مالک مقبول عام پریس، لاہور) نے یہ اخبار جاری کیا تو مولانا مرتضیٰ میکش کو اس کا چیف ایڈیٹر مقرر کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے اسباب وعلل کی جانکاری اور قادیانی مسئلہ کے سبب پنجاب بھر میں ہونے والے فسادات کی انکوائری کے لیے جسٹس منیر اور اے آر کیانی کی سربراہی میں تحقیقاتی کمیشن بنایا گیا جس نے کئی ماہ کی کوشش سے ایک رپورٹ تیار کر کے حکومت پاکستان کو پیش کی۔ اس رپورٹ کے بارے عوام وخواص میں خاصا تذبذب پایا جاتا تھا لیکن مولانا مرتضیٰ میکش نے اس رپورٹ پر ایک جان دار تبصرہ لکھا اور نوائے پاکستان کی ایک خاص اشاعت ''رپورٹ نمبر'' کے نام سے ۱۹۵۴ء میں شائع کر دیا جس میں رپورٹ کے مثبت اور منفی پہلوؤں کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ فاضل ججز کے انداز فکر پر علمی انداز میں جرح بھی کی ہے۔

چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے مولانا میکش نے ۱۲ جولائی ۱۹۵۴ء تا یکم دسمبر ۱۹۵۵ء اپنی

ذمہ داریاں نبھائیں۔

خدمات:

جناب میکش نے متعدد علمی موضوعات پر قلم اٹھایا لیکن جو کتب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئیں ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ تاریخ اسلام (دو جلدیں) حال ہی میں اکبر بک سیلرز، لاہور اور مکتبۂ اعلیٰ حضرت، لاہور نے اس کتاب کو دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۲۔ تاریخ اقوام عالم (یہ کتاب کچھ عرصہ قبل مکتبۂ اعلیٰ حضرت، لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔)

۳۔ سیرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (دو جلدیں) اسے انجمن حمایت اسلام، لاہور نے شائع کیا۔ یہ کتاب ایک عرصہ سے نایاب ہے، اکبر بک سیلرز، لاہور (ناشر کتاب ہذا) اس کتاب کو جدید کمپوزنگ و ترتیب سے شائع کر رہا ہے۔

۴۔ اخراج اسلام از ہند (حال ہی میں یہ کتاب اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ سے شائع ہوئی ہے۔)

۵۔ دُو دِل (شاعری کا مجموعہ)

۶۔ تقدیر (الہامی افسانے)

۷۔ تدبیر (الہامی افسانے)

۸۔ مرزائی نامہ (روزنامہ زمیندار اور روزنامہ احسان میں شائع ہونے والے مضامین کا مجموعہ)

۹۔ پاکستان میں قادیانیت

۱۰۔ قادیانی سیاست

۱۱۔ روزنامہ نوائے پاکستان۔ رپورٹ نمبر (فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کے متعلق جسٹس منیر انکوائری رپورٹ پر تبصرہ)

۱۲۔ قطبی برفستان (رسل اووین کی کتاب کا اردو ترجمہ۔ جسے انجمن ترقی اردو نے شائع کیا۔)

جناب میکش ایک بہترین مترجم بھی تھے۔ فارسی اور انگریزی میں اچھی مہارت تھی، معروف مصنف شورش کاشمیری آپ کی ترجمہ نگاری بارے لکھتے ہیں:

''انگریزی سے اردو ترجمہ کرتے ہیں تو اصل سے بڑھ جاتا ہے، فارسی ان کے

گھر کی لونڈی ہے، اردو خوب لکھتے ہیں لیکن لکھنوی، دہلوی یا لاہوری کسی اُسلوب کے پیرو نہیں-ان کا اپنا اُسلوب ہے۔ زبان گنجلک تو نہیں ادق ہوتی ہے، انگریزی کے ہر لفظ کو مشرف بہ اسلام کر لیتے ہیں، الفاظ کو مفرس یا معرب کرنے میں انہیں ید طولیٰ حاصل ہے۔" (نورتن از شورش کاشمیری، ص: ۱۳۸ مطبوعات چٹان، لاہور ۱۹۶۸ء)

فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالتی رپورٹ انگلش میں لکھی گئی تھی۔ جناب میکش نے اس رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے متعدد پیراگراف کا اردو ترجمہ نہایت خوش اُسلوبی سے کیا۔ چناں چہ جب رپورٹ نمبر شائع ہوا تو جسٹس منیر نے جناب میکش کے نام درج ذیل خط تحریر کیا:

"آپ کا گرامی نامہ مع رپورٹ نمبر نوائے پاکستان موصول ہوا-شکریہ اقتباسات کے ترجمہ میں جو اصل رپورٹ کی سطح آپ نے قائم رکھی ہے وہ قابل رشک ہے، وہ ترجمہ کیا جو صاف ترجمہ نظر آئے اگر ہم اردو میں اس موثر طریقہ سے اظہار خیال کر سکتے جس طرح آپ نے ترجمہ میں کیا ہے تو ہم یقیناً رپورٹ اردو میں ہی لکھتے، گورنمنٹ اگر چاہتی انگریزی سے ترجمہ کرا لیتی۔

اسلامک سٹیٹ کی ضروریات جو ہم نے اپنے نقطۂ نظر سے بیان کی ہیں ان کا اقتباس بمع اپنی رائے آپ نے کیوں پیش نہیں کیا اور مولانا ہم نے تو بہ قول آپ کے صرف چوبھ ہی دی تھی اور آپ چوٹ مار گئے نہ، الفاظ "مغرب زدہ" نے ابھی گالی کا رتبہ حاصل نہیں کیا صرف الف کے اضافہ سے نواب زادوں، وزیر زادوں، صاحب زادہ، پیرزادوں کے زمرہ میں آپ اس طبقہ کو شامل کیوں نہیں کر دیتے۔ ادب میں شرف ایجاد معمولی بات تو نہیں یا آپ بخاری اور انصاری کے ہم پلہ ہونے سے گھبراتے ہیں!!

کیا کیانی صاحب کو کوہاٹ کے پتہ پر بھی آپ نے رپورٹ نمبر بھیجا ہے-وہ یقیناً خوش ہوئے ہوں گے۔ نیاز مند محمد منیر (مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۵۴ء)

تصنیفی خدمات کے علاوہ تنظیمی طور پر آپ مختلف تنظیمات سے بھی وابستہ رہے جن کی

تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ نیوز ایڈیٹرز کانفرنس بہ حیثیت صدر

۲۔ انجمن افاغنہ پاکستان بہ حیثیت صدر

۳۔ آل پاکستان مہاجر کنونشن بہ حیثیت صدر

۴۔ مسجد کمیٹی سی بلاک ماڈل ٹاؤن، لاہور بہ حیثیت صدر

۵۔ قانون جمعیت علمائے پاکستان بہ حیثیت قانونی مشیر

آپ نے زندگی کے آخری چند سال نہایت عسرت میں گزارے لیکن خودداری کے سبب کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔

۲۷ جولائی ۱۹۵۹ء کو حرکت قلب بند ہونے کے سبب آپ کا وصال ہو گیا۔ اہل سنت کے جیّد عالم دین مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات قادری (انجمن حزب الاحناف، لاہور) نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور گارڈن ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

بوقت وصال جناب میکش کا بینک بیلنس صرف تین روپے تین آنے تھا۔ روزنامہ کوہستان، لاہور نے ۱۸ اگست ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں آپ کے متعلق بالکل درست لکھا:

"مستقبل کا مورخ جب معماران پاکستان کی تاریخ لکھنے بیٹھے گا تو وہ مولانا کی زندگی کے روح فرسا حالات خون دل سے لکھے گا۔"

قادیانیت کے کاسۂ سر پر

اسلام کے البرز شکن گرز کی ضرب کاری

معروف بہ

مرزائی نامہ

(روزنامہ زمیندار، لاہور اور روزنامہ احسان، لاہور
میں شائع ہونے والے قادیانیت شکن تحقیقی مضامین کا سلسلہ)

تقدیم

چارسال ہوئے ''قادیانیت کے کاسۂ سر پر اسلام کے البرز شکن گرز کی ضرب کاری'' کے مستقل عنوان کے ماتحت میرے مضامین کا ایک سلسلہ ''زمیندار'' اور ''احسان'' میں چھپا تھا بعض نکتہ رسی جوہر شناس اصحاب نے انہی دنوں خاکسار کو توجہ دلائی تھی کہ ان مضامین کا کتابی شکل میں مرتب و محفوظ کر لینا نہایت ضروری ہے لیکن اخبار نویسی کی مہلت نہ دینے والی مصروفیتوں میں مجھے چارسال کے بعد اب فرصت ملی ہے کہ ان مضامین کو ترتیب دے کر اور ان پر نظر ثانی کر کے اپنے پبلشر کے حوالے کر سکوں۔

قادیانی مذہب کے پیرووٴں نے تاویل بازی کے بل پر مسلمانوں کے مسلمہ مذہبی عقائد خراب کرنے کا جو معرکہ شروع کر رکھا ہے اور اس مقصد کے لیے جس قسم کے فریب استدلال سے کام لیا جا رہا ہے وہ تمام نوجوانوں کے افکار میں دینی عقائد کے متعلق کئی طرح کی اُلجھنیں پیدا کر کے انہیں گمراہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ اس فرقۂ ضالہ کی متاعِ حیات معتقدات سے تعلق رکھنے والے معدودے چند مخصوص مباحث پر منحصر و مشتمل ہے جنہیں اس مذہب کے پیرو بے خبر کم علم اور کوتاہ نظر لوگوں کے سامنے بیان کر کے کام نکالنے کے عادی ہیں۔

ان اوراق میں قادیانی فرقہ کے انہی مخصوص مباحث پر بعض نئے گوشوں سے روشنی ڈال کر قادیانی فریب کے پردے چاک کیے گئے ہیں۔ ان مضامین کے سپرد قلم کیے جانے کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ راقم الحروف نے ''احسان'' کے ایک ''تبلیغی نمبر'' میں یہ اعلان کیا کہ قادیانی مذہب کے پیرووٴں کو اگر دین اسلام کی حقیّت سمجھنے میں بعض اشکالات در پیش ہیں تو وہ اس عاجز سے اپنے اشکالات بیان کریں جن کے رفع و حل کی پوری کوشش کی جائے گی۔ اس اعلان پر بعض قادیانیوں کی طرف سے متعدد استفسارات موصول ہوئے لیکن وہ سب

کے سب مطالب کے لحاظ سے حسب ذیل نو (۹) سوالوں کی گیرائی کے دامن سے باہر نہ تھے جنہیں میں نے جواب دینے کے لیے چنا اور یہ سلسلۂ مضامین سپرد قلم کیا۔

مرزائی مستفسرین کے سوالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ آپ کے نزدیک اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو ''اصل اُصول'' کہلانے کے مستحق ہیں؟

۲۔ کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر یہ آیت شریفہ ''لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا'' (النسآء:۸۲) کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ ومنسوخ ہے یا کوئی اور طریق؟

۳۔ قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس سے بطور صراحت النص کے بابِ نبوتِ غیر تشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ثابت ہوتا ہے؟

۴۔ آیت شریفہ ''وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۔'' (الحاقة:۴۶-۴۴) جو بہ طور دلیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''شاعر'' اور ''کاہن'' کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بہ طور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں؟ اگر بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لیے کس طرح وجہ تسکین ہو سکتی ہے؟ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کو مدنظر رکھ کر جواب دیں۔

۵۔ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بایں جسد عنصری آسمان پر تا ایں دم زندہ مانتے ہیں یا دیگر انبیاء کی طرح فوت شدہ اور ان کی آمد ثانی کے قائل ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے جواب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اقوال سلف صالحین (جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف نہ ہوں) سے دیں۔

۶۔ اُمت مسلمہ میں بابِ نبوت کا مسدود ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ''رحمة للعلمين'' ہونے اور اس اُمت کے ''خير الامم'' ہونے پر زد نہیں پڑتی؟

۷۔ کیا مجدد وقت یا امام زماں کا ماننا اور پہچاننا رکن ایمان ہے اور اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی؟

۸۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو مجدد ماننے سے آپ کے خیال میں ایمان پر کیا زد پڑتی ہے؟

۹۔ احادیث صحیحہ کی رُو سے آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ، مہدی آخرالزمان، دجال، یاجوج ماجوج وغیرہ کے متعلق مسلمان کو کیا عقائد رکھنے چاہیے؟

ان سوالات سے پیدا ہونے والے مباحث کی تشریح کے علاوہ اس کتاب میں زلازل اور دیگر آیات ارضی وسماوی کے سلسلہ میں قادیانی مدعی کی پیش گوئیوں پر علمی بحث کی ایک فصل- نیز اس مدعی کے بلند بانگ اور بے ہنگام دعاوی اور صوفیائے کرام کے شطحیات کی بحث کے متعلق بڑے بڑے ہتھکنڈوں کی جن کے بل پر وہ عام انسانوں کو دھوکا دیتے ہیں- تشریح وتوضیح ان اوراق میں ہے جو نہ صرف فریب خوردہ مرزائیوں کے لیے مشعل ہدایت کا کام دے گی بل کہ عام مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچے رہنے کے لیے ہر قسم کے دلائل سے مسلح اور ہر نوع کے فریب استدلال سے آگاہ کرنے پر ممد ہوگی۔ وماتوفیقی الا باللہ

ان سطور کے ساتھ میں اس ''مرزائی نامہ'' کو حق کی جستجو رکھنے والے اصحاب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

مرتضٰی احمد خان

یکم نومبر ۱۹۳۸ء

☆

تمہید

مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین میں بعض لوگ تو ایسے ہیں جو اپنے پیشوا کی دی ہوئی تعلیمات کے کھلے ہوئے نقائص سے پوری طرح آگاہ ہیں اور جانتے ہیں کہ طائفہ بندی اور خلاف سازی کا سارا ڈھونگ کن دُنیوی مقاصد کے لیے رچایا گیا تھا، کس نے رچایا تھا اور کیوں رچایا تھا؟ ان لوگوں کے نزدیک دین کا نام بعض پیش پا اُفتادہ ذلیل مقاصد کے حصول کے لیے ایک وسیلہ کے سوا زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اور ان کا وجود ہی دین حق ''اسلام'' کی تخریب، اس کے شئون وارکان میں رخنہ اندازی اور ملتِ بیضائے اسلام کی تذلیل کے لیے خریدا جا چکا ہے لہٰذا ان کے دفع شر کے لیے مسلمانانِ ہند کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ سوادِ اعظم کو ان کے مکاید و دسائس سے آگاہ کرتے رہیں اور ان ملحدانہ سرگرمیوں پر رقابت و احتساب کی کڑی نگاہیں لگائے رکھیں لیکن مرزائیوں میں بعض ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو اپنی بے خبری، علمی کم مائیگی اور ضعیف الاعتقادی کے باعث متذکرہ صدر شور بختانِ ازلی کے اس دامِ فریب کا شکار ہو چکے ہیں جو انہوں نے دین اسلام کے نام سے سادہ لوح اشخاص کو اِلحاد کی اُلجھنوں میں گرفتار کرنے کے لیے پھیلا رکھا ہے۔ خطاب ذیل میں میرا روئے سخن زیادہ تر انہی موخر الذکر مرزائیوں کی طرف ہوگا۔

مقصد یہ ہے کہ وہ سعید روحیں جو دین حقہ اسلام کی سرمدی فیضان کے سرچشمہ سے اپنے طلب کی پیاس بجھانے کی خواہاں تھیں لیکن اپنی سادگی اور بے خبری کے باعث عصر حاضر کے ایک دجالی فتنہ کے ہتھے چڑھ گئیں، ان گزارشات کو پڑھ کر دین اسلام کی کھلی ہوئی صداقتوں سے شناسا ہو جائیں اور مرزائیت کی ان اُلجھنوں سے چھٹکارا حاصل کر لیں جن میں انہیں ''اسلام'' کا نام لے کر گرفتار کر دیا گیا ہے اور وہ مجبور ہو گئے ہیں کہ قادیانیت کی

منافی اسلام تعلیم کو مطابق اسلام ظاہر کرنے کے لیے دُور از کار تاویلوں سے کام لیں تا کہ اپنے فریب کھائے ہوئے دلوں کی ڈھارس کا کچھ سامان تو ان کے پاس موجود ہو۔ ایسی ژرف شناس نگاہیں بہت کم ہوتی ہیں جو قلبی تسکین کے سامان کے کھرے یا کھوٹے ہونے کی پہچان کر سکیں، جن کی نگاہوں کی رسائی کبھی زر خالص تک نہ ہو سکی ہو وہ مس کو زر سمجھنے کی غلطی میں پھنسے رہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایسے مرزائی حضرات کے سوالات کی فہرست دیباچہ میں درج کی جا چکی ہے جو راقم الحروف سے بعض مطالب کی تشریح اور بعض مسائل کی توضیح کے طالب ہوئے۔ ان میں سے ایک ایک سوال جواب کے لیے بڑی طویل صحبتوں کا محتاج ہے۔ ہر چند عدیم الفرصت اور علوم دینی کے میدان میں ہیچ میرز ہوں لیکن میرا فرض ہے کہ ان سوالات کا مشرح جواب لکھوں اور وقت کی اس منہ بولتی ہوئی ضرورت پر لبیک کہتا ہوا آگے بڑھوں جس کی پکار ہر گوشۂ دیوار سے سنی جارہی ہے۔ اگر میری ان کاوشوں سے خدا کے بندوں کی ایک تعداد راہ راست پر آجائے یا کم از کم اس فتنۂ آخر زمان کے دجل کا شکار ہونے سے بچے رہے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی عاقبت کے لیے بضاعتِ نجات فراہم کر لی جو روز حساب میں حضور سرور کونین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دامن شفاعت کے سایہ میں پناہ دلانے کا موجب ہوگی۔

☆

اسلام کا اصل الاصول

سوال کیا گیا کہ اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو ''اصل الاصول'' کہلانے کے مستحق ہیں؟

واضح ہو کہ اسلام کا ''اصل الاصول'' کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' ہے اور اس دین کے تمام تر عقائد اساسی جو ایمان کے لیے ضروری ہیں اسی اصل الاصول کے ماتحت ہیں یا بالفاظ دیگر اسی کی تشریح و توضیح و تکمیل کا موجب ہیں۔ ان عقائد اساسی یا ان میں سے کسی ایک کے فقدان و ہبوط کی صورت میں ایمان نامکمل رہ جاتا ہے بل کہ الحاد و زندقہ وارد ہو جاتا ہے، ان عقائد کا بیان اپنے اپنے محل اور موقع پر اسی مضمون میں کر دیا جائے گا۔

توحید ذاتِ باری تعالیٰ

خدائے جلیل و قدیر کو ایک اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا فرستادہ مان لینے کے بعد خدا کے پاس پیغام کو صحیح اور کامل سمجھنا ہر فرد مومن پر واجب آتا ہے جو خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے نوع بشر کو ملا۔

ذرا دقت نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ توحید و رسالت کا عقیدہ بھی اسی پیغام ربانی کی وساطت سے ہمیں پہنچا ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا پس دین اسلام کی قومیت کا اولین ستون حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہے جس کی وساطت سے ہم ذات باری تعالیٰ کی توحید کے اوّلین مسئلہ اساسی سے شناسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے اسی رسول کی معرفت اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ وہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی دوسری ہستی کائنات کے ظاہر و باطن میں ایسی موجود نہیں جس کی طرف موجوداتِ عالم کے سرہائے نیاز و عبدیت جھکیں۔ ''انما الھکم الہ واحد'' کے ساتھ

ہی ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ اس معبود حقیقی کے اسماء وصفات کیا ہیں جن کو تسلیم کرنے اور سمجھنے کے بغیر عقیدۂ توحید کامل نہیں ہوتا۔ کہنے کو تو بتوں، پتھروں، قدرت کی مخفی قوتوں اور اپنے فہم و پندار کے کرشموں کی پرستش کرنے والے بھی ناقص شکل میں خدا کی ہستی کے قائل، بل کہ اسے ایک سمجھنے اور ایک جاننے کے دعویدار ہیں لیکن وہ اس توحید کے ماننے والے نہیں کہلا سکتے جس کی تعلیم قرآن پاک نے دی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کو اس کی بیان کردہ صفات میں سے کسی ایک صفت کے بغیر جاننے والا شخص مسلمان اور صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔ کسی شخص کے اسلام اور ایمان کی صحت و تکمیل جانچنے کے لیے اس کے خیالات وعقائد واقوال کو قرآن حکیم کے بیان کردہ معیار پر پرکھنا ضروری ہے لہٰذا اے مرزا غلام احمد قادیانی کی وساطت سے اسلام کی حقیقتوں کو ڈھونڈنے والو! دیکھو کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق قرآن پاک کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس شخص نے جسے تم اپنا دینی پیشوا سمجھتے رہے ہو تمہیں اس تعلیم سے کس طرح دُور لے جانے کی کوشش کی ہے۔

اسلام کا خدا

ارشاد ربانی اپنی ذات کے متعلق یہ ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۔

''اس کی مانند کوئی شے نہیں۔'' (الشوریٰ:۱۱)

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (سورۃ النور:۳۵)

''اللہ (ذات باری تعالیٰ عزاسمہٗ) آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی طاق ہو جس میں چراغ ہو، وہ چراغ فانوس کے اندر ہو اور فانوس اس طرح نظر آئے کہ گویا چمکتا ہوا ستارہ ہے جو زیتون کے ایسے شجرۂ

مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اس کا تیل برابر روشن ہے اگر آگ اس کے نزدیک تک نہیں آئی۔ نور پر نور، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت بخش دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔“

مرزائے قادیانی کا خدا

مرزائیوں کا پیشوا اس ذات بحث کے متعلق حسب ذیل عقیدہ کا اظہار کرتا ہے جو قرآن حکیم کے پیش کردہ تصور سے سراسر مختلف اور ذات باری تعالیٰ کی توہین و تحقیر کرنے والا ہے۔ مرزا لکھتا ہے:

”ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول رکھتا ہے تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں۔“

(توضیح مرام، ص ۷۵، روحانی خزائن جلد ۳، ص: ۹۰)

ربنا عاج۔ ہمارا پروردگار ہاتھی دانت ہے۔

(براہین احمدیہ، ص ۵۵۶، روحانی خزائن جلد ۱، ص: ۶۶۲)

خدا کو تیندوے کی شکل میں تصور کرنے والا اور ذات باری تعالیٰ کو ”عاج“ یعنی ہاتھی دانت قرار دینے والا مسلمان نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ اس کے متبعین کو اسلام کی نعمت سرمدی سے حصہ ملے۔

اسلام کا خدا

قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۔ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔

”(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دے کہ وہ معبود حقیقی ایک ہی ہے۔ اللہ بے نیاز اور پاک ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اسے کسی نے جنا اور نہ اس کے لیے

کوئی کفو ہے۔" (سورۂ اخلاص)

تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۔اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۔

"قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑوں کے ٹکڑے اُڑ جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا پکارا جائے۔" (سورۂ مریم:۹۱۔۹۰)

لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا (بنی اسرائیل:۱۱۱)

"وہ کسی کو بیٹا نہیں بناتا۔ (وہ پاک ذات ہے یعنی ایسی لغویات سے مبرا ہے)"

یہی وہ اعلان تھا جس کی تفسیر جا بجا قرآن پاک میں پائی جاتی ہے اور جس کے رُو سے مشرکین، یہود، نصاریٰ، صائبین اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے غلط عقائد پر یک قلم خط نسخ کھینچ کر ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ قائم کیا گیا۔ یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ابطال معرض عمل میں آیا اور ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ انسانی علائق کی نسب دینے والوں کی تکذیب کی گئی۔ اب اس ارشاد ربانی کی روشنی میں مرزائے قادیانی کے حسب ذیل اقوال پرکھ لیجیے، صاف نظر آجائے گا کہ اس شخص کا مقصد خالص اسلامی عقیدہ کو مغشوش کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

مرزا اور اس کے خدا کے تعلقات بوقلموں

۱۔انت منی بمنزلة ولدی ۔

"اے مرزا تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔" (حقیقت الوحی، ص ۸۶، خزائن جلد ۲۲، ص:۸۹)

۲۔اسمع ولدی "اے میرے بیٹے سن!" (البشریٰ، جلد اول ص ۴۹)

۳۔مظهر الاول والآخر مظهر الحق والعلا کان الله نزل من السمآء ۔

"فرزند دل بند گرامی ارجمند۔ اوّل اور آخر کا مظہر، حق و علا کا مظہر ایسا جیسا کہ

خود خدا آسمان سے اُتر آیا"۔(ازالہ اوہام،ص ۱۵۶،خزائن جلد ۳،ص:۱۸۰)

۴۔ یا قمر یا شمس انت منی و انا منك

"اے چاند اے خورشید تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔"

(حقیقت الوحی،ص ۷۴،خزائن جلد ۲۲، ۱۸۰)

۵۔"حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اِظہار فرمایا"۔(اسلامی قربانی ص:۱۲،مولفہ قاضی یار محمد قادیانی)

۶۔"مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں "ابن مریم" ٹھہرا۔"

(کشتی نوح،ص ۴۷،خزائن جلد ۱۹،ص:۵۰)

ومثل ذالك من الخرافات۔

ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو جو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اپنی نسبتیں باپ، بیٹے اور بیوی کی طرح ظاہر کرتا ہے۔اسلام سے دُور کی نسبت بھی نہیں ہو سکتی۔

متذکرہ صدر اقوال سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ قائل نے ذاتِ باری تعالیٰ کی تضحیک و تحقیر کی ہے۔ایسا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ چہ جائے کہ اسے "مسلمانوں" کے ایک فرقہ کا دینی امام و پیشوا سمجھا جائے۔

مرزائے قادیانی کے خدا کی دیگر صفات

جس خدا کے ساتھ مرزائے قادیانی نے اپنے گوناگوں تعلقات کا اظہار کیا ہے وہ اس خدائے واحد و قدیر سے سراسر مختلف ہے جس کی صفات قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے تصور کے متعلق مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر اقوال مشتے نمونہ از خروارے ہیں ورنہ اس کی تصانیف میں تو خدا کے متعلق نہایت عجیب و غریب خیالات بھرے پڑے ہیں:

☆ مرزا کا خدا نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے۔ (تذکرہ، صفحہ:۴۶۰)

☆ مرزا کا نام لینے سے شرما جاتا ہے اور اسے ادب سے بلاتا ہے۔ (حقیقت الوحی، ص:۳۵۶، خزائن جلد ۲۲، ص:۳۶۹)

☆ اس کی حمد وثنا کرتا ہے۔ (انجام آتھم :۷۷، خزائن جلد ۱۱ص ۷۷)

☆ مرزا کے حیض کو بمنزلہ اطفال اللہ کے بچہ بناتا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۱۴۳، خزائن جلد ۲۲، ص:۵۸۱)

☆ اس پر جور جولیت کا اظہار کرتا ہے (حوالہ اوپر ملاحظہ ہو) اس کے کاغذ پر سرخ روشنائی سے دستخط کرتا ہے، قلم جھاڑتا اور روشنائی کے چھینٹے اس کے کپڑوں پر ڈالتا ہے۔ (تریاق القلوب، ص:۳۳، خزائن جلد ۱۵، ص:۱۹۷، حقیقت الوحی، ص:۲۵۵، خزائن جلد ۲۲، ص:۲۶۷)

اگر آپ مرزائے قادیان کے خدا کا پورا جلال دیکھنا چاہیں تو اس کے حسب ذیل بیان کو پڑھ کر اندازہ لگالیں کہ اس شخص کو کیسے خدا کی بندگی کا شرف حاصل تھا:

''پھر اس کے بعد ہی زور سے بدن کانپ اُٹھا الہام ہوا- وی کین وھاٹ وی ول ڈو' [We can what we will do]' (جو ہم چاہتے ہیں کر سکتے ہیں) اور اس وقت ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے۔'' (براہین احمدیہ، ص ۴۸۰، خزائن جلد ۱، ص:۵۷۲)

مرزائیوں سے خطاب

اس صحبت میں عاجز نے اسلام کے ''اصل الاصول'' کی ایک شق یعنی عقیدۂ توحید ذات باری تعالیٰ کا اجمالی طور پر ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ کوئی شخص اس وقت ''لا الہ الا اللہ'' کا قائل نہیں سمجھا جا سکتا جب تک ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ کی تمام ان صفات اثباتی و صلبی کا قائل نہ ہو جو اسمائے حسنیٰ میں اور دیگر مقامات پر جا بجا قرآن پاک میں مذکور ہوئی ہیں۔ اسلام کا عقیدہ تمہارے سامنے ہے، اس کی مزید تشریح کی خواہش ہو تو قرآن پاک کے صفحات موجود ہیں۔ اس عقیدہ کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد کے عقائد واقوال کو پرکھ کر دیکھ لو اور

خود فیصلہ کرلو کہ جو لوگ تمہارے سر نیاز کو اس شخص کی چوکھٹ پر جھکا رہے ہیں اس کے اپنے عقائد کا حال کیا ہے؟ آیا اس کی پیروی کر کے تم اسلام کی تعلیم سے قریب جا رہے ہو یا اس سے بہت بُعد اختیار کر چکے ہو!!!

اگر خوش عقیدتی کی بناء پر تم نے مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر اور دوسرے اقوال کی تاویل و تفسیر کر کے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی تو تمہیں اسلام اور قرآن کے ان تمام اعتراضات کو باطل قرار دینا پڑے گا جو خدائے اسلام نے مشرکوں، یہودیوں، عیسائیوں اور صائبوں کے عقائد باطلہ پر کیے ہیں۔ ان تمام مذاہب کے پیرو یہی کہتے ہیں کہ بت پرستی یا خدا سے ''ولد'' و ''کفو'' وغیرہ کی نسبت دینے کے معاملات ان کے ہاں استعارہ کے رنگ میں آئے ہیں جن کی بڑی خوش نما تاویلیں کی جاسکتی ہیں۔

شاید بعض قادیانی یہ کہنے لگیں کہ وہ اپنے پیشوا کے ان الہامات واقوال کو لغو سمجھتے ہیں اور انہیں اس قسم کی اہمیت نہیں دیتے جیسی کہ عیسائیوں نے انجیل میں باپ اور بیٹے کے الفاظ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دینی شروع کر دی تھی۔ اگر یہ بات ہو تو میں کہوں گا کہ پھر تمہیں اپنے پیشوا کے دوسرے دعاوی کو برحق قرار دینے میں کیوں اصرار ہے؟ انہیں بھی متذکرہ صدر دعاوی کی طرح لغو سمجھو اور مجذوب کی بڑ قرار دے لو۔

اگر مرزائیوں کا ایک گروہ آج مرزا کے دعاوی نبوت و مسیحیت کو اپنے لیے ''اساس دین'' قرار دے رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ کل مرزائیوں کا کوئی دوسرا گروہ مرزا کے متذکرہ صدر اقوال کو لے کر اس کی اُلوہیت، شرکت فی ذاتِ باری تعالیٰ، ابن اللہی اور زوجیت خداوندی کا اعلان کرنے لگے اور اسی کو ''اساس دین'' قرار دے لے!!!

لہٰذا میرے فریب خوردہ مرزائی دوستوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متبع بن کر وہ قصر اسلام کے اوّلین سنگ بنیاد یعنی عقیدۂ توحید سے کس قدر دُور جا پڑے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفاتِ کاملہ کے متعلق ان کا عقیدہ کس حد تک مغشوش کر دیا گیا ہے لہٰذا انہیں اس دن کی فکر کر لینی چاہیے جس کے متعلق صاف الفاظ میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ؛

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ . اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ .

”آگ ان کے چہروں کو جھلس رہی ہوگی اور اس میں پیچ وتاب کھائیں گے اور (ان سے کہا جائے گا کہ) تم پر میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں لیکن تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔“ (سورۂ مومنون: ۱۰۵-۱۰۴)

''اساس اسلام'' کا دوسرا جز

محمد رسول اللہ پر ایمان اور اس کا اقرار

ذاتِ باری تعالیٰ عز اسمہٗ کی توحید اور تمام صفات لازم پر ایمان لانے اور ان کا اقرار کر لینے کے ساتھ ہی ''مسلم'' ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان خدا کے اس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ دل معترف ہو اور زبان سے اس کی رسالت و نبوت کا اِقرار کرے جس کی معرفت اسے دین اسلام اپنی کامل و مکمل صورت میں ملا۔

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رسول'' مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ حضور کے دیے ہوئے پیغام کو خدا کا آخری، مکمل اور قائم پیغام سمجھے۔ حضور کی سکھائی ہوئی شریعت کو آخری، مکمل اور قائم شریعت جانے۔ حضور کے بتائے ہوئے دین کو قیامت تک کے لیے نوع بشر کی ہر گونہ گو ضروریات زندگی کا کفیل اور اس کی دُنیوی اور اُخروی فوز و فلاح کا موجب تصور کرے۔ ارشاد ربانی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلٰمَ دِیْنًا ۔(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پایہ تکمیل کو پہنچا دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ [المائدہ: ۳)۔ اس پر شاہد و دال ہے۔

مخفی نہ رہے کہ قرآن پاک ایسا فصیح و بلیغ، جامع و اکمل کلام جو اپنے خدائی کلام ہونے کی خود دلیل ہے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مصدق و شاہد ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے صادق و امین رسول کی سیرت پاک اور حضور کا اُسوۂ حسنہ قرآن کے خدا کا کلام ہونے کا ثبوت ہے۔ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا، دونوں حضرت باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ایسے عدیم النظیر مظہر ہیں جن کے اجتماع پر دین اسلام کی

حقانیت کا قصر قائم ہے لہٰذا ان کے صحیح رتبہ کو کماحقہٗ پہچاننا یا ایسے خیالات کا اظہار کرنا جن سے ان کی صحیح منزلت پر مخالفانہ زد پڑتی ہو- انسان کے نقص ایمان کا موجب ہے۔

تکمیل دین و اتمام نعمت ربانی کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''قرآن پاک کی مانند کوئی اور کلام بھی نوع بشر کے پاس موجود ہے یا ہوسکتا ہے'' تو وہ شرائط اسلام کا منکر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ ''حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نوع انسانی میں کوئی رسول مبعوث ہوا، یا ہوسکتا ہے''، تو وہ بھی اسلام کے دعوائے تکمیل و اتمام نعمت کا منکر ہوگا جس کی نص سطور بالا میں مذکور کی جا چکی ہے۔ قرآن کے بعد کسی اور کلام کے متعلق ارشاد ربانی کا اِدّعا کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور فرد بشر کو ''رسول'' قرار دینا اسلام کی اساس پر تیر چلانے کا مترادف ہے کیوں کہ اس سے قرآن پاک سے دعوئ تکمیل دین اور اتمام نعمت کی نفی ہوتی ہے چہ جائیکہ مرزائیوں کی طرح ''اسلام'' کی شرط اولین مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و رسالت کو قرار دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اسے نبی یا مجدد یا کچھ اور مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اگر مرزائیوں کے دعوی کو صحیح سمجھا جائے تو ''تکمیل دین'' اور ''اتمام نعمت الٰہی'' کا باعث ''قرآن'' اور ''محمد عربی'' صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ نعوذ باللہ اس دوسرے شخص کو سمجھنا ہوگا جس کی ارادت کا حلقہ کان میں ڈالے بغیر مرزائیوں کے عقیدہ کے مطابق کوئی شخص ''مسلم'' نہیں ہوسکتا، لہٰذا ایسا عقیدہ جو قرآن پاک کے بغیر کسی دوسرے کلام کو کلام خداوندی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی دوسرے شخص کو ''نبی'' یا ''رسول'' قرار دینے والا ہو- قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا اسلام نہیں بل کہ اس کی نفی ہے، اس کے مکمل و اکمل ہونے کا صریح انکار ہے اور اس کی حقانیت کا کفر ہے۔

اس اسلام کے آخری قطعی اور مکمل دین ہونے پر جو قرآن اور خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعِ بشر کو دیا- قرآن پاک کی حسب ذیل آیت بھی شاہد و دال ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔

''وہ (خدا) جس نے اپنے رسول کو ہدیٰ کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ تمام دینوں پر غالب آجائے۔'' (التوبۃ:۳۳)

اس مکمل دین اور نعمت تام کے بعد جو قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے نوع بشر کو قیامت تک کے لیے مل گئی - خدا کے مزید کلام اور اس کے دیگر ایلچیوں کی ضرورت جاتی رہی، لہٰذا متذکرہ صدر نصوص قرآنی کے علی الرغم جو شخص بھی اس کے برعکس کوئی دعویٰ کرے گا وہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اسلام کا منکر اور مسلمانوں کے نزدیک مفتری اور کذاب ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

پس ان مرزائیوں کو جو اسلام کے نام پر مرزائیت کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں - غور کرنا چاہیے کہ وہ حقیقت اسلام سے کتنی دُور پڑے ہیں اور انہیں اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے والوں نے حقیقی اسلام کے بنیادی عقیدہ سے کس قدر دُور پھینک دیا ہے!!!

انہیں دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کی نبوت و رسالت کے اقرار کو انہیں شرط اسلام بتلایا گیا ہے اس نے حقیقی اسلام کی صداقتوں سے روگردانی کر کے اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لیے نبوت کے مرتبۂ عالیہ کی تحقیر و تذلیل پر اپنا سارا زور صرف کر دیا تا کہ سادہ لوح اشخاص اس منصب جلیل کو ایک عامیانہ اور سہل الحصول سی چیز سمجھ کر اس کے دامِ فریب کا شکار ہو جائیں اور سمجھنے لگیں کہ حقیقی اسلام یہی ہے جو ان کو سکھایا جا رہا ہے۔ میرے قلم میں یارا نہیں کہ مرزائے قادیانی کی اس خرافات کو نقل کر سکوں جس میں اس نے ان انبیائے کرام و مرسلین یزدانی علیہم السلام کی عمداً تحقیر کی ہے جن کی تعظیم و تکریم کا حکم ہمیں قرآن پاک میں مل چکا ہے۔ مرزا کی تصانیف کو خوش عقیدگی کے ساتھ تلاوت کرنے والے مرزائی خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس شخص کو جسے وہ ''ہادی و مہدی''، ''رسول و نبی'' بل کہ ''خاتم النبیین'' تک مان رہے ہیں - اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لیے کیسے کیسے رنگ بدلنے پڑے۔ دین اسلام کے صحیح عقیدہ یعنی ختم نبوت کے اقرار سے لے کر محدث و مہدویت، مسیحیت، ظلی و بروزی نبوت، اُمتی خالص، غیر تشریعی نبوت، تشریعی نبوت، حتیٰ کہ ختم المرسلینی کے دعویٰ تک طرح طرح کے منطقیانہ استدلال سے کام لینا پڑا اور آخر نوبت اس

درجہ تک پہنچ گئی کہ خود کو حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے (نعوذ باللہ) افضل ظاہر کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا گیا اور اب اس کا فرزند کھلم کھلا اپنے باپ کی ''افضلیت تام'' کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ کیا یہ اسی اسلام کی تعلیم دی جارہی ہے جس کی تکمیل خدائے لایزال نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر ملک عرب میں کی تھی اور جس کی اساس (جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں) قرآن پاک اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر رکھی گئی تھی!!!

واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ''نبی'' کہلانے کے شوق میں جس قدر ہفوات سے اپنے کام وزبان کو آلودہ کیا ہے اس میں سے ایک ایک سطر اور ایک ایک فقرہ دین اسلام کے ان مسلمات کی نفی ہے جو قرآن حکیم میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر مجھے تفصیلی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں، جب مرزائیت کی اساس ہی دین اسلام کی اساس سے مختلف ثابت ہوگئی تو جزئیات کی بحث میں پڑ کر وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مرزائی جانتے ہیں کہ مرزائیت کی اساس مرزا غلام احمد کو نبی اور نبی کے علاوہ اور بہت کچھ ماننے اور اس کی تصانیف کو الہامی قرار دینے پر قائم ہے اور اسلام کی اساس یہ ہے کہ قرآن پاک کو خدا کا صحیح و مکمل پیغام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری رسول مانا جائے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مرزائی کہیں گے کہ ہم بھی اسلام کی اساس ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے قائل ہیں اور اس کے منکر نہیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام وایمان کے لیے متذکرہ صدر اساس کا۔ ان شرائط لازم کے ساتھ جو قرآن پاک میں آچکی ہیں۔ ماننا ضروری ہے۔ جس طرح مرزا غلام احمد کا تصور ذاتِ باری تعالیٰ عز اسمہ وجل جلالہ کے متعلق سراسر غیر اسلامی ہے اور وہ اپنے دعاویٔ بوقلموں کے باعث توحید کے صحیح عقیدہ سے محروم ہو چکا ہے۔ اسی طرح مرزائیوں کے ''محمد رسول اللہ'' کہنے میں بھی کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے کیوں کہ وہ اپنے دین کی اساس ''محمد رسول اللہ'' پر نہیں بل کہ ''مرزا نبی اللہ'' وغیرہ پر قائم کرتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ.

''جب منافقین تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تُو اس کا رسول ہے لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ بلاشبہ جھوٹے ہیں۔'' (المنفقون:۱)

ارکان واحکام اسلام

اس امر کی تشریح سطور بالا میں کی جا چکی ہے کہ دین اسلام ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ملا اور وہ دین اس کلام رّبانی میں درج ہے جسے قرآن مجید اور فرقان حمید کہا جاتا ہے۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس دین کی عملی تفسیر اور حضور کے ارشادات اس کی توضیح ہیں نیز یہ کہ دین اسلام دین کامل ہے جس میں قیامت تک کے لیے ردوبدل، ترمیم و تنسیخ یا تحریف و تاویل کی گنجائش وضرورت نہیں۔

''ارکان اسلام'' جو قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ نبوی سے ہمیں پہنچے ہیں- ذات باری تعالیٰ کی توحید منزہ عن الخطا اور صمدیت منزہ عن الشرک و دیگر صفات پر نیز محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل واکمل رسالت پر ایمان لانے کے بعد نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے فریضوں کے ادا کرنے پر مشتمل ہے۔ ان فریضوں کی بجا آوری کے احکام کی تفصیلات حدیث کی کتابوں میں اچھی طرح بیان ہو چکی ہیں اور ساڑھے تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا تعامل ان پر مہر تصدیق ثبت کر چکا ہے جس میں کسی کے لیے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اور خدا اور اس کے رسول نے کہیں یہ خبر دی کہ کوئی ''مامور من اللہ'' روز قیامت سے پہلے پہلے'' نئے نئے خدائی احکام'' کے ماتحت ان میں ردوبدل کرے گا!!!

نماز ادا کرنے کے لیے قرآن پاک میں اس امر کی نص صریح موجود ہے کہ روئے زمین کے تمام مسلمان اس مسجد حرام کی طرف منہ کر کے خدا کی بندگی کیا کریں جو مکہ معظمہ میں واقع ہے اور حج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے بھی اسی مسجد حرام کا رُخ کریں جس کے مناسک وہیں کے شعائر سے تعلق رکھتے ہیں۔ بیت اللہ شریف اُمت مسلمہ کا قبلہ اور اس کی

وحدت کا مرکز ہے، اس سے الگ ہو جانا یا منہ پھیر لینا اسلام کے ایک بڑے رُکن یعنی خود اسلام سے اِنکار کر دینے کے مترادف ہے۔

اسلام کا قبلہ اور مسلمانوں کا رُخ

خانۂ کعبہ یعنی مسجد حرام کی فضیلت و مرکزیت پر حسب ذیل آیاتِ کلام ربانی شاہد ہیں:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ

''پس مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لے اور تم جہاں کہیں بھی ہو اسی کی طرف منہ پھیر لیا کرو۔'' (البقرۃ:۱۴۴)

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۔

''اور جو اس میں داخل ہو گیا امان پا گیا۔'' (ال عمران:۹۷)

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۔

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اور ان دونوں کے بیچ میں پھرے تو کچھ بُرا نہیں اور جو کوئی شوق سے نیک کام کرے تو اللہ قدر دان اور اس کی نیت کا جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:۱۵۸)

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۔

''اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے تمام کرو۔'' (البقرۃ:۱۹۶)

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۔

اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک راہ پا سکیں اور جو کوئی منکر ہو تو (وہ جان لے) کہ اللہ دونوں جہانوں سے غنی ہے (یعنی کسی

کے حج کا محتاج نہیں)۔''(ال عمران:۹۷)

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۔

''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے وہ تیرے پاس پیدل اور دُبلے پتلے اونٹوں پر سوار جو دُور کے راستے سے آ رہے ہوں گے۔''(الحج:۲۷)

مرزائیوں کا قبلہ اور حج

متذکرہ صدر احکام صریح جان لینے کے بعد ذرا قادیانیوں کے خیالات اور عمل پر بھی نگاہ ڈال لیجئے۔اس مذہب کا بانی کہتا ہے:

ا۔''بیت الفکر'' سے مراد وہ چوبارہ جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور''بیت الذکر'' سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور آخری فقرہ مذکورہ بالا (ومن دخله كان اٰمنا) اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے''۔(براہین احمدیہ، صفحہ ۵۵۸)

۲۔

''زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے''

(دُرِّ ثمین: صفحہ ۵۲)

باپ کے بعد بیٹے کی باری آئی تو مرزا بشیر الدین محمود نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متذکرہ صدر ملفوظات کی تشریح یوں کی:

''کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں، اس لیے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے۔''

......''جیسا حج میں رفث اور جدال منع ہیں ایسا ہی اس جلسہ میں بھی منع ہیں۔''

(خطبہ جمعہ از میاں محمود احمد ۱۹۱۴ء)

اسی طرح ۱۹۳۲ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اسی سالانہ جلسہ کی اہمیت جتاتے

ہوئے اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ اس جلسہ میں شامل ہونے کا ثواب حج کے ثواب سے کم نہیں ،لوگ جوق در جوق آئیں اور شعائر اللہ کو دیکھیں۔

"شعائر اللہ" مرزا غلام احمد قادیانی کا حرم، اس کے صحابی اور اس کے اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے مقامات اور ایسی ہی دیگر اشیاء بیان کی گئیں۔اس وقت "الفضل" کا وہ پرچہ جس میں یہ تقریر چھپی تھی- میرے سامنے نہیں جس کو تحقیق کی ضرورت ہو، وہ دسمبر ۱۹۳۲ء کے "الفضل" کی فائل دیکھ سکتا ہے۔قادیانیوں کے اس عقیدہ پر کہ قادیان کے سالانہ جلسہ کی شرکت بیت اللہ شریف کے حج کا بدل ہے- ایک قادیانی کا حسب ذیل ارشاد بھی شاہد ہے:

"جیسے احمدیت بغیر پہلا یعنی حضرت مرزا صاحب کو چھوڑ کر اسلام باقی رہ جاتا ہے وہ خشک اسلام ہے۔اس طرح اس "ظلی حج" کو چھوڑ کر "مکہ والا حج" بھی خشک رہ جاتا ہے کیوں کہ وہاں پر آج کل حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔"

(پیغام صلح، جلد ۲۱، نمبر ۲۲)

مرزائیوں سے خطاب

اب آپ ہی اندازہ فرمالیں تا کہ توحید و رسالت کے بعد ارکان اسلام کے معاملہ میں بھی اس مذہب کے پیشوا اپنے متبعین کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے کس طرح دُور لے جا رہے ہیں۔زکوۃ کا مصرف تو اُنہوں نے اپنی جیبیں اور اپنے خزانے بنا ہی رکھے ہیں۔ (ان چندوں کی طرف اشارہ ہے جو ٹیکس کے طور پر قادیانیوں سے وصول کر کے خزانۂ خلافت میں داخل کیے جاتے ہیں) حج کو بھی اپنے گھر کی طرف کھینچا جا رہا ہے اور اسلام کے حقیقی حج کو کبھی "خشک" اور کبھی "ساقط" اور کبھی "ناممکن" ظاہر کر کے کوشش کی جا رہی ہے کہ قادیان ہی کو اس نئے مذہب کے پیروؤں کا قبلہ و مرجع بنا دیا جائے۔

پس ان مرزائیوں کو جو قادیانیت کو اسلام سمجھ کر اس کے دام تزویر کا شکار ہو رہے ہیں -اپنی نجات کی فکر کرنی چاہیے اور اسلام کی اصلی تعلیم قادیان کے سوا کسی دوسری جگہ ڈھونڈنی اور حاصل کرنی چاہیے۔حج اور زکوۃ کو اپنے ڈھب میں ڈھال لینے اور عقیدۂ توحید و

رسالت میں تحریف وتاویل کر لینے کے بعد ارکان اسلام میں سے صرف نماز اور روزہ ایسے رکن رہ جاتے ہیں جن میں ترمیم وتنسیخ کر دینے سے اس مذہب کے پیشواؤں کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام کے یہ دوارکان قادیانیت میں جاکر اس کے بانی ومبدع کی ''الہامی'' دست بُرد کا شکار ہونے سے بچ گئے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے پیرومرشد نے توحج وزکوٰۃ پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ اسی سطح ارضی پر بعض لوگ ایسے بھی ہوگزرے ہیں جن کی تاویلات سے نماز اور روزہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ بہر حال ایسے لوگوں نے حسب ضرورت اور حسب موقع ومحل اسلام کے احکام میں تصرف سے کام لیا لیکن ان سب پر اسلام کا حکم یہی ہے کہ وہ اس کی حقیقی تعلیم سے بہت دُور چلے گئے ہیں کہ اب ان کا کسی قسم کی تاویل کے بل پر اسلام میں واپس لانا (یعنی مسلمان ثابت کرنا) امر محال ہوگیا ہے۔ اگر تمہیں اپنی عاقبت کی کچھ فکر ہے تو سیدھے سادھے مسلمان بن جایئے اور ان لوگوں کا دامن چھوڑ دیجیے جو تمہیں کشاں کشاں اسلام کے دامن فوز سے دُور براہ راست جہنم کی طرف جارہے ہیں۔ وقولہ تعالیٰ عزاسمہ،

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِىْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ط وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (الحج:۲۵)

''جولوگ انکار کرتے ہیں اور خدا کے راستے سے دُور اس مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لیے یکساں (عبادت کا مقام ٹھہرایا ہے) وہاں کا رہنے والا اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں اور جو کوئی اس میں شرارت سے ٹیڑھی راہ چلنا چاہے اسے ہم تکلیف کا عذاب چکھائیں گے۔''

جہاد فی سبیل اللہ

قرآن حکیم میں جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے فرائض اساسی کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں کو جابجا صاف اور صریح احکام دیے گئے ہیں، اسی طرح حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ، نے مسلمانوں کو دین مبین کی حفاظت اور اپنے ناموس، جانوں اور اموال کی

مدافعت کے لیے جا بجا "قتال فی سبیل اللہ" کی تاکید کی ہے اور اس فریضۂ مقدس کی بجا آوری کے لیے اس قدر وضاحت کے ساتھ احکام صادر فرمائے ہیں جن میں ہر قسم کی صورت حال سے عہدہ برآمد ہونے کے لیے پورے پورے قواعد وضوابط بیان کر دیے گئے ہیں۔ اسلام چوں کہ دین کامل ہے اس لیے وہ ظلم و جور اور استیلا و حق ناشناسی سے بھری ہوئی اس دنیا میں اپنے متبعین کو "اولین لازمۂ حیات" یعنی حقِ دفاع سے محروم نہیں کر سکتا تھا۔ قرآن حکیم چوں کہ خدا کا آخری اور مکمل پیغام ہے اس لیے اس میں قیامت تک کے لیے ایک دفاعی دستور العمل کا بالتصریح بیان ہونا لازمی امر تھا۔ حضرت ختمی مرتبت (بابی ھو وامی) نے اپنے "اُسوۂ حسنہ" سے اور قرآن پاک نے نہایت کھلے الفاظ میں زندگی کی یہ ضرورت مسلمانوں پر واضح کر دی اور بتا دیا کہ مسلمانوں کو قتال کے دفاعی حق سے "حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ" (الانفال:۳۹) کی کیفیت کے پیدا ہونے تک یا بالفاظ دیگر "حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا" [یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے۔ (محمد:۴)] کا وقت آنے تک غافل نہیں ہونا چاہیے۔

"قتال فی سبیل اللہ" کی اہمیت پر حکمائے اُمت اور مفسرین اُمّ الکتاب نے اس حد تک استدلال فرمایا ہے کہ تمام فرائض انفرادی و اجتماعی یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا ماحصل اسے اور فقط اسے قرار دیا ہے اور اس حقیقت کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ "قتال" کے دفاعی حق کو استعمال کیے بغیر نہ تو دنیا سے ظلم و تعدی کا استیصال ممکن ہے اور نہ کوئی قوم عزت و آزادی کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے سورۂ صف میں قتال فی سبیل اللہ کو ایسی تجارت بیان فرمایا ہے جو انسانوں کو "عذاب الیم" سے بچانے کی کفیل ہے اور جس کے معاوضہ میں مسلمانوں کو جنت کا وعدہ دیا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجٰرَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔

(ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں بتا دوں وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ الصف:۱۱)

اور صحابہ کرام کے استفسار کے جواب میں کہ خدا کے نزدیک "احسب الاعمال" کیا ہے؟ اِرشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقٰتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۔

''البتہ اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بہ صف ہو کر اس طرح لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پگھلائی دیوار ہیں۔'' (الصف:۴)

''قتال فی سبیل اللہ'' کے متعلق خدائے جلیل و قدیر عزاسمہٗ کے چند صاف صاف احکام جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں بطور تذکار لازم ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

وَقٰتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقٰتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۔(البقرۃ:۱۹۰)

''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں لیکن کسی پر زیادتی نہ کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ج وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔(البقرۃ:۲۱۶)

''تم پر قتال فرض کر دیا گیا اور وہ تم پر شاق گزرتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایک بات تم کو بُری لگے لیکن (درحقیقت) وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی بات کو تم پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

متنبّی قادیان کا انحراف

خدائے بزرگ و برتر کے متذکرہ صدر واضح احکام مؤکدہ کے بعد ذرا مرزا غلام احمد قادیانی کے ان کارناموں پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجیے جو جہاد و قتال کے رد میں حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سرانجام دیے گئے۔ توحید کو مغشوش، رسالت کو ناتمام اور حج کو ساقط کرنے کے بعد اس شخص نے حکم جہاد کی تنسیخ کا اعلان کر دیا اور اس پر اپنے خاص تاویلی انداز میں رسائل و اشتہارات لکھے جن کا ماحصل اسی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

ا۔ ''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے......

اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔'' (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۵، مصنفہ مرزا)

۲۔ ''وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائے گا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے تا کہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازے کھلنے کا وقت آ گیا ہے۔ اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا...... سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا۔'' (اشتہار چندہ منارۃ المسیح)

۳۔ ''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیوں کہ مجھے ''مسیح'' اور ''مہدی'' مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔'' (درخواست مرزا بحضور حاکم پنجاب مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، ص: ۱۷)

۴۔ ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی اور اشتہارات طبع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچایا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور ''مہدی خونی'' اور ''مسیح خونی'' کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے خیالات جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔'' (تریاق القلوب، ص، ۲۵)

۵۔ ''میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلادِ عرب یعنی حرمین اور شام و مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں کیوں کہ اس کتاب کے صفحہ: ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے اور میں نے بائیس (۲۲) برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔'' (تحریر مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت جلد چہارم، ص، ۲۶)

۶۔ ''ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر شائع

کیس اور ''کافر'' وغیرہ اپنے نام رکھوائے۔'' (اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد دہم، صفحہ، ۲۸)

۷۔ ''ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے۔'' (ضمیمہ رسالہ جہاد، صفحہ، ۷)

مرزائیوں سے خطاب

حکام وقت کی خوشنودی کے حصول کے لیے قرآن پاک کی تعلیم پر بے باکانہ خطِ نسخ کھینچنا۔ کسی مسلمان اور حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبع کا کام نہیں ہوسکتا۔ قرآن کے ایک حصہ کا انکار صریح جیسا کہ جہاد وقتال کے بارے میں کیا گیا ہے کلام ربانی کا انکار یعنی اسلام کا انکار ہے۔ لاہوری مرزائی تلبیس سے کام لے کر عام طور پر یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے امام زماں نے دیگر علمائے اسلام کی طرح عدم استطاعت کی بناء پر فریضۂ جہاد کو عارضی طور پر ساقط عن العمل قرار دیا تھا لیکن مرزائے قادیانی کی اپنی تحریرات اس کے لاہوری متبعین کے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہیں جو جہاد کو حرام قرار دیتا ہے اور آیندہ زمانے کے لیے مسلمانوں سے ''قتال فی سبیل اللہ'' کا دفاعی حق چھین لینے کا خواہش مند ہے۔ عدم استطاعت کی بناء پر روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد ایسے فریضوں کی ادائیگی سے غیر مستطیع مسلمانوں کو بلاشبہ اسلام نے ایک حد تک رخصت دی ہے لیکن کسی مسلمان کو قرآن پاک سے صریح احکام پر خط نسخ کھینچنے کی جرأت نہیں ہوسکتی، خواہ وہ حکام وقت کا کتنا ہی مقرب بننے کا آرزومند ہو۔

میں دین اسلام کے موٹے موٹے بنیادی اُصول کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کو پرکھ کر دکھا چکا ہوں کہ وہ کسی امر میں بھی حقیقی اسلام کے مطابق نہیں۔ جس شخص کے عقائد توحید ذات باری تعالیٰ کے متعلق تعلیم قرآنی کے خلاف ہیں جو رسالت میں شریک کرنے کے گناہ کا مرتکب ہے، اور حج اور جہاد کو ساقط و منسوخ قرار دے رہا ہے۔ اس کے متعلق یہ حسن ظن رکھنا کہ اس کی تعلیم اسلام کی صحیح تعلیم ہے۔ سراسر ہٹ دھرمی ہے جو شخص

اسلام کے بنیادی عقائد کی جڑوں پر تیر چلانے سے دریغ نہیں کرتا، اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ''بعث بعد الموت'' اور آخرت کے حساب کتاب کا معتقد اور قائل تھا، ایک بعید از قیاس امر ہے۔

پس اے فرقہ مرزائیہ کے فریب خوردہ لوگو! اگر نجات کی صراط مستقیم کے طالب ہو تو ایسے شخص کی متابعت سے باز آ جاؤ اور دین اسلام کو دنیا کے سامنے ضحوکہ نہ بناؤ، تائب ہو جاؤ، ورنہ یاد رکھو کہ اس خدائے قدیر کی گرفت بڑی ہی سخت ہوتی ہے، جس کی سنت میں کفار ومشرکین کو ایک حد تک ڈھیل اور مہلت دینا بھی داخل ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ عزاسمہٗ وجل جلالہٗ:

بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۔ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (الرعد: ۳۴)

''اور یہ کہ ان منکروں کو اپنا مکر اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں، اور جن کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دُنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے، اور اللہ کے عذاب سے انہیں بچانے والا کوئی نہیں۔''

گزارشات

اوراقِ ماقبل میں مرزائے قادیانی کے اقاویل ودعاوی کو جن پر قادیانیت کے قصر کی بنیادیں قائم ہیں۔ اسلام کے ''اصل الاصول'' یعنی ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے اٹل عقیدہ کی بناء پر پرکھ کر دکھا چکا ہوں کہ اس شخص کے خیالات وعقائد اور اس کی تعلیمات جسے یہ کم فہم حضرات ذریعہ نجات سمجھ رہے ہیں۔ اُصول وارکان اسلام سے کس قدر بُعد بلکہ متضاد رکھتی ہیں۔ دین اسلام ایک ''یسیر الفہم'' سیدھا سادہ دین ہے جو ''بینات'' یعنی صاف صاف اور واضح واضح عقائد کی برہان ثابتہ لے کر آیا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ان موشگافیوں میں جانے کی ضرورت نہیں جن میں گرفتار ہو کر یہودی اور نصرانی بارگاہ ایزدی

سے ''مغضوبین وضالین'' کے سرٹیفیکیٹ حاصل کر چکے ہیں، اور جن میں آج مرزائی یا قادیانی مذہب کے پیروؤں کو اُلجھا دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کے نصائص محکم کے باوجود لاہوری جماعت کے لیڈر ''میاں محمد علی'' کا یہ کہنا کس قدر مضحکہ خیز اور معقولیت کی بیّن توہین ہے کہ؛

''مرزائے قادیانی نے خدا کا باپ، خدا کا بیٹا، خدا کی بیوی وغیرہ بننے کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ بطور مجاز ہے۔'' (مغرب میں تبلیغ اسلام، صفحہ:۲۴)

میں اس امر کی تصریح کر چکا ہوں کہ جن یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق قرآن پاک میں حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو خدا کا ''ولد'' قرار دینے پر سخت وعید آئی ہے، وہ بھی ''آسمانی باپ'' اور ''ابن اللہ'' کی اصطلاحوں کو مجازی طور پر استعمال کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ بروز قیامت ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی برأت کا اظہار فرمائیں گے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَ اُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِىْ بِحَقٍّ (المائدہ:۱۱۶)

''جب اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو، تو وہ جواب دے گا تیری ذات پاک ہے مجھے کب سزاوار تھا کہ ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔''

خیرہ چشمی کی اور بات ہے لیکن کوئی فہمیدہ انسان جو اسلام کے عقیدۂ توحید ذات باری تعالیٰ کو کسی نہ کسی حد تک صحیح طور پر سمجھ چکا ہے، خدا کے ساتھ ایسی مجازی نسبتیں دینے والے کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا، اور میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ میاں محمد علی ایسے لوگ ان حقائق کو جاننے کے باوجود بعض دُنیوی فوائد کی خاطر گمراہی پر اصرار کر رہے ہیں۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اقساط گزشتہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پیشوائے قادیانیت کی تعلیم اسلام کے ''عقیدۂ توحید'' کے خلاف، ''عقیدۂ تکمیل دین'' و ''ختم نبوت'' کے خلاف،

''رکن حج'' و''اُصول جہاد'' کے خلاف ہے، اور یہ خلاف بیّن میں مرزائے قادیانی کے اقاویل کو قرآن پاک کی آیات محکمات کے بالمقابل رکھ کر دکھا چکا ہوں۔ اگر اس کے باوجود مرزائیوں کو مرزائی رہنے پر اور بعض مسلمانوں کو ان کے مسلمان ہونے پر اصرار ہو تو میرے لیے اس سے زیادہ حیرت واستعجاب کا مقام اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

مرزائی حضرات کے دیگر سوالات

اب میں مرزائی اور قادیانی مستفسرین کے دیگر سوالات کو لیتا ہوں جن کی ''بھول بھلیاں'' میں یہ لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر پھنسے ہوئے ہیں اور جن میں دوسرے کم علم مسلمانوں کو اُلجھا کر ان کے مبلغ اپنے دام فریب کو توسیع دینے کے عادی ہیں۔ ان سوالات کا جواب دینے سے قبل ضروری ہے کہ مرزائے قادیانی کے دعاوی کا ایک مجمل سا جائزہ لے لیا جائے، جن میں اسے حق بجانب ثابت کرنے کے لیے اس کے پیروؤں کو اس قسم کے سوالات وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے جن کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ان دعاوی کے جواز کے لیے دُور از کار تاویلیں وضع کی جائیں، آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے معانی کی تحریف کے لیے راہیں نکالی جائیں، لاطائل دلیلوں کا سہارا ڈھونڈا جائے، اور طرح طرح کی موشگافیوں کے بل پر اپنی غلطیوں کے جواز کے پہلو پیدا کر کے دل کی ڈھارس کا سامان مہیا کیا جائے۔ مرزائے قادیانی کے دعاوی باطلہ کی بھول بھلیاں ایسی پیچ در پیچ ہیں کہ تاویلوں اور تحریفوں کے بغیر کوئی عقل مند آدمی ان کے دام کا گرفتار نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائیوں کو اسلامی تعلیمات کا سیدھا سادہ مفہوم چھوڑ کر ایسے ایسے مسائل گھڑنے کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے جو کوتاہ نظروں اور کم علموں کے دماغ کو پریشان کر کے انہیں مشکوک وشبہات میں ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ جتنے سوالات بھی مرزائی حضرات نے کیے ہیں وہ متذکرہ بالا کلیہ کے تحت میں آتے ہیں۔

مرزائے قادیانی کے دعاوی

اب ذرا مرزائے قادیانی کے دعاوی پر ایک چھلتی ہوئی نظر ڈال لیجئے جن پر قادیانی مذہب کی بنیادیں رکھی گئی ہیں۔ مرزائے قادیانی کی کتابوں اور اس کے متبعین کی تصانیف

کے مطالعہ کے بعد قادیانی مذہب اور اس کے پیشوا کی تعلیمات کے متعلق جو نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ایک زمانہ میں مرزا صاحب عام مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے اور وہ اسلام کے عقائد پر سختی سے کاربند رہنے کو فخر کا مقام سمجھا کرتے تھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے اپنے آپ کو دوسرے رنگوں میں ظاہر کرنا شروع کر دیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے تا کہ لوگ اس کے ''ولی'' ہونے کا اعتبار کرنے لگیں۔ ولایت سے ایک قدم آگے بڑھا کر پھر اس نے ''محدث'' ہونے کا دعویٰ کیا، پھر اس پر خط نسخ کھینچ کر چودھویں صدی کا ''مجدد'' اور ''امام'' بنا۔ آہستہ آہستہ مسیح، مسیح موعود، اُمتی نبی، ظلّی و بروزی نبی، خالص نبی، مرسل یزدانی، غیر تشریعی نبی اور پھر تشریعی نبی بننے کی نوبت آئی۔ اس پر بھی اکتفا نہ کیا گیا تو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل بننے کی ٹھان لی، اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منصب ختمِ نبوت و تکمیل رسالت چھین کر اپنے ''خاتم الانبیاء'' ''جامع کمالات انبیاء'' اور ''خدا کا برگزیدہ ترین رسول'' کہلانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے کفریات کا ایک ایسا طومار جمع کر دیا جس کی داد ابلیس لعین کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اس طومار سے مرزائے قادیانی کے چند اقوال بہ طور مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ ''میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔'' (تحفہ گولڑویہ، صفحہ، ۱۹۵، خزائن جلد ۱۷، صفحہ: ۲۹۵)

۲۔ ''ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں، اس لیے ہم نبی ہیں''۔ (اخبار بدر قادیان، مورخہ ۵ مارچ، ۱۹۰۸ء)

۳۔ ''سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں، اس وقت تک جب اس دنیا سے گزر

جاؤں۔'' (مرزا کا خط بنام اخبار عام، لاہور مورخہ ۲۴ مئی، ۱۹۰۸ء)

۴۔ ''حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ۔'' (ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ ۲، خزائن جلد ۱۸، صفحہ: ۲۰۶)

۵۔ ''پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ: ۲، خزائن جلد ۱۸، صفحہ: ۲۱۰)

۶۔ ''اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں- اس قدر نشان دکھلائے کہ دو ہزار نبی پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔'' (چشمہ معرفت، صفحہ: ۳۱۷، خزائن جلد ۲۳، صفحہ: ۳۳۲)

۷۔ ''خدا نے میرے ہزار ہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی ہو گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی ہے۔'' (تتمۃ حقیقت الوحی، صفحہ ۱۴۸، خزائن جلد ۲۲، صفحہ ۵۸۷)

۸۔ ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔ (دافع البلا، صفحہ ۱۱، خزائن جلد ۱۸، صفحہ ۲۳۱)

۹۔ ''نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا، وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔'' (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۹۱، خزائن جلد ۲۲، صفحہ ۴۰۷)

۱۰۔

''آنچہ من بشنوم ز وحی خدا
بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم

از خطاہا ہمیں ست ایمانم“

(دُرِّثمین، صفحہ ۳۸۷، نزول المسیح ص: ۹۹، خزائن جلد ۱۸، ص: ۴۷۷)

۱۱۔ ”مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر“۔ (اربعین نمبر ۴، صفحہ ۱۹، خزائن جلد ۱۷، صفحہ ۴۵۴)

۱۲۔ ”میرے پاس ائیل آیا۔ (اس جگہ ”ائیل“ خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ حاشیہ) اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا، پس مبارک ہے وہ جو اس کو پائے اور دیکھے۔“ (حقیقت الوحی، صفحہ ۱۰۳، خزائن جلد ۲۲، صفحہ ۱۰۶)

۱۳۔ ”اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا۔“ (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۹۱، خزائن جلد ۲۲، صفحہ ۴۰۷)

۱۴۔ ”میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام...... ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی، اور اگر کہو شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے...... یہ بھی سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند احکام بیان کیے اور اپنی اُمت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔“ (اربعین، نمبر ۴، صفحہ ۷، خزائن جلد ۱۷، صفحہ ۴۳۵، ۴۳۶)

۱۵۔ ”مجھے الہام ہوا جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔“ (تبلیغ رسالت، جلد ۹، صفحہ ۲۷، مجموعہ اشتہارات جلد ۳، صفحہ ۲۷۵)

۱۶۔

”انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم ز کسے
آنچہ داد ست ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں
ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں''

(نزول المسیح،صفحہ:۹۹،خزائن جلد۱۸،ص:۴۷۷،۴۷۸)

۱۷۔''اس کے یعنی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے (صرف) چاند کے گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں (کے گرہن) کا-اب تو انکار کرے گا۔'' (اعجاز احمدی،صفحہ:۷۱،خزائن جلد۱۹،ص:۱۸۳)

۱۸۔''ہمارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا،اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقی کی انتہا نہ تھا بل کہ اس کے کمالات کے معراج کے لیے پہلا قدم تھا،پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی''۔(خطبہ الہامیہ، صفحہ۲۶۶،خزائن جلد۱۶،ص:۔۔)

۱۹۔''غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں-''زمان البرکات'' ہےلیکن ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ''زمان التائیدات و دفع الآفات'' تھا۔'' (تبلیغ رسالت،جلد۹،صفحہ۴۴،مجموعۂ اشتہارات جلد۳،ص:۲۹۲)

۲۰۔''میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ہوں (نعوذ باللہ) یعنی بروزی طور پر جب کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیے،اور میری نسبت "جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء"فرمایا یعنی''خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں'' سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی،صفحہ۸۴،۸۵،خزائن جلد۲۲،ص:۵۲۱)

۲۱۔''اور ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے چناں چہ جو ملک ہند میں''کرشن'' نام کا ایک نبی گزرا ہے جس کو''رُدّر گوپال'' بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی،صفحہ۸۵، خزائن جلد۲۲،ص:۵۲۱)

تمام امراض کی جڑ

یہ ہے مرزائے قادیانی کے ان تمام دعاوی کا مجمل سا ماحصل جن میں اسے حق بجانب اور صادق ثابت کرنے کے لیے اسے اور اس کے متبعین کو قرآن پاک کی آیات کے معانی میں تحریف کرنے، کلمۃ اللہ کو اپنے مواضع سے ہٹا کر دوسری جگہ چسپاں کرنے، احادیث و آیات کے معانی میں تاویل سے کام لینے کے علاوہ انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین، صلحائے اُمت کی تذلیل، معجزات کا انکار، مسلمہ عقائد اسلامی سے انحراف وغیرہ کی ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں اور وہ طرح طرح کے سوالات اُٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ہر اس الزام کو جو مرزائے قادیانی اور اس کی تضاد و تخالف سے پُر تحریرات پر عاید ہوتا ہے، انبیاء کرام بل کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات اور قرآن پاک پر لوٹا دینے کی جسارت کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم اور دیگر کتب سماوی کی ان بشارتوں کو جو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آئی ہیں، اپنے گروہ پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قادیان کو ''دمشق'' اور ''کعبۃ اللہ'' ظاہر کرنے، وہاں پر مینار بنانے، مسجد اقصیٰ کو قادیان میں ثابت کرنے اور مرزائے قادیانی کے سلسلۂ نسب کو ''رجل من فارس'' سے ملانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور خود مرزائے قادیانی کشف واستعارہ کے بھیس میں مریم بننے (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۳۷، خزائن جلد ۲۲، صفحہ: ۳۵۰) خدا کے پانی سے (انجام آتھم، صفحہ ۵۵، خزائن جلد ۱۱، صفحہ ۵۵) حاملہ ہونے (کشتی نوح، صفحہ ۴۷، خزائن جلد ۱۹، صفحہ: ۵۰) اور اس حمل کے نتیجہ کے طور پر خود پیدا ہو کر مسیح موعود کہلانے (کشتی نوح، صفحہ ۴۷، خزائن جلد ۱۹، صفحہ: ۵۰) کی ضرورت محسوس کرنے لگتا ہے تا کہ ابن مریم بن کر مسیح موعود کا دعویٰ کرنے کے قابل بن سکے۔ ذرا اس بھول بھلیاں کی تفصیل دیکھنا چاہو تو مرزائے قادیانی کے حسب ذیل ارشادات پر عقل سلیم کی روشنی میں غور کر کے فیصلہ کر لے کہ جن دعاوی کی بنیاد ایسی لچر اور پوچ تاویلوں اور توجیہوں پر قائم کی گئی ہو، انہیں برحق تسلیم کرنے والوں کی اور خود اس کے مدعی کی ذہنی کیفیات کا عالم کیا ہوگا؟ لکھا ہے:

۱۔ ''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے

حاملہ ٹھہرادیا گیا، اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ''ابن مریم'' ٹھہرا۔'' (کشتی نوح، صفحہ ۴۷، خزائن جلد ۱۹، صفحہ: ۵۰)

۲۔ ''اس بارے میں قرآن کریم میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لیے بطور پیش گوئی کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس اُمت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگئی اور اب ظاہر ہے کہ اس اُمت میں کسی نے بجز میرے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا، اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے اور خدا کا کام باطل نہیں، ضرور ہے کہ اس اُمت میں کوئی اس کا مصداق ہو اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی ''سورۂ تحریم'' میں خاص میرے لیے ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا ۔

(اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔) (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۳۷، خزائن جلد ۲۲، صفحہ: ۳۵۰، ۳۵۱)

اب اگر مرزا صاحب کے اس ارشادگرامی پر یہ خاکسار کہہ دے کہ "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند" تو کیا ہرج واقع ہوگا، مرزائے قادیانی نے ابن مریم بننے کے لیے تاویلیں تو خوب کی ہیں جن کی داد دینی چاہیے لیکن ایک امر میں وہ چوک گئے۔ یعنی اپنے کو بنت عمران ثابت کرنے کے لیے استعارہ کے رنگ میں کوئی مکاشفہ بیان نہیں کیا یعنی یہ نہیں بتایا کہ ان کے والد ماجد عمران کس طرح بن گئے۔

معارف قرآنی کو سمجھنے کا طریق

قادیانی مذہب کے مبلغین کا قاعدہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو جو عربی زبان اور دینیات کی تعلیم سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتے، یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن

حکیم میں اختلاف موجود ہے تاکہ ان کی تاویلات کے لیے راستہ صاف ہو جائے۔ ہمارے قادیانی مستفسر کا دوسرا سوال اسی مسئلہ کے متعلق ہے، پوچھا گیا ہے:

۲۔ ''کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو آیت شریفہ: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلٰفًا كَثِيْرًا (النساء:۸۲)[اگر (قرآن) غیراللہ کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے] کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ ومنسوخ ہی ہے یا کوئی اور طریق؟''

جواباً عرض ہے کہ کوئی مسلمان قرآن مجید میں اختلاف کا قائل نہیں ہو سکتا۔ خود آیۂ کلام ربانی جو مستفسر نے اپنے سوال میں لکھ دی ہے، اس پر شاہد دال ہے۔ اگر کسی بے بصیرت کو قرآن کریم کی ایک آیت کا مفہوم دوسری آیت سے ٹکراتا ہوا نظر آتا ہے تو یہ اس کے نقص علم ونقص فہم پر دال ہے۔ اگر کسی مسلمان کو اس قسم کا اشتباہ پیدا ہو جائے یا عیسائی اور قادیانی معترضین کسی مسلمان کے دل میں قرآن حکیم کی بعض آیات کے متعلق اس قسم کا اشتباہ پیدا کر دیں، تو اسے چاہیے کہ ان آیات کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے ان کی ''شان نزول'' ان کے سیاق وسباق اور ان کے محل اطلاق کو جاننے اور قرآن حکیم کی دوسری آیات کی روشنی میں اس کے معانی سمجھنے کی کوشش کرے اور نزول کے تقدم وتاخر کو پیش نظر رکھ کر ان احکام کی حکمت جاننے کے درپے ہو، تاکہ تکمیل احکام اور تکمیل دین کا مسئلہ اس پر واضح ہو سکے۔

جس امر دینی کو قادیانی اور عیسائی معترضین نے مسئلہ ناسخ ومنسوخ بنا رکھا ہے، اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ذات باری تعالیٰ نے بعض اُمور میں اپنے احکام میں تبدیلی کی ہے مثلاً یہود کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جسے تبدیل کر کے مسلمانوں کو مسجد حرام کی طرف رُخ پھیر لینے کا حکم دیا گیا۔ اس تبدیلی کی طرف ذات باری تعالیٰ عزاسمہ نے آیت: مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ''ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے نہ اسے محو کرتے ہیں مگر یہ کہ اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری لے آتے ہیں'' (البقرۃ:۱۰۶)۔ میں اپنی سلطنت بیان فرما دی ہے، اور یہ

صورت اسی وقت تک کے لیے تھی جب تک کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اپنے دین کو نوع بشر کے لیے کامل نہیں کیا تھا بلکہ اس دین کامل کی طرف انسانوں کی راہنمائی کی جارہی تھی۔ جب اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلٰمَ دِيْنًا (المائدۃ:۳) ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کرلیا''۔ کا حکم آگیا تو تبدیلی احکام کی ضرورت باقی نہ رہی کیوں کہ خیرالکتب میں تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر کے کامل دین نوع انسانی کے دے دیا گیا۔ احکام الٰہی جس قدر کہ نوع بشر کی دُنیوی اور اُخروی فلاح کے لیے ضروری تھے، اپنی مکمل شکل میں آگئے اور اس مجموعۂ احکام کے متعلق یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ''اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ''۔ ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اس سوال کے مستفسر سے راقم الحروف کی گزارش ہے کہ اسے قرآن پاک کی بعض آیات کے سمجھنے میں دقت محسوس ہورہی ہے، تو سوال کو متذکرہ بالا شکل میں پیش کرنے کی بجائے وہ ان آیات کو پیش کرے جن کا مطلب سمجھنے سے وہ قاصر ہے۔ یادرہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف انسان کے قلب پر اسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ روشن ہوں گے جس قدر کہ اس کا قلب تاویلات کے گورکھ دھندوں سے الگ ہوکر نہایت سادگی اور صفائی کے ساتھ انہیں اخذ کرنے کی طرف مائل ہوگا۔ اگر کوئی شخص قادیانیوں کی طرح قرآن پاک کی آیات کے معانی کی لاطائل تاویلات کی اُلجھنوں میں گرفتار ہونے کی کوشش کرے گا یا ان الفاظ کو اپنی فرومایہ دانش اور اپنے ناقص علم کے مطابق معانی پہنانے کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا تو وہ قرآن پاک کی بیان کردہ اس وعید الٰہی کا مستوجب ہوگا جو علمائے یہود کے تذکار کے سلسلہ میں مذکور ہوئی ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (المائدہ:۱۳)

[ترجمہ: تو ان کی کیسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیے اللہ کی باتوں کو

ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں۔]

سائل کو معلوم ہونا چاہیے کہ قادیانی مذہب اور اس کے بانی کے دعاوی کی بنیاد ہی آیات قرآنی کی بے سروپا تاویلات اور کلام الٰہی کے معانی کی تحریف پر رکھی گئی ہے تا آں کہ بعض آیات کلام ربانی کو جو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یا ان کی صفت و تعریف میں نازل ہوئیں، قادیانی مذہب کے پیشوا نے اپنے متعلق ظاہر کرنے اور اپنے حال پر چسپاں کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا، اس سے بڑھ کر جسارت اور دیدہ دلیری اور کیا ہوسکتی ہے؟ دین حقہ اسلام اور کلام مجید کی آیات کا استخفاف اس سے زیادہ اور کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ ارشاد ربانی کو کھینچ تان کر اپنی خواہشات کے مطابق معانی پہنانے کی کوشش کی جائے، اور یہ دعویٰ کر دیا جائے کہ ان آیات کا ''شان نزول'' وہ نہیں جو فی الواقع ہو گزرا ہے بل کہ وہ ہے جس کے لیے ایک مدعی کاذب کی ضرورت داعی ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر میں مرزائے قادیانی کے بعض ان اقوال کو اس جگہ درج کرتا ہوں جس کے متعلق اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیات ربانی جو قرآن پاک میں مذکور ہیں خدا نے دوبارہ میرے حق میں نازل کی ہیں یا قرآن پاک میں میرے لیے موجود ہیں:

۱۔ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:۱۷)

''جو کچھ تو نے پھینکا وہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔''

یہ آیت شریف خدائے بزرگ اور برتر نے سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کر کے نازل فرمائی۔ اس میں جنگ بدر کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کی چند کنکریاں مٹھی میں لے کر کفار کے لشکر کی طرف پھینکیں لیکن مرزائیوں کا پیشوا اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۷۰ پر لکھتا ہے کہ:

''یہ الفاظ مجھ پر میرے لیے نازل ہوئے۔'' (خزائن جلد ۲۲، صفحہ ۷۳)

کلام اللہ کو اپنے مواضع سے محرف کرنے کی جسارت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی۔ اسی طرح قرآن پاک کی حسب ذیل آیات کو اس نے اپنے حال پر چسپاں کرنے کا دعویٰ کر کے بارگاہِ الٰہی کی وہ سند وعید حاصل کر لی جس کا تذکرہ میں سطور بالا میں کر چکا ہوں:

۲ ۔ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہٖ افلا تعقلون (حقیقت الوحی، صفحہ ۱۷، خزائن جلد ۲۲، صفحہ: ۷۴)

۳ ۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہٖ ۔ (حقیقت الوحی، صفحہ ۷۱، خزائن جلد ۲۲، صفحہ: ۷۴)

۴ ۔ و ما ارسلنٰك الا رحمة للعلمین (حقیقت الوحی: ۸۲، خزائن جلد ۲۲، صفحہ: ۸۵)

۵ ۔ انا فتحنا لك فتحا مبینا لیغفرلك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر (حقیقت الوحی صفحہ ۹۴، خزائن جلد ۲۲، صفحہ: ۹۷)

۶ ۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (حقیقت الوحی صفحہ: ۱۰۱، خزائن جلد ۲۲، صفحہ: ۱۰۵)

۷ ۔ انا اعطینك الکوثر ۔ (حقیقت الوحی، صفحہ: ۱۰۲، خزائن جلد ۲۲، صفحہ: ۱۰۵)

۸ ۔ مبشرا برسولٍ یاتی من بعدی اسمهٗ احمد (اربعین نمبر ۳، صفحہ: ۳۸، خزائن جلد ۲۲، صفحہ: ۱۰۵)

جو شخص قرآن پاک کی ان آیات کو جو حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر خود حضور کی ذات اقدس وانور کے متعلق نازل ہوئیں، اپنے پر چسپاں کرنے کی جسارت کر کے قرآن، خدا اور رسول خدا سب سے استہزا کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کے ملحد ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟

اگر قرآن کو سمجھنے کے معنی قادیانی لوگ یہی لیتے ہیں......

وائے گر در پس امروز بود فردائے

دین الٰہی کی تکمیل وسلسلہ نبوت کا اختتام

۳۔ قادیانی مستفسر کا تیسرا سوال یہ ہے:

”قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس سے بہ طور صراحۃ النص کے باب نبوت غیر تشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ہوتا ہے؟“

گردشِ روزگار کی نادرہ کاریاں ہیں کہ چودھویں صدی کے ایام پُرفتن میں بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جو ایک مدعی کاذب کے دعاوی باطلہ کے جواز کے لیے بحث و جدال کا بازار گرم کرنے کی نیت سے نبوت کی قسمیں بنانے اور باب نبوت کے مسدود یا وا ہونے کے متعلق سوال کرنے لگے ہیں۔ سوال ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت بتاؤ جس سے بابِ نبوت کے مسدود ہونے کا ثبوت ملتا ہو؟ حالاں کہ سارا کلام مجید شروع سے لے کر آخر تک اس امر پر شاہد و دال ہے کہ اس کتاب کی موجودگی میں کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کی (خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی ظلّی ہو یا بروزی) ضرورت باقی نہیں رہتی۔

خدا کا دین جب تک اپنی مکمل شکل میں نوع بشر کے سامنے نہیں آیا تھا اور نوع بشر کی استعداد حمل امانت ابھی ناقص تھی تو خدا کے رسول اور نبی مبعوث ہوتے رہے تا کہ نوع بشر کو خدا کا آخری پیغام سننے کے لیے تیار کریں، اور حسب ضرورت وقتی اسے خدائی احکام کی خبر دیتے رہیں۔ نوع انسانی پر جب تک ضلالت و گمراہی بل کہ کفر و طغیان کی اندھیری رات مسلط رہی، انبیائے کرام رہنمائی کرنے والے ستاروں کی طرح اس کے آسمان بخت پر تعداد کثیر میں جلوہ افروزی کرتے رہے جب نبوت و رسالت کا آفتاب عالم تاب دین کامل کی ضیا لے کر نمودار ہو گیا تو ستاروں کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ روشنی اس قدر بیّن، اس قدر واضح اور اس قدر کامل ہے کہ شپرہ چشم اور بوم صفت کم نظروں اور بصارت و بصیرت کے اندھوں کے سوا باقی ساری کائنات اس کے فیض عمومی سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے جو لوگ آفتاب رسالت محمدی کے طلوع ہونے کے بعد ''چراغ لاؤ'' کی رٹ لگا رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں حصول ہدایت کے لیے کسی متنبّی کی ضرورت ہے- وہ اندھے نہیں تو اور کیا ہیں؟

نبوت اور رسالت کے خدائی انعام کے مل چکنے کے بعد جو اُمت محمدیہ کو نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کامل و مکمل طور پر دیا جا چکا جو لوگ "ھل من مزید" پکار رہے ہیں ان سے زیادہ بیوقوف اور نادان اور کون ہو سکتا ہے؟

کوتاہ اندیشو! رُشد و ہدایت کامل کے خدائی انعام کا چشمہ اپنی مکمل حالت میں

تمہارے لیے موجود کیا جاچکا، اور تم اس سے منہ موڑ کر یا اسے ناقص سمجھ کر سراب کی طرح بھاگتے ہو، تاکہ اپنی تشنگی کے لیے تسکین کا سامان حاصل کرسکو اس لیے اور محض اس لیے کہ جس شخص کو تم اپنا ہادی و رہبر سمجھ چکے ہو، اس نے نبوت کا مدعی ہونے کی جسارت کی ہے۔ تم سوال کرنے لگے ہو کہ قرآن پاک میں ''باب نبوت'' کے مسدود ہونے کی نص کون سی ہے؟ اگر تم قرآن پاک کے ماننے والے ہو تو جان لو کہ جس دین کی تکمیل کی خاطر حضرت رب العزت جل جلالہ اپنے تشریعی اور غیر تشریعی پیغمبر جنہیں وہ انبیاء و مرسلین کے نام سے موسوم کرتا ہے، بھیجا کرتا تھا وہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا، جس پر قرآن پاک کی حسب ذیل آیت شاہد و دال ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلٰمَ دِیْنًا (المائدۃ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (نبوت و رسالت) تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو پسند کر لیا۔''

غور کرو اور جان لو کہ جس مقصد کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوا کرتے تھے جب وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور نوع انسانی کی ایک جماعت اس دین کو تا قیام قیامت زندہ رکھنے اور اسے تمام دوسرے ادیان پر غالب کرنے کے لیے تیار ہوگئی تو نئے نبیوں کے آنے کی ضرورت بھی جاتی رہی۔

اس دین کے مکمل ہونے سے پہلے تشریعی نبی تو نوع انسانی کو نئے احکام خداوندی سے روشناس کرانے کے لیے مبعوث ہوتے تھے تاکہ بشر کی روحانیت اس کے اخلاق اور اس کی ذہنی و دماغی کیفیت کو منزل مقصود کی طرف چند قدم آگے لے جائیں، اور غیر تشریعی نبی اس لیے آتے تھے کہ تشریعی نبی کی اُمت کو ضلالت و گمراہی کے ان گڑھوں سے نکالیں جن میں وہ خدا کے دیے ہوئے احکام کو بُھلا کر گر جانے کے عادی تھے۔ تکمیل دین کے بعد جب وہ کتاب جس میں اس دین کے احکام بیان کیے گئے ہیں اپنی مکمل شکل میں تیار ہوگئی اور نوع بشر کی ملک بن گئی نیز اس میں ردّ و بدل، آمیزش و حک، نسخ و تحریف کی گنجائش بھی

خدائے روزگار نے "اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" کہہ کر مفقود کردی تو کسی نئے فرستادہ خداوندی کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ لوگوں کو خدا کے نئے احکام سنائے، یہی وجہ ہے کہ فرماں فرمائے عالم وعالمیاں نے اپنے اس نامہ کو مکمل کرنے کے بعد جو اسے نوع انسانی کو بھیجنا تھا اس پر اپنی آخری مہر ثبت کردی اور ساتھ ہی اس امر کا ذمہ لے لیا کہ قیام قیامت بل کہ اس کے بعد بھی اس کی حفاظت کروں گا اور فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ .

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، البتہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں پر مہر یعنی ان کے ختم کرنے والے۔" (الاحزاب: ۴۰)

لفظ "خاتم" کے معنی اور مفہوم

"خاتم النبیین" کے معنی میں تحریف کے جرم کے مرتکب ہونے والے قادیانی کہتے ہیں کہ لفظ "خاتم" یعنی مہر سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات آنے والے نبیوں کے اجرا کے لیے بمنزلہ مہر کے ہے۔

ظاہر ہے تکلیف سے پیدا کیے ہوئے یہ معانی سراسر بیہودہ ہیں، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم "آخری نبی" اور "ختم المرسلین" ہونے کی حیثیت میں تمام انبیائے گزشتہ کی نبوتوں کی تصدیق کے لیے "خاتم" قرار دیے گئے، اس لیے کہ حضور کے بعد انبیائے کرام کی نبوت ورسالت کا ایسا مصداق جو اللہ کی طرف سے اسی غرض کے لیے بھیجا جاتا کوئی اور آنے والا نہ تھا، اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی ذات گرامی پر نازل ہونے والی کتاب سے بڑھ کر انبیائے سابق کے خدا کی طرف سے "مرسل" ہونے کی کوئی اور مکمل و معتبر شہادت بن نہیں سکتی تھی اگر "خاتم" کے معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے نبیوں کی تصدیق کرنے کے کیے جائیں جیسا کہ قادیانی لوگ اپنے ایک "متنبی" کے لیے بہ تکلف لے رہے ہیں تو انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ حضور کی طرف سے کسی مدعی نبوت کو کون سا تصدیق نامہ ملا ہے؟ ایسے واضح تصدیق نامے کے بغیر "خاتم النبیین" کے وہ معنی جو

قادیانی لے رہے ہیں، باطل ہو جاتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ اپنے آپ کو حضور کی اُمت میں سے ظاہر کرنا اور اپنی نبوت کو حضور کی نبوت ورسالت کا ظل و بروز قرار دینا ہی اس ''خاتم'' کی طرف سے تصدیق نامہ ہونے کے لیے کفایت کرتا ہے تو یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ تمام مسلمان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور آپ کی اُمت میں داخل ہو گئے- نبی ہیں۔ کہنے کو تو یہ قادیانی مفتری ''خاتم النبیین'' کے معنی آیندہ آنے والے یعنی حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد میں آنے والے انبیاء یا نبیین بصیغۂ جمع کا ''خاتم'' قرار دیتے ہیں، لیکن ان معنوں کا اطلاق صرف ''ایک'' مرزائے قادیانی کی نبوت کے دعوی پر کر کے خاموش ہو جاتے ہیں، اور یہ نہیں بتاتے کہ اس اُمت میں بہت زیادہ نبی کیوں مبعوث نہ ہوئے؟

کم از کم بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کی تعداد سے اُمت محمدیہ کے انبیاء کی تعداد کا بڑھ جانا لازمی امر تھا تا کہ قرآن پاک کی آیت کا وہ مفہوم جو قادیانی بتا رہے ہیں صحیح ثابت ہو جاتا۔

حضور کے ''خاتم النبیین'' یعنی نبیوں پر مہر ہونے کی حیثیت اس امر سے بھی واضح ہے کہ تمام انبیائے گزشتہ نے اس ''خاتم النبیین'' کے آنے کی خبر دی تھی، جو دین کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والا تھا، اور تمام ان انبیائے کرام اور ان کی امتوں سے حضرت باری تعالیٰ عزاسمہٗ نے یہ میثاق کر رکھا تھا کہ جب وہ ''خاتم النبیین'' آئے گا تو اس کے زمانہ کو پانے والے لوگ اس کی اطاعت کریں گے۔ اس میثاق کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے اور پرانے زمانہ کی کتب سماوی جیسی حالت میں بھی اس وقت تک موجود ہیں، اس میثاق اور ان بشارتوں کے ذکر سے خالی نہیں، جو حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس رسول کے متعلق جس پر دین خداوندی کی تکمیل ہونے والی تھی، مذکور ہوئیں اور جن کی تصدیق کے لیے ضروری تھا کہ ایک آخری پیغمبر دین الٰہی کو کامل کرنے والا اور سلسلۂ نبوت کو ختم کر دینے والا آئے تا کہ ازمنۂ گزشتہ کے انبیائے کرام کے اِرشادات پر تصدیق کی مہر لگ جائے یعنی ان کی نبوت نوع انسانی کے نزدیک مصدق ہو جائے۔ دیکھیے قرآن حکیم کیسے واضح الفاظ

میں اس میثاق کا ذکر کرتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْھَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ (ال عمران:۸۱)

''جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دیتا ہوں (تو اس شرط پر) کہ جب تمہارے پاس وہ رسول پہنچے جو اس دین کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق کرنے والا ہو تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ کہا کیا تم نے یہ اقرار کیا؟ ان سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا دیکھو! اس امر پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''

وَ ھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ ۔

''اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا برکت والی اور اس شے کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے۔'' (الانعام:۹۲)

نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ۔

''اس نے تجھ سے ٹھیک کتاب اُتاری اس کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے۔'' (آل عمران:۳)

اسی طرح ''مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ'' کی تراکیب قرآن کریم کے حق میں اکثر جگہ مذکور ہوئی ہیں اور حسب ذیل ارشاد ربانی نے لفظ ''خاتم'' کی پوری پوری تشریح کر دے۔

قولہ تعالیٰ: بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ (صٰفّٰت:۳۷)

''البتہ وہ حق لے کر آیا اور اس نے تمام رسولوں کی تصدیق کر دی۔''

یعنی تمام انبیائے گزشتہ کے خدا کی طرف سے سچے نبی ہونے کی حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی جو ''خاتم النبیین'' کے آنے اور دین الٰہی کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی خبریں دیتے رہے تھے اگر ''خاتم'' (مہر) کے معنی وہ ہوتے جو مرزائے قادیانی نے اپنے دعوائے

نبوت کے اجرائے جواز کے لیے یہ تکلف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو قرآن حکیم میں آیندہ آنے والے نبیوں کے متعلق بھی اسی صراحت کے ساتھ ذکر کا آنا ضروری تھا، جس صراحت کے ساتھ زمانہ ماسبق کے مرسلین یزدانی کا ذکر آیا ہے۔ اگر خدا کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر کوئی سر پھرا شخص یہ کہنے لگے کہ تمام وہ آیات جو قرآن پاک میں حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہیں، کسی دوسرے کی نبوت کے لیے مذکور ہوئی ہیں، تو اس قسم کے دعوے کی بناء پر اسے مفتری اور کذاب کے سوا اور کوئی خطاب نہیں دیا جاسکتا۔

اتمام نعمت

قادیانی اور ان کے پیشوا جہلاء کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے یہ کہنے کے بھی عادی ہیں کہ اس پر بڑا ظلم کسی اُمت پر اور کیا ہوسکتا ہے کہ اسے افراد سے نبی ہونے کا امکان سلب کر لیا جائے، اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء و مرسلین ہونے کے لیے ضروری ہے کہ حضور کی اُمت میں بھی بنی اسرائیل کی طرح بہت سے نبی بلکہ دوسری تمام امتوں سے بڑھ کر نبی نازل ہوں، اس سے زیادہ تلبیس حق بالباطل اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہنر کو عیب اور عیب کو ہُنر ظاہر کیا جائے۔

احمقو! پچھلی اُمتوں میں تشریعی اور غیر تشریعی نبی اس لیے نازل ہوتے تھے کہ دین ابھی کامل نہیں ہوا تھا اور ان اُمتوں اور قوموں کے لوگ بہت جلد گمراہ ہو جانے اور صحائف آسمانی کو گم کر دینے یا ان میں تحریف کر لینے کے عادی تھے، اس لیے ان کی ہدایت کے لیے نبی بھی جلد جلد بھیجنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ جب نوع انسانی میں خدا کے مکمل دین کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تو آخری نبی کے ذریعے ہدایت کا آخری پیغام بھی پہنچا دیا گیا جو سارے عالموں اور سارے زمانوں کے لیے ہے لہٰذا ایسی اُمت کو جو ''خیر الامم'' ہے۔ جس کے اخیار کا گروہ اور جس کی آسمانی کتاب قیام قیامت تک کے لیے محفوظ ہے اس میں نئے تشریعی یا غیر تشریعی نبیوں کا مبعوث ہونا کیا معنی رکھ سکتا ہے!!!

اُمت محمدیہ پر باب نبوت کا مسدود ہو جانا اس کی سعادت و افضلیت کی دلیل ہے کیوں کہ اس نے خدا کے آخری نبی کا پیغام سنا اور قبول کرلیا اور یاد رکھا، اس کے پھیلانے

کے لیے کوشاں رہی اور رہے گی۔

اُمت محمدیہ کی فضیلت اسی میں ہے کہ وہ خدا کے کامل دین کی حامل اور اس کے آخری رسول کی اُمت ہے۔ جس کا عہد پانے کے لیے بنی اسرائیل کے انبیاء آرزو کرتے رہے۔

خدا کا سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ اس نے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ہونے کی بناء پر اپنی نعمت ہم پر تمام کردی۔

ایک مغالطہ کی تصریح

تم کہو گے کہ دوسری اُمتوں کی طرح ''اُمت محمدیہ'' میں بھی غیر تشریعی نبیوں کے مبعوث ہونے کی ضرورت اسی لیے ہے کہ اُمت کے افراد کو گمراہی سے بچائیں لیکن قرآن حکیم کا دعویٰ یہ ہے کہ ختم المرسلین کے بعد اس اُمت کو کسی نئے نبی کی تعلیم و تربیت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیوں کہ قرآن حکیم نے کسی جگہ بھی کسی نئے نبی کے آنے کی خبر نہیں دی جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ اُمت تا قیام قیامت گمراہ نہیں ہوگی، اور اگر ہوگی تو کسی نئے نبی کے آنے کی بجائے نوع بشر پر وہ ''السّاعة'' آجائے گی جس کے آنے پر یہ زندگی ختم اور بالکل نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔

دین کے کامل ہونے کے معنی یہی ہیں کہ اگر اسے نوع بشر قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کی اصلاح کے لیے نبی کو بھیجنے کی بجائے وہ احکم الحاکمین اسے ''یوم الحساب'' میں لا کھڑا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے آخری پیغام میں اس آنے والی ''السـاعة'' کی خبر کامل وضاحت پوری تشریح مکمل تحکم اور پورے زور کے ساتھ جا بجا دی گئی ہے۔

خدائے بزرگ و برتر نے اس اُمت کو دین حقہ قائم رکھنے اور اس دین کی نشر و اشاعت کرنے کے لیے مزید نبی بھیجنے کا وعدہ نہیں کیا بل کہ بتا دیا ہے کہ خود مسلمانوں کو یہ کام کرنا ہوگا ملاحظہ ہو ارشاد ربانی:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔(آل عمران:۱۱۰)

''تم بہترین قوم ہو جو عام لوگوں کے لیے نکال کھڑی کی گئی (تا کہ) تم نیک

کاموں کا حکم کرو اور بُرے کاموں سے منع کیا کرو اور اللہ پر ایمان لائے رکھو۔"

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ط وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ (آل عمران:۱۰۴)

"اور تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو نیک کاموں کے لیے کہتا رہے اور بُرے کاموں سے روکتا رہے (جو لوگ ایسا کریں گے) وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

پس "امر بالمعروف" اور "نهی عن المنکر" کرنے والوں کو تم نبی کہنا چاہتے ہو تو سارے مسلمانوں کو نبی کہو، اس میں کسی مرزائے قادیانی کی تخصیص نہیں ورنہ قرآن حکیم کا یہ حکم چون و چرا کیے بغیر تسلیم کر لو کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبی آنے کی ضرورت نہیں۔

مرزائیوں کے لیے لمحۂ فکریہ

مرزائی مستفسر کو اور اس کے رفقائے مسلک کو جو غیر تشریعی نبوت کا باب وا رکھنے کے خواہش مند نظر آتے ہیں، سوچنا چاہیے کہ ان کے پیشوا نے اپنی نبوت تسلیم کرانے کے لیے تو طرح طرح کی موشگافیوں سے کام لیا اور بحث و جدال کے نئے دروازے کھول دیے لیکن یہ نہ بتایا کہ غیر تشریعی یعنی نبوت کا باب صرف اسی کے لیے کیوں کھولا جائے؟ کیا وجہ ہے کہ تیرہ سو سال پہلے کے مسلمانوں کو اس سے محروم رکھا اور سمجھا جائے۔ پھر انہیں سوچنا چاہیے کہ ان کا پیشوا تو ظلی، بروزی، امتی، نقلی، مجازی، غیر تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ہی صاحب شریعت نبی ہونے کا مدعی بھی ہے بل کہ اپنے کو مجموعہ کمالات انبیاء اور حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دینے کی جسارت بھی کرتا ہے، جس کے ثبوت میں میں ان کے پیشوا کے بعض الفاظ قسط ہفتم میں جو اس بحث کی تمہید کے طور پر لکھی گئی۔ پیش کر چکا ہوں۔ پھر وہ کس منہ سے اُمت محمدیہ پر فقط غیر تشریعی نبوت کے دروازے مسدود ہونے کے ثبوت میں نص قرآنی کے طالب ہوئے ہیں۔ اپنے پیشوا کی اس خرافات کو چھپانے کے لیے کیوں کوشاں ہیں جس کے جواز کے لیے انہیں کسی قسم کی تاویل نہیں مل سکتی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ اپنے پیشوا کے کذب و مفتری ہونے کے قائل

وشاہد ہیں لیکن اغراض اور ہٹ دھرمی کی بناء پر اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں یا اپنے پیشوا کی طرح دین کو تمسخر خیال کر کے اسے حصول دنیا کا سلسلہ بنائے بیٹھے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو کیا وجہ ہے کہ تم اپنے پیشوا کی تعلیمات کے بھان متی کے پٹارے کی ہر شئے کو صحیح سمجھ کر یہ نہیں کہتے کہ ہم مرزائے قادیانی کو تمام انبیاء سے افضل ختم المرسلین اور صاحب شریعت نبی خیال کرتے ہیں۔ اگر تمہارا دین یہ ہے تو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تم مسلمان نہیں کیوں کہ دین اسلام وہی دین کامل ہے جو نوع بشر کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور جس کے احکام قرآن پاک میں موجود ہیں اور جس کے اُصول اساسی کی مختصری تشریح میں اسی سلسلہ مضامین کی ابتدائی اقساط میں کر چکا ہوں۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۔

رسول مکتفی اور دین کامل

اب میں ان مرزائیوں سے جو چالاک اور عیار قادیانی گروہ کی تاویلات کے گورکھ دھندے میں اپنی کم علمی اور کوتاہ نظری کے باعث گرفتار ہیں، مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ ''راہ ہدیٰ'' کی طرف آ ؤ اور اسی ''صراط مستقیم'' پر چلو جو خدا نے نوع انسانی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے دکھایا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیں کسی قسم کے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی، اور قرآن کے بعد کوئی کلام ربانی نہیں ہو سکتا جو کسی بندے پر خدا کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کے لیے اُتارا گیا ہو۔ اگر کسی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کی صداقت میں کلام ہو تو وہ علاحدہ سوال ہے۔ جس کے متعلق اس کی تسکین کے سامان مہیا کیے جا سکتے ہیں۔ سر دست میں ان مرزائیوں سے مخاطب ہوں جو قادیانیت کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اسلام سمجھ کر اس کے دام تزویر میں گرفتار ہیں۔ حضرت باری تعالیٰ عزاسمہٗ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے لیے ساری نوع بشر کے لیے رسول مکتفی ہونے کی سند دیتا ہے، اور فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

''اور ہم نے تجھے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو بشیر و نذیر ہونے کی حیثیت میں

الناس یعنی تمام نوع بشر کے لیے مکتفی ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔" (سبا:۲۸)

نیز فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ۔

"اے نوع بشر میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔" (الاعراف:۱۵۸)

اسی طرح:

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔

"تو ڈرانے والا اور تمام اقوام کو ہدایت کا پیام دینے والا ہے۔" (الرعد:۷)

لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۔

"تمام جہانوں کے لیے نذیر۔" (الفرقان:۱)

اور

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

"تمام جہانوں کے لیے رحمت"۔(الانبیاء:۱۰۷)

۔کہہ کر قصہ ختم کر دیا گیا کہ نوع بشر کے لیے رسول مکتفی آ گیا۔

پھر اے قادیانیو! اس بشیر و نذیر کو چھوڑ کر تم کسی دوسرے کو اپنے لیے بشیر و نذیر کس طرح تسلیم کر سکتے ہو، جب کہ خدا ساری نوع بشر کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکتفی قرار دے چکا ہے۔ اس خدائے جبّار کی باز پُرس سے ڈرو، جس نے اپنی شان حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہوئے بتا دیا ہے کہ دین وہی ہے جو اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے مل چکا، اور یہی دین تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی:

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۔

"وہ جس نے اپنا رسول ہدیٰ دے کر اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ یہ دین حق تمام ادیان پر غالب آ جائے خواہ مشرکوں کو یہ بات بُری ہی کیوں لگے۔" (التوبہ:۳۳)

اختتام سلسلۂ نبوت کی برکات

تکمیل دین، اتمام نعمت اور ختم نبوت کے متعلق صریح احکام وبیّن شواہد آ جانے کے باوجود جن سے کسی کو مجال انکار نہیں ہوسکتی، یہ حال ہے کہ ذرّیات ابلیس نے دین اسلام میں رخنہ اندازی کے لیے نبوت ورسالت کے بیسیوں جھوٹے مدعی کھڑے کر دیے، جن میں مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزائے دجال تک کئی لوگ شامل ہیں اگر کہیں اُمت محمدیہ پر بنی اسرائیل یا دوسری اقوام کی طرح نبوت کا باب کھلا ہوتا یعنی دین کی تکمیل معرض عمل میں نہ آئی ہوتی اور انبیاء کی بعثت ہونے کی ضرورت باقی رہتی تو مسلمانوں کی ہر بستی میں کروڑوں جھوٹے نبی پیدا ہونے لگتے اور عموم ملت کے لیے جھوٹے اور سچے کی پہچان میں اتنی مشکلات پیش آتیں کہ کسی کو اپنے راستے کی درستی کے متعلق اطمینان قلب کی نعمت حاصل نہ ہوسکتی۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کے اکثر اَدوار میں نبوت کے متعلق یہی انارکی (anarchy) پیدا ہوئی جس کا ثبوت بنی اسرائیل کی کتابوں میں جا بجا ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی اُمت محمدیہ پر ''ختم نبوت'' و ''تکمیل دین'' کا ہو جانا خدا کی ایسی دَین ہے جسے وہ خود ''اتمام نعمت'' کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اسی کی بدولت دین اسلام خدا کا آخری دین ٹھہرا، اور اس کی ایسی جامع و پائیدار حیثیت قرار پائی جو ہر طرح کی مکانی اور زمانی قیود سے آزاد ہے، اور صرف کرۂ ارض کے ساکنین پر نہیں بل کہ دیگر اجرام سماوی کے باشعور مخلوق پر بھی اس کے احکام محیط ہیں، اس اتمام نعمت کی بدولت اُمت محمدیہ پر لامحدود مادی، روحانی، دماغی، نفسیاتی اور اشراقی ترقیات کے دروازے کھل گئے، اور نوع انسانی کو اپنے پروردگار کی طرف سے کائنات اور اس کی ساری موجودات کو مسخر کرنے اور اللہ کی موجود کی ہوئی تمام حاضرہ آیندہ نعمتوں سے جائز تمتع حاصل کرنے کا پروانہ مل گیا۔ تکمیل دین کے ساتھ ہی نوع انسانی پر شعور کا زمانہ شروع ہوگیا۔ اس کے زاویۂ نگاہ میں خدا کے آخری پیغام نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی، اور اُمت محمدیہ کو بتا دیا گیا کہ کائنات کی تمام اچھائیاں اور خوبیاں اس کے لیے ہیں جنہیں وہ ایمان اور تقویٰ میں ترقی کرنے کی شرط کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں۔ نوع انسانی کی تاریخ اس عظیم الشان انقلاب پر شاہد عادل ہے، جو دین اسلام کی بعثت کے

باعث اس کی زندگی میں رونما ہوا۔ ارشاد نبوی: **خیر القرون قرنی و خیر الامم امتی** - میں اسی حقیقت حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

تکمیل دین کی ایک مثال

تکمیل دین، اتمام نعمت اور وظیفۂ نبوت کی اپنی معراج کمال تک پہنچنے کی مثال خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (**بابی ھو و امی**) نے ارشاد فرما کر مسلمانوں کو کسی نبی کے انتظار کی زحمت سے آزاد کر دیا ہے۔ ارشاد ہوا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبل کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الاموضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیّین۔ (صحیح بخاری، باب خاتم النبیین)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری اور انبیائے گزشتہ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک عمدہ اور خوبصورت گھر بنایا مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ پس لوگ اس گھر کے گرد پھرنے لگے اور تعجب کرنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ فرمایا کہ میں وہ اینٹ ہوں اور نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔“

ظاہر ہے کہ قصر نبوت کے اس طرح پایۂ تکمیل کو پہنچ کر نوع انسانی کے لیے ہدایت و رُشد کا منارِ ضیا بننے کے بعد اس امر کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ اس پر مزید اضافہ کیا جائے۔ دوسری اُمتوں کے لیے مرسلین یزدانی مبعوث ہوتے رہے، لیکن کسی اُمت کو یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی کہ خدا کے دین کو اپنی مکمل صورت میں پا سکے۔ اُمت محمدیہ پر اللہ کی اس نعمت کا اتمام ہو گیا اور وہ ”**خیر الامم**“ اور ”**شاھد علی الناس**“ قرار پائی، اور اسے بتا دیا گیا کہ اس کی زندگی کا مقصد ساری نوع بشر کو اسی دین کامل کا حلقہ بگوش بنانا ہے، جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے مل چکا۔

اس ظاہر و باہر حقیقت کو تو نہایت موٹی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ نوع بشر کی

نجات اس وقت تک کے لیے ممکن نہیں ہو سکتی جب اس کے سلیم الفطرت طبائع کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا اُصول موجود نہ ہو، اور یہ اُصول ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے سوا اور کوئی ہو نہیں سکتا اگر نوع بشر کو ایک مرکز پر لانے کا وظیفہ ''محمد رسول اللہ'' کے سوا کسی اور شخص کے لیے مقدر ہوتا تو قرآن پاک تکمیل دین اور اتمام نعمت کا دعویٰ کبھی نہ کرتا جو شخص مرد مسلم و فرد مومن ہو کر قرآن پاک کے اس دعویٰ کو برحق سمجھتا ہے اس کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو سکتا ہے چہ جائے کہ کسی اور کو افضل الانبیاء، جامع کمالاتِ انبیاء اور خاتم الانبیاء سمجھا جائے۔ اس قسم کے دعوے کرنے والا شخص ملحد اور خدا کا منکر ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ اللہ کے قائم کیے ہوئے شعائر کی تذلیل و تضحیک کرنے کی جسارت کا مرتکب ہو رہا ہے، اور جان بوجھ کر دین اسلام کے مسلمات سے استہزاء کر رہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں سے بچنے کے لیے ہمارے آقا و مولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتا دیا کہ بہت سے مفتری پیدا ہوں گے جو نبوت و رسالت کا دعویٰ کریں گے لیکن ان سب کو دجال اور فریب کار سمجھنا اور ان کے دام تزویر سے بچنا کیوں کہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، یعنی وظیفۂ نبوت کا اجرا نہیں کرے گا کیونکہ یہ وظیفہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے میں نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ارشاد نبوی ہے:

''لا تقوم الساعة حتیٰ یخرج کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا ختم النبیین لا نبی بعدی ''۔(رواه طبرانی، عن نعیم ابن مسعود و رواه مسلم من ثوبان)

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تیس (۳۰) کذاب نہ نکل لیں جو سب یہی گمان کریں گے کہ وہ نبی ہیں حالاں کہ میں ''خاتم النبیین'' ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

مرزائے قادیانی کا دعویٰ

قرآن پاک کی ان تصریحات جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور حضور سرور کائنات صلی

اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے بعد نبوت کا باب وا ثابت کرنے والوں کی ضلالت و گمراہی کے متعلق کسی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بطلان کے لیے اس کی عجیب وغریب زندگی، اس کے اخلاق واطوار اور اس کی عادات وخصائل کو زیرِ بحث لانے کی ضرورت نہیں جن میں سے ایک ایک چیز اس کی تکذیب کررہی ہے۔ مرزائے قادیانی نے اپنی نبوت کا واضح نشان دکھانے کے لیے اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی محمدی بیگم کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کے لیے جو سرتوڑ اور خلاف آداب معاشرت کوششیں کی ہیں وہ نہ مجھ سے مخفی ہیں، نہ قادیانی ان پر پردہ ڈال سکتے ہیں۔ اس لڑکی کے حصول کے لیے مرزائے موصوف نے اپنے بیٹے کو اس بنا پر عاق کردیا کہ اس نے اپنی بے قصور بیوی کو جو محمدی بیگم کے قرابت داروں میں سے تھی، طلاق کیوں نہیں دی۔ اپنے لڑکے اور اپنی بہو کی ازدواجی زندگی کو اپنی خواہش پر بلاوجہ اور بلاقصور قربان کر دینے کا اقدام جس اخلاق کے شخص سے ہوسکتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اگر قادیانی حضرات اس دل چسپ داستان کو ازسرنو سننے کے متمنی ہوئے تو انہیں اپنے ''پیغمبر'' کی یہ کہانی خود اس کی زبانی'' سنادی جائے گی۔ کیا اسی معیار شرافت کا اِظہار کرنے والے شخص کے دعویٰ کے لیے قادیانی حضرات کو تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کا باب وا کرنے کی ضرورت لاحق ہورہی ہے، اگر صحت عقائد وسلامتی ایمان کی ذرّہ بھر پروا بھی ہے تو اے مرزائیو! تمہیں اپنی عاقبت کی فکر کرلینی چاہیے، اور اگر ہٹ دھرمی کے ساتھ تمہیں اپنی ضلالت وگمراہی پر قائم رہنا ہے تو تم جانو اور خدائے جبار وقہار کی وہ ڈھیل جو تم جیسے لوگوں کی رسّی دراز ہونے کے لیے وہ دے دیا کرتا ہے۔ قاتلهم الله فانی یوفکون (ان پر خدا کی مار، یہ کہاں بھٹکے جارہے ہیں)

قرآن پاک کی ایک آیت کا مفہوم

۴۔ قادیانی مستفسر کا چوتھا سوال حسب ذیل ہے:

آیت شریفہ: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (الحاقۃ:۴۴) جو بہ طور دلیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو ''شاعر'' اور ''کاہن'' کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بطور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں اگر بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لیے کس طرح وجہ تسکین ہو سکتی ہے۔ **جاء الاحتمال بطل الاستدلال** کو مدنظر رکھ کر جواب دیں۔

مستفسر نے اپنے سوال میں جس آیت شریفہ کا حوالہ دیا ہے اس کے سیاق وسباق کو پیش نظر رکھنے کے بعد صاف طور پر یہ حقیقت مترشح ہو جاتی ہے کہ حضرت باری تعالیٰ جل شانہ، نے یہ آیت منکرین رسالت ومعترضین کلام الٰہی کے سامنے بہ طور استدلال نازل نہیں فرمائیں، اور نہ ان میں کسی قسم کا قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے، بل کہ صرف ان مشلکین کی تسلی کے لیے آئی ہے، جو حضور کی رسالت کو برحق جاننے کے باوجود اس شبہ میں گرفتار تھے کہ شاید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے کلام میں بعض اپنی باتیں بھی شامل کر دیتے ہوں۔ لفظ ''**بعض الاقاویل**'' (بعض باتیں) اس پر شاہد ودال ہے۔ اس امر کو جاننے کے لیے ان آیات میں نہ تو کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے اور نہ ان سے کسی قسم کا استدلال مقصود ہے۔ سورۂ الحاقہ کے آخری رکوع پر جن میں یہ آیات مذکور ہیں، ایک نظر ڈال لینا ضروری ہے تا کہ سیاق وسباق پر غور کرنے کے بعد اس تحریف مطلب کی قلعی کھل جائے، جس کے مرتکب قادیانی ماوّل اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہو رہے ہیں۔ **قال اللہ تعالیٰ عزاسمہ**:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ○ وَمَالَا تُبْصِرُوْنَ ○ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ○ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ○ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ○ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ○

''تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے، بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں۔ کتنا کم یقین رکھتے ہو اور نہ کسی کاہن کی بات، کتنا کم دھیان کرتے ہو۔ اس نے اُتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا، اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے ہیں اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے اور بے شک وہ یقینی حق ہے تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی پاکی بولو۔'' (الحآقة: ۳۸ تا ۵۲)

استشہاد کا حقیقی مرجع

ظاہر ہے کہ اس رکوع میں قرآن پاک کے تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ہونے پر استشہاد و استدلال کے طور پر وہ چیز پیش نہیں کی گئی جو قادیانی مستفسر نے بیان کی ہے، بل کہ اُصول کلام ربانی کے مطابق خدائے پاک نے ''بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ'' (جسے تم دیکھ رہے ہو اور جسے تم نہیں دیکھتے) یعنی ساری کائنات اور اس کے مخفی عوامل کی طرف انسانوں کو توجہ دلائی ہے اور ایمان داری کے ساتھ ان پر غور کرنے کا حکم دیا ہے جس کے بعد اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور خدائی کلام میں بعض من گھڑت باتیں اپنی طرف سے شامل کرنے اور اس کے نتیجہ میں سزا پانے کے متعلق جو کچھ مذکور ہوا ہے۔ وہ خاص حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے متعلق ہے۔ سباق کی عبارت پر غور کرنے کے بعد جب معترض قرآن کے خدائی کلام ہونے کا قائل ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے بعض اقاویل کلام ربانی میں شامل نہیں کرتے تو اسے بتا دیا جاتا ہے کہ اگر رسول کریم جو شروع ہی سے ''صادق الامین'' چلے آرہے ہیں ایسی جسارت کے مرتکب ہوتے تو خدا انہیں سخت سزا

دیتا۔اس آیت سے کسی طرح یہ معنی نہیں نکالے جاسکتے کہ اس میں تمام رسولوں کے متعلق سنت الٰہی بیان کی گئی ہے، اور خدا پر یکسر افتراء باندھنے والوں کی سزا کے لیے کوئی قائدہ کلیہ بیان کر دیا گیا ہے۔

واقعات کی شہادت بیّن

اپنے پیرومرشد کی خرافات کو اس آیت کے تحریف کردہ معانی کے بل پر خدائی الہام ثابت کرنے کے لیے مضطرب ہونے والے مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس بات کو وہ اپنے محرف معانی کے بل پر ''سنت الٰہی'' قرار دے رہے ہیں- واقعات اس کی تغلیط کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں بے شمار جھوٹے نبی پیدا ہوئے جنہوں نے باب نبوت کے وا ہونے کی رخصت سے فائدہ اُٹھا کر مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرنے کی کوشش کی، اور خدائے بزرگ و برتر نے ایسے مفتریوں کی رسّی دراز کی اور انہیں ڈھیل دی۔ قادیانی مستفسر کو ایسے جھوٹے نبیوں کے حالات معلوم کرنے کا شوق ہو تو کتاب مقدس کا پرانا عہد نامہ پڑھ لے، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ خدا کے بعض سچے نبی ابتلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتے رہے حتیٰ کہ بعض شہید بھی کر دیے گئے اور اللہ پر افترا باندھنے والوں نے بادشاہوں کے مقرب بن کر زندگی گزاری، بنی اسرائیل کا قصہ جانے دیجیے، خود امت محمدیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اللہ پر افتراء باندھنے والے متنبّی پیدا ہوئے لیکن بطش ایزدی نے انہیں قادیانی نظریہ کے مطابق سخت پکڑ کرنے کی بجائے اپنی سنت جاریہ کے مطابق مہلت دی جن میں بعض کے نام حسب ذیل ہیں:

۱...... محمد ابن تومرت ساکن جبل سوس۔ جس نے برابر ۲۴ سال اپنی جھوٹی نبوت و مہدویت کا چکر چلایا۔ (فتوحات اسلامیہ بحوالہ تاریخ کامل)

۲،۳...... طریف ابوصبیح و صالح بن طریف جن میں موخر الذکر نئی کتاب کے نزول کا مدعی تھا۔ جس کی چند سورتوں کے نام: الدیک، الحمر، الفیل، آدم، نوح، ہاروت و ماروت، ابلیس، غرائب الدنیا وغیرہ تھے۔ اُنہوں نے سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ان کے بعد پشتوں تک ان کے خاندان کی سلطنت قائم رہی۔ (ابن

خلدون)

پس ثابت ہو گیا کہ: وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ O لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ O ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ O- میں ذات باری تعالیٰ نے معترضین نبوت کو قائل کرنے کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ بیان نہیں فرمایا بل کہ متشککین کا شک دُور کرنے کے لیے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر اپنی طرف سے شہادت بیان کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ قرآن پاک کو کلام ربانی تسلیم نہیں کرتے ان سے یہ کہنا کہ اگر پیغمبر نے بعض باتیں اپنی طرف سے بنالیں تو ہم اس سے یہ سلوک کریں گے، ان کی تسلی کا موجب نہیں ہوسکتا۔ یہ ارشاد ربانی انہی لوگوں کو تسلی دے سکتا ہے جو حضور پر نزول وحی کے قائل تو تھے لیکن اس میں ملاوٹ کیے جانے کا شبہ کرتے تھے۔

مرزائیوں سے خطاب

"يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ" کے جرم کے مرتکب ہونے والے مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ انہیں اپنے پیشوا کے باطل دعاوی کو برحق ثابت کرنے کی کوششوں میں کیسی کیسی تاویلیں کرنے اور کیسے کیسے مسائل گھڑنے کی ضرورت محسوس ہورہی ہے، اور یہی وہ دجل و تلبیس ہے جس کے دام میں وہ بعض سادہ لوح اشخاص کو پھنسا لیتے ہیں اور قرآن پاک کی آیات کے غلط معنی کر کے ان کے اصلی مطلب کو توڑ مروڑ کر اور انہیں اپنے صحیح محل استعمال سے ہٹا کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ دین اسلام کو سمجھنے اور حاصل کرنے کی صورتیں نہیں، بل کہ طرح طرح کی مفسدہ پردازیوں کے دروازے کھول کر اس کی تخریب کے درپے ہونے کی باتیں ہیں۔ اسے اپنی ہوا و ہوس کے مطابق بنانے کی کوششیں ہیں۔

میں اس سلسلہ مضمون کی گزشتہ اقساط میں قادیانی متنبّی کی تعلیم اور اس کے اقوال کو اسلام کی تعلیم اور قرآن پاک کے نصائص کے مقابل رکھ کر دکھا چکا ہوں کہ قادیانیت اسلام کے "اصول الاصول" کی کسوٹی پر پوری نہیں اُترتی۔ اس کے پیشوا نے توحید ذات باری تعالیٰ عزاسمہٗ کے اسلامی تصور کو مسخ کر کے عیسائیوں اور آریوں کی طرح خدائے تعالیٰ کے متعلق مغشوش اور غلط تصور کو پیش کیا۔ نبوت و رسالت کے اسلامی عقیدہ کو پس پشت ڈال کر

اس سے استہزا بل کہ اس کی توہین کا مرتکب ہوا۔ جہاد کے احکام پر جو قرآن پاک میں کامل تصریح کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں، خط تنسیخ کھینچنے کی کوشش کی، حج باطل کر دیا، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور دیگر شعائر اللہ کی تحقیر کا مرتکب ہوا۔ پھر میں ایک قادیانی مستفسر کے جواب میں اس امر کی تصریح بھی کر چکا ہوں کہ قرآن پاک کے معارف سمجھنے کے لیے دُور از کار تاویلیں کرنا جسے شرعی اصطلاح میں ''تفسیر بالرائے'' کہتے ہیں، اسلام سیکھنے کا طریق نہیں بل کہ اس سے دُور بھاگنے کے کرتوت ہیں، اور نصائص قرآنی پیش کر کے اتمام حجت پیش کر چکا ہوں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بعد قیامت تک ہر قسم کی نبوت و رسالت کے دعاوی باطل ہیں۔ صحبت امروز میں قادیانی مستفسر کے کھائے ہوئے اِس فریب کی قلعی بھی کھول دی گئی جس میں عیار مرزائیوں نے اسے اور اس جیسے دوسرے قادیانیوں کو سورۂ الحاقہ کے آخری رکوع کے غلط معانی بتا کر مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود اگر حق کی روشنی ان کے قلوب میں سرایت نہیں کرتی تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ط وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ O (البقرۃ:۷)

''اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے اور ان کے لیے عذاب عظیم تیار ہے۔''

قادیانیوں کو واضح ہو کہ وہ ''خَتَمَ اللّٰہُ'' کے معنی ہی سے لفظ ''خاتم'' کے معنی کا استنباط کر سکتے ہیں اور جان سکتے ہیں کہ جس چیز پر اللہ اپنی مہر کر دیتا ہے وہ پھر وا نہیں ہوا کرتی۔

اقساط مابعد میں مَیں ان فریبوں کی رداء چاک کروں گا، جو مرزائے قادیانی نے اپنی مہدویت اور مسیحیت منوانے کے لیے سادہ لوح مرزائیوں کے لیے تیار کر رکھی ہے، اور جس کے دجالی تار و پود کے نیچے مرزائی حضرات سر چھپا کر یہ سمجھ لینے کے عادی ہیں کہ وہ بڑے ہی محفوظ مامن میں بیٹھے ہیں۔ متذکرہ صدر تصریحات کے بعد ان مباحث میں پڑنے کی ضرورت تو نہ تھی بعض مرزائیوں نے ان کے متعلق استفسارات کیے ہیں لہٰذا لگے ہاتھوں اُن کی توضیح کر دینا بھی ضروری ہے۔

قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ حق کی بینات کے مقابلہ میں تاویلات لاطائل کی تدلیس کے سوا اور کوئی وزنی شے پیش نہیں کر سکتے:

وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ○(البقرة:۷۸)

''اور ان میں کچھ جاہل لوگ بھی ہیں جو کتاب کو اپنی ہوا و ہوس کا ذریعہ سمجھنے کے سوا اور کچھ اہمیت نہیں دیتے، یہی لوگ ہیں جو محض گمان پر چلتے ہیں۔ پس ان لوگوں پر افسوس جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں۔ پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے معاوضہ میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں، پس ان پر افسوس اس کے باعث جو وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور اس کے لیے بھی افسوس جو وہ (اس کے معاوضہ میں) کمائی کرتے ہیں۔

☆

عرض حال

جن لوگوں کوروزانہ اخبارات کے کاروبار سے ذرّہ بھر بھی واقفیت ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک روزنامہ نویس کی مصروفیات کس قدر بڑھی ہوئی اور اس کے اوقات کس طرح بٹے ہوئے ہوتے ہیں لہٰذا اگر محولہ بالاعنوان (''قادیانیت کے کاسئہ سر پر اسلام کا البرز شکن گرز'') کے سلسلہ مضامین کی اقساط کی اشاعت کچھ عرصہ کے لیے معرضِ تعویق اور محل التوا میں پڑی رہی تو راقم الحروف کے مشاغل کی اس بھرمار کو سبب قرار دینے میں قارئین کرام سراسر حق بجانب ہیں جن سے ایک روزنامہ نویس کی زندگی کو ہر وقت دوچار رہنا پڑتا ہے لیکن قادیانیوں نے اس التواء کو اپنے متنبّی کی کرامت کہنا شروع کر دیا کہ قادیانیت کے کاسئہ سر پر اسلام کا البرز شکن گرز چلانے والے مدیر و سردبیر کے ہاتھ شل ہو گئے، اس کے دماغ کی ساری قوتیں سلب کر لی گئیں، اس کا گُرز پاش پاش ہو گیا، اور وہ سر پکڑ کر بیٹھنے پر مجبور ہو رہا ہے۔

راقم الحروف قادیان کے اخبار ''الفضل'' کی اس قسم کی تعریضات کو متبسم ہو کر ایک گونہ خوش مزگی کے ساتھ پڑھتا رہا اور ان اثرات کے نتائج کا منتظر رہا جو ان تمہیدی مضامین کی اشاعت سے اطراف واکناف مملکت میں پیدا ہو رہے تھے۔ یہ امر میری انتہائی خوشی، دل جمعی اور حوصلہ افزائی کا موجب ہے کہ میرے قلم سے نکلے ہوئے ان مضامین نے جہاں قادیانیت کی دنیا میں ایک تہلکہ عظیم برپا کر دیا وہاں مسلمانوں کے ہر طبقہ نے اسے انتہائی پسندیدگی اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا۔ شعر

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ''اسلام کا البرز شکن گرز'' بفضل ایزدی و فیض سرمدی ان کے دجل وزور کی ایسی سرکوبی کر کے چھوڑے گا کہ پھر اسے سر اُٹھانے کی سکت ہی نہ رہے گی، اور ان کی تلبیس حق بالباطل کے پردے اس طرح چاک کر دیے جائیں گے کہ دیکھنے والی آنکھیں پھر دھوکہ نہیں کھائیں گی اور دین حقہ اسلام میں رخنہ اندازیوں کا وہ طلسم جو قادیانی متنبّی اور اس کے متبعین نے عامۃ المسلمین کی علم دین سے بے خبری سے فائدہ اُٹھا کر مسیحی حکومت کے ایما اور عیسائی کلیساؤں سے عقد کر کے شروع کر دیا تھا۔ یکسر ٹوٹ کر رہے گا۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اب میں قادیانی مستفسرین کے ان سوالات کو لیتا ہوں جو اُنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی، ان کے ''رفع الی السماء'' اور ''نزول الی الارض'' وغیرہ کے متعلق کیے ہیں۔ ان سوالات میں ''الفضل'' قادیان کے وہ سوالات بھی شامل ہیں جو اس نے ''دہتلیثی مسیحیت'' کی نمائندگی کرتے ہوئے اس خاکسار سے کیے ہیں، اور جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قادیانی متنبّی کی اس خرافات کے لیے جواز کا پہلو پیدا کر کے دکھایا جائے، جو اس نے حضرت عیسی ابن مریم علیہما السلام کے متعلق ملحدانہ دریدہ دہنی سے کام لے کر اپنی تصنیفات میں متعدد مقامات پر کی ہے۔ قادیانی مستفسرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے تمام سوالات کا جواب تذکار ذیل میں اپنے اپنے موقع پر آجائے گا، اور حسب موقع ان کے سوالوں کا ذکر بھی کر دیا جائے گا۔

مرزا کے دعاوی کی بنیاد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی، وفات یا رفع الی السماء، نزول وغیرہ کے مباحث سے جن پر یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں، قادیانیوں میں کئی قسم کے جھگڑے رونما ہو چکے ہیں، اور ان مذاہب کے پیروؤں کے مختلف فرقوں کے مابین کئی قسم کے اختلافی

خیالات موجود ہیں۔ سر دست قطع نظر کر کے ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی اساس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس پر اس نے اپنے مذہب کی عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کی، اور جس کے جواز کے لیے اسے دلیل و برہان کے میدان میں قدم قدم پر ٹھوکر کھا کر بے شمار قلابازیاں کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ قیامت کے نزدیک جس مسیح کے آنے کی خبر مختلف کتب سماوی اور احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں دی گئی ہے، وہ میں ہوں اور میرے سوا ان پیش گوئیوں کے مورد کا مستحق اور کوئی نہیں۔ از بس کہ کسی دوسری شخصیت کی جگہ دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا آسان کام نہ تھا۔ لہٰذا اسے اپنے دعویٰ کی بنیاد انتہاء درجہ کے بودے اور لچر استدلال پر رکھنی پڑی، اور وہ مجبور ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ قرار دے کر ان کے نزول یا ظہور کے امکانات کو مسدود ثابت کر دے تاکہ اخبار کی روشنی میں لوگوں کو کسی دوسرے مسیح کی جستجو پیدا ہو تو وہ طرح طرح کے حیلوں سے کام لے کر اپنی مسیحیت کا اقرار لینے کے درپے ہو جائے، مشکل یہ تھی کہ اخبار مذکورہ میں صاف طور پر اسی عیسیٰ ابن مریم کے آنے کی خبر دی گئی تھی، جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت سے کوئی چھ سو سال پہلے ملک شام کے یہودیوں کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے تھے، اور جن کی اُلوہیت کے افسانے تراش تراش کر عیسائیوں نے خدائی دین کی صورت کو مسخ کر دیا تھا۔ اس مشکل کے ارتفاع کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو طرح طرح کی حیلہ جوئیوں سے کام لینا پڑا جن کی ایک مثال میں کسی سابقہ قسط میں بر سبیل تذکرہ بیان کر چکا ہوں، اور جسے دوبارہ یہاں اس لیے نقل کرتا ہوں کہ قارئین کو یاد آ جائے کہ مرزائے موصوف نے ''ابن مریم'' کہلانے کے لیے کیسی کیسی بیہودہ دلیلوں سے کام لیا، اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ اس کے پیرو اسی قسم کے استدلال کو جس کی لغویت اظہر من الشّمس ہے۔ دلیل آسمانی سمجھتے اور قبول کر لیتے ہیں، مرزا غلام احمد نے لکھا:

۱۔ ''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرا دیا گیا، اور آخری کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ

الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا‘‘۔ (کشتی نوح صفحہ ۴۷، خزائن جلد ۱۹، ص: ۵۰)

۲۔ ’’اس بارے میں قرآن کریم میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لیے بطور پیش گوئی کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگئی، اور سب ظاہر ہے کہ اس امت میں کسی نے بجز میرے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے ’’مریم‘‘ رکھا، اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے، اور خدا کا کلام باطل نہیں۔ ضرور ہے کہ اس اُمت میں کوئی اس کا مصداق ہو، اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دُنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی مصداق نہیں، پس یہ پیش گوئی (سورۂ تحریم) میں خاص میرے لیے ہے اور وہ آیت یہ ہے: و مریم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا۔‘‘ (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۳۷، خزائن جلد ۲۲، ص: ۳۵۰)

مرزائے قادیانی کی متذکرہ صدر تحریر زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کو گوئندہ حضرت عیسیٰ ابن مریم بنت عمران کی آمد کا قائل ہونے کے ساتھ ہی خود مسیح موعود کہلانے کا شائق ہے، اور اس شوق میں وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکتا کہ جو الفاظ اس کے منہ سے نکل رہے ہیں ان کی حیثیت فہم عامہ اور عقل سلیم کی روشنی میں کیا ہے؟ پس جس شخص کو ’’مسیح موعود‘‘ کہلانے کا شوق ’’مریم‘‘ یا ’’مثیل مریم‘‘ بن کر استعارہ کے رنگ میں خدا کی روح سے حاملہ ہونے اور پھر اس عمل کے نتیجہ کے طور پر خود ہی پیدا ہو کر ’’عیسیٰ‘‘ یا مسیح کہلانے کی لچر اور پوچ بات کہنے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اس کے لیے اپنی مسیحیت کا ڈھول پیٹنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور قبر وغیرہ کے افسانے تراشنے اور کئی قسم کے اشتباہات پیدا کر کے اپنے دعویٰ کے لیے راستہ صاف کرنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے!!!

لطف یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مریم بننے حاملہ ہونے اور اپنے استعاراتی شکم سے خود پیدا ہو کر مثیل عیسیٰ بننے پر اپنے دعویٰ کے سوا اور کوئی شہادت پیش

نہیں کی بل کہ صرف یہ کہہ دیا کہ اُمت محمدیہ میں ''مثیل مریم'' بننے کا دعویٰ میرے سوا کسی نے نہیں کیا لہٰذا میں نے حاملہ ہو کر خود اپنے آپ کو جنا اور عیسیٰ بن گیا۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

اگر اس قسم کی دُور از کار تاویلات گھڑنے کی بجائے جو ماؤف کیفیت ذہنی و ساخت دماغی کا پتہ دے رہی ہیں مرزا غلام احمد قادیانی یہ کہہ دیتے کہ قریۂ شام کے جس مینار پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی وہ مینار میری ذات ہے، اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح آسمان چہارم سے اُتر کر حلول کر چکی ہے تو متذکرہ صدر تاویل کی بہ نسبت اکثر لوگوں کو زود تر فریب میں مبتلا کر سکتے لیکن وہ جو کہا جاتا ہے کہ عیب کرنے کے لیے ہنر چاہیے، اس متنبّی کی ذات ہنر سے یکسر خالی تھی......!!!

ختم نبوت اور نزول مسیح

ان تمہیدی اشارات کے قلم بند کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قارئین پر اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، حیات، ممات، رفع الی السماء، نزول وظہور وغیرہ کے متعلق جتنے سوالات تثلیثی مسیحیوں کے ساتھ مل کر پیدا کر رکھے ہیں اور جو ناواقف اور کم آگاہ اشخاص کے دماغوں میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرنے کا موجب بن جاتے ہیں ان سب کی علت اس ناشہ زنی خواہش میں مضمر ہے کہ کسی طرح مرزائے قادیانی کی مسیحیت کا ڈھونگ کھڑا کیا جائے اقساط مابعد میں ان تمام سوالات کا تجزیہ کر دیا جائے گا جو اس سلسلہ میں لوگوں کو فریب دینے کے لیے خواہ مخواہ گھڑے گئے ہیں اور دکھا دیا جائے گا، ایک ایسے مسیح کو جس کا عقائد اسلامی کی اساس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، خواہ مخواہ کی اہمیت دے کر امت محمدیہ میں طرح طرح کے فتن کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو مبدٔ فیاض سے یہ سرمدی تعلیم مل چکی ہے کہ دین الٰہی اپنی مکمل صورت میں انہیں مل چکا جو تا قیام قیامت زندہ وقائم رہے گا۔ خدا کا کوئی فرستادہ اس دین میں اِضافہ کرنے کے لیے نہیں آئے گا، نوع انسانی کو اس مکمل دین تک پہنچانے کے لیے جتنے پیغمبر مبعوث ہونے تھے، ہو چکے، اور ہر

ایک نبی نے مخلوق خداوندی کو من حیث دین پہلے کی بہ نسبت آگے لے جانے کی خدمت ادا کی۔اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر کسی نئے نبی پر ایمان لانے کی ضرورت کے تمام دروازے مسدود ہو گئے۔لہٰذا حضرت عیسیٰ کے نزول، احیا، ظہور کی صورت میں اگر اسے ضروری سمجھ لیا جائے۔اسلام کے دین کامل کے پیروؤں کے معتقداتِ اساسی پر کوئی زد نہیں پڑتی، اور انہیں مسلمان ہونے کے لیے اس امر کا تسلیم کرنا یا نہ کرنا ضروری نہیں ہے کہ نبوت ورسالت کے کسی نئے دعویٰ دار کو کذاب سمجھیں کیوں کہ اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔خدا کے اسی جلیل القدر پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم کا قیامت کے نزدیک اس دُنیا میں تشریف لانا اس لیے نہیں مانا جا رہا ہے کہ وہ دین اسلام کے کسی نقص کو پورا کرنے کے لیے از سر نو مبعوث ہوں گے کیوں کہ دین اسلام تو دین کامل ہے بل کہ ان کی متوقع آمد وتشریف آوری کی غرض وغایت بالکل دوسری ہے جسے میں اپنے موقع پر بالتصریح بیان کروں گا۔اس موقع پر صرف اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ جس ''کُل'' کو نوع انسانی کی طرف پہنچانے کے لیے انبیائے کرام مبعوث ہوتے رہے اور اس ''کل'' کی تکمیل کے لیے سابقہ طے شدہ کام پر اضافہ کرتے رہے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا سہرا صرف ایک ہی ذات قدسی کے لیے مختص تھا جب اس وجود قدسی کا ظہور ہو گیا تو اس کے عہد میں کسی سابقہ پیغمبر کا موجود ہونا اس کے ''خاتم النبیین'' ہونے کی نفی نہیں کرتا البتہ کسی نئے شخص کے نبی ہو کر مبعوث ہونے کی ضرورت اسی وقت قابل تسلیم ہو گی جب دین اسلام کو ناقص اور اس کے الفاظ میں تحریف وتبدیلی یا ان کی گمشدگی کا امکان تسلیم کر لیا جائے۔اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ ''خاتم الانبیاء'' یعنی وہ نبی جس کی وساطت سے خدا کا دین پایۂ تکمیل کو پہنچا اور اللہ کی وہ نعمت جو روز ازل میں نوع انسانی کی نجات کے لیے مقدر ہو چکی تھی اور انبیائے کرام کی وساطت سے اس تک جز جز پہنچتی رہی، تمام ہو۔ابھی آنے والا ہے۔اس صورت میں قرآن پاک کے وہ تمام ربانی ارشادات جو ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' اور ''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحفظون'' کی صورت میں مذکور ہوئے ہیں۔غلط ٹھہرتے ہیں۔ظاہر ہے

کہ اگر حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک تمام انبیائے کرام یا ان کی ایک تعداد کثیر زندہ رہتی تو ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا کہ اس دین کو جس کے بعض حصوں کو نوع انسانی کی مختلف اقوام تک پہنچانے کا کام وہ سرانجام دیتے رہے تھے اپنی کامل و مکمل شکل میں پا کر اس کے سامنے سر تسلیم واطاعت جھکا دیتے، اور حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل ہو جاتے، جو اس دین کامل کو قبول کرنے اور اسے تا قیام قیامت برقرار رکھنے کی سعادت کے باعث ''خیر الامم'' کہلانے کی مستحق بنی۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن پاک کی آیت:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ (ال عمران:۸۱)

''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

-اسی مطلب پر شاہد دال ہے۔ اس آیت شریفہ میں تمام نبیوں کو ایک طرف اور آنے والے رسول کو جس پر ایمان لانے کے لیے میثاق لیا جا رہا ہے ایک طرف رکھا گیا ہے۔ یہ حقیقت توریت اور انجیل کے صحائف پڑھنے کے بعد اور بھی روشن ہو جاتی ہے۔ جن میں جا بجا بنی اسرائیل کے انبیاء نے آنے والے رسول کی نہ صرف خبر دی ہے بل کہ اپنے آپ پر اس آنے والے کی فضیلت و برتری کا اعتراف بھی کیا ہے، اور حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انتظار حضور کی تشریف آوری سے قبل اس قدر شدید تھا کہ قرآن پاک نے ان اہل کتاب کے متعلق جو انتظار کرنے، جاننے اور پہچاننے کے باوجود حضرت ختمی مرتبت

صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں متذبذب ومتامل تھے۔ صاف اعلان کر دیا:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَ (البقرۃ:۱۴۶)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے وہ (رسول ختمی مرتبت کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن بے شک ان میں کا ایک گروہ حق کو چھپا رہا ہے حالاں کہ وہ حقیقت حال سے آگاہ ہے۔''

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔(الانعام:۲۰)

''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دے رکھی ہے۔ وہ (رسول آخری کو) اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن ان میں سے جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے۔''

قادیانیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یا ان کی حیات کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبۂ خاتمیت کی نفی ثابت کرنے کی جتنی کوششیں کی جاتی ہیں، وہ یکسر فضول ہیں۔ لطف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تو وہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبۂ خاتمیت کی نفی قرار دے کر لوگوں کو اس عقیدہ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن خود اُمت محمدیہ میں نبوت کا باب وا رکھ کر حضور کے مرتبہ خاتمیت کے ایسے منکر ہو جاتے ہیں کہ اساس اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں ایک پرانے اور سچے نبی کا زندہ رہنا، آسمان پر اُٹھایا جانا حضرت ختمی مرتبت پر ایمان لانا اور ایک امتی کی حیثیت میں زمین پر نازل ہونا حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فضیلت کے منافی ہے لیکن مرزائے قادیانی کا دعوائے نبوت کر کے اسلام کو ناقص ٹھہرانا، قرآن پاک کی تکذیب کرنا، اساس دین کو اُڑا دینا اور مرتبۂ خاتمیت کا منہ چڑانا حضور کی شان فضیلت کو دوبالا کرنا ہے......!!!

بریں عقل و دانش بہ باید گریست

ایک مابہ النزاع زندگی

اس سے قبل کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی اور حالات مابعد کے متعلق قرآن حکیم کے قول کو بیان کیا جائے، ان اختلافات ونزاعات کا بیان کر دینا ضروری ہے جو اس پیغمبر کے متعلق ظہور اسلام سے قبل یہودیوں اور نصرانیوں اور ان کے مختلف فرقوں کے مابین پائے جاتے تھے، اور آج تک موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام کے راہِ گم کردہ یہودیوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے مبعوث ہوئے۔ یہودیوں نے انہیں قبول نہ کیا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے سچے نبی نہ تھے، ان کی پیدائش بھی آیات الٰہی کا کوئی محیر العقول واقعہ نہ تھی یعنی وہ باپ کے بغیر پیدا نہیں ہوئے، ان کی زبانیں حضرت مریم علیہا السلام کی عفت وعصمت پر حملہ آور ہوئیں، اور آج تک ہیں۔ وہ تا حال اس مسیح کی بعثت کے منتظر ہیں جس کی خبر ان کے آسمانی صحیفوں میں موجود ہے۔ مسیح ناصری یعنی حضرت عیسیٰ کو وہ جھوٹا سمجھتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اسے شام کے رومی حاکم پر دباؤ ڈال کر صلیب دلوادی تھی، جو اس کی زندگی کا خاتمہ کرنے پر منتج ہوئی۔

عیسائی عام طور پر حضرت عیسیٰ کا بے باپ معجزنما طور پر پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بچہ جو خدا کی قدرت سے حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں آ گیا تھا، خدا کا بیٹا تھا جس نے نوع انسانی کے دردوں اور دُکھوں کو دُور کرنے کی کوشش کی لیکن یہودیوں نے اسے نہ مانا بلکہ صلیب پر لٹکوا دیا۔ صلیب دیے جانے اور دفن ہو جانے کے بعد حضرت عیسیٰ تیسرے دن پھر زندہ ہو گئے، اور اپنے بعض حواریوں سے ہم کلام ہونے کے بعد بادل پر سوار ہو کر آسمان کی طرف چلے گئے، جہاں وہ اپنے باپ یعنی خدائے ذوالجلال کے پاس اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں جب انہیں دُنیا کی اصلاح کے لیے دوبارہ کرۂ ارضی پر بھیجا جائے گا۔

عیسائیوں کے کئی فرقے حضرت عیسیٰ کو یوسف نجار کا جائز فرزند قرار دیتے ہیں لیکن یہ کہتے ہیں کہ خدا خود اس شکل میں زمین پر اُتر آیا تھا۔ یہ عقیدہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا ہندوؤں میں اوتاروں وغیرہ کے متعلق پایا جاتا ہے اور جس کی تشریح کرشن کی کتاب گیتا میں موجود

ہے، وہ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے، وفات پا جانے، دوبارہ زندہ ہونے، آسمان پر اُٹھائے جانے کے عقائد میں دوسرے عیسائیوں سے اتفاق کرتے ہیں۔

عصر حاضر کے عیسائیوں کا ایک گروہ جس پر مادیت کا اثر غالب ہے حضرت عیسیٰ کے وجود ہی کا منکر ہو رہا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ سب عقائد انسان کے فکری ارتقا کا نتیجہ ہیں۔ ایک گروہ اس امر کا قائل بھی ہے کہ رومی حاکم نے یہودیوں کے پُر زور مطالبہ سے متاثر ہو کر انہیں صلیب پر تو لٹکا دیا تھا، لیکن ابھی وہ زندہ ہی تھے کہ خفیہ طور پر صلیب پر سے اُتروا لیا کیوں کہ وہ دل سے ان کی نیکی اور صداقت کا قائل تھا۔

حضرت عیسیٰ کا وجود گرامی اور ان کی زندگی کے حالات ظہور اسلام سے قبل لوگوں میں اس قدر مسئلہ مابہ النزاع بن چکے تھے کہ سوچنے والوں کے افکار کی پریشانی کا موجب بنے ہوئے تھے۔ آج بھی ان مسائل کے متعلق یہودیوں، عیسائیوں اور خود مسلمانوں میں جتنی بحثیں نظر آ رہی ہیں وہ انہی بحثوں کی صدا ہائے بازگشت ہیں، جو قبل از ظہور اسلام پائی جاتی تھیں۔ قرآن حکیم نے ان عقائد مختلفہ میں سے ان کی تردید کر دی جو خدا کے صحیح دین میں رخنہ اندازی کا موجب ہو رہے تھے، اور یہودیوں اور نصرانیوں کے ان جھگڑوں کا فیصلہ چکا دیا، جو ان کے باہمی سر پھٹول کا موجب بنے ہوئے تھے۔ یہ امر کس قدر افسوس ناک ہے کہ بعض لوگوں نے اُمت محمدیہ کو بھی بعض ایسے مباحث میں اُلجھانے کی کوششیں شروع کر دیں جو حضرت عیسیٰ کی زندگی کے متعلق پیدا ہو چکے تھے لیکن اساس عقیدہ اسلام سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھتے تھے۔ ایسے لوگوں کی کوششیں اس وقت اور بھی قابل افسوس ہو جاتی ہیں جب وہ اپنے معہود ذہنی کے لیے جواز کے پہلو نکالنے کے لیے دین اسلام کے اساسی عقائد میں رخنہ اندازی کا موجب بن جاتے ہیں۔ خدا کے اوتار بن کر زمین پر اُترنے، ایک روح کے دوسرے جسم میں حلول کر جانے، نبوت کے دروازے کھولنے اور دین اِسلام کے کامل ہونے کے مسلمہ کو معرض بطلان میں ڈالنے کے سراسر ملحدانہ عقائد کی نشر و اشاعت پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ قادیانیت کا سارا تار پود انہی موخر الذکر قسم کے لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے جسے دین اسلام سے دُور کا تعلق بھی نہیں۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا گواہی دی ہے۔

حضرت عیسیٰ کی پیدائش آیت اللہ تھی

قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ کے متعلق متضاد بیانات کی اس تمام افراط تفریط کی اصلاح کردی جن میں یہودی اور عیسائی اور اُن کے مختلف گروہ مبتلا ہو چکے تھے جو لوگ حضرت عیسیٰ کی ولادت پر معترض ہو کر حضرت مریم علیہا السلام کے دامن عصمت کو آلودہ بہ عصیان ظاہر کرنے کے درپے تھے۔ انہیں صاف الفاظ میں بتادیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ دراصل یوں ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ۔

”جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار! میں تیرے لیے نذر مانتی ہوں کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ تیری عبادت کے لیے آزاد کر دیا جائے گا پس تو میری یہ نذر قبول کر بے شک تو سنتا اور جانتا ہے۔ پس جب اس نے بیٹی جنی تو کہا اے میرے پروردگار میں نے بیٹی جنی۔ اللہ بہتر جانتا تھا کہ اس نے کیا جنا (کیوں کہ) بیٹا (جو اس کی مراد تھی) اس بیٹی کی طرح نہ ہوتا (اس نے کہا) میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا، اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو ”شیطان رجیم“ سے تیری پناہ دیتی ہوں پس اس کے پروردگار نے اس کی نذر کو اچھی طرح قبول کر لیا اور اس لڑکی کو پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا کفیل مقرر کر دیا۔“ (ال عمران: ۳۷)

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا ۔

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۔ قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۔ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ۔ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَيِّنٌ ۔ وَ لِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۔ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۔ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۔ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۔ وَ هُزِّیْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۔ فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۔ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۔ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۔ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِيًّا ۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِيًّا ۔ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۔ وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَ لَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۔ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۔ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۔(مریم۲۴-۱۶)

’’اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) قرآن میں مریم کا قصہ بیان کر جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر (ہیکل سے) مشرق کی طرف ایک جگہ پر بیٹھی، اور اپنے اور ان کے درمیان اس نے پردہ حائل کرلیا تو ہم نے اس کی طرف اپنی روح کو (حضرت جبرائیل) بھیجا جو اسے صحیح سالم انسان کی شکل میں نظر آیا۔ مریم نے کہا اگر خدا سے ڈرنے والا ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے جواب دیا میں تو تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں تاکہ تجھے ایک پاک لڑکا دوں۔ مریم نے جواب دیا کہ مجھے لڑکا کیونکر ہوگا، حالاں کہ کسی

مرد نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار عورت ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ یوں ہی ہوگا کیوں کہ تیرا پروردگار کہتا ہے کہ یہ بات میرے لیے آسان ہے (کہ تجھے مس بشر کے بغیر ہی بچہ ہو جائے) تا کہ ہم اس کو نوع بشر کے لیے آیت یعنی نشانی بنائیں، اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں، اور یہ بات (بے باپ کے لڑکا ہونا) طے شدہ امر ہے پس وہ لڑکے سے حاملہ ہوگئی اور اس حالت میں ایک دُور کے مکان میں چلی گئی، پھر درد اُسے کھجور کی جڑ کی طرف لے گیا تو وہ کہنے لگی اے کاش میں اس وقت سے پہلے مر جاتی، اور مرمٹ کر بھولی بسری ہو جاتی۔ پھر نیچے کی طرف سے (فرشتے نے) اسے آواز دی کہ تُو فکر نہ کر، تیرے پروردگار نے تیرے نیچے سرداب رکھا ہے، اور کھجور کی جڑ پکڑ اسے اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔ پس کھا اور پی اور اپنی آنکھیں (نومولود کو دیکھ کر) ٹھنڈی کر۔ پس اگر تُو کسی بشر کو دیکھے تو کہہ دے کہ میں نے اللہ کی منت کا روزہ رکھا ہے۔ پس میں آج کسی سے کلام نہیں کر سکتی۔ پھر مریم لڑکے کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کی طرف آئی۔ لوگوں نے کہا اے مریم! تُو نے یہ کیا غضب کیا اے ہارون کی بہن! تیرا باپ بھی بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ پس مریم نے (ان سوالات کے جوابات میں) اپنے لڑکے کی طرف اِشارہ کر دیا کہ (اس سے پوچھ لو) اُنہوں نے کہا یہ پنگوڑے میں لیٹا ہوا بچہ کس طرح بتائے گا (لیکن) وہ لڑکا بولا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور جہاں میں رہوں اس نے مجھے برکت والا بنایا اور جب تک میں زندہ ہوں اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور اپنی ماں کا تابع دار بنایا ہے۔ اس نے مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہو اس دن پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا، اور جس دن از سر نو زندہ کیا جاؤں گا۔ یہ ہے عیسیٰ بن مریم کا صحیح حال سچی بات جس میں وہ جھگڑا کر رہے ہیں۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا یہ حال اور حضرت مریم کے دامن عصمت کی پاکیزگی کی شہادت قرآن حکیم نے سورۂ مریم کے علاوہ اور بہت سے مقامات پر دی ہے، اور

صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کی پیدائش کو اپنی آیت بنایا اور اس آیت کے ظہور کے لیے حضرت مریم کو دنیا بھر کی عورتوں سے چن لیا۔ سورۂ آل عمران رکوع ۵ میں مذکور ہے:

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (ال عمران:۴۲)

"جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے پاک کیا اور سارے جہانوں کی عورتوں میں سے تجھے (اس آیت کے لیے) چن لیا۔"

قرآن حکیم کے اس بیان سے یہودیوں کے اس بہتان عظیم کی تکذیب کے ساتھ ساتھ جو وہ حضرت مریم کی عصمت پر لگانے کے عادی ہو چکے تھے بعض عیسائی فرقوں کے اس خیال کی تردید بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ یوسف نجار کے جائز فرزند تھے، اور یہ کہ حضرت مریم بچپن ہی سے یوسف مذکور کے ساتھ نامزد ہو چکی تھیں اگر حضرت عیسیٰ کی پیدائش میں کوئی ندرت نہ ہوتی تو قرآن پاک اس واقعہ کو کبھی "آیة للناس" قرار نہ دیتا، اور یہ نہ کہتا کہ عیسیٰ کی پیدائش کی ندرت کو جاننا چاہو تو آدم کی پیدائش کے مسئلہ کو سامنے رکھ لو۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۔ (آل عمران: ۵۹)

"بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی پیدائش کی مثال بالکل ایسی ہے جیسی آدم کی پیدائش، آدم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر کہا کہ آدم بن جا، پس وہ آدم بن گیا۔ تیرے پروردگار کی طرف سے یہ حق ہے پس تُو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔"

جو لوگ آدم یعنی نوع بشر کو حیات کے ارتقائی عمل کا نتیجہ مانتے ہیں وہ بھی یہ نہیں بتا سکتے کہ "ماء وطین" کے درمیان حیات کی اولین صورت جو بعد میں ترقی کر کے حیوانات و انسان کے مدارج تک پہنچی، کس طرح پیدا ہوئی تھی۔ جب حیات کے لیے ایک دفعہ "ماء وطین" سے خود بخود ابھر آنے کا امکان تسلیم کرتے ہو تو اس امکان سے تمہاری عقلیں کس

طرح انکار کر سکتی ہیں کہ ایک عورت کے شکم میں حیات انسانی اس عمل مروجہ کے بغیر ظہور پذیر ہوگئی جو تولید و تناسل کے لیے عام ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر عقل کے اعتبار سے اعتراض کرنے والے لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر دو (۲) سروں اور چھ (۶) ٹانگوں کے جانور پیدا ہونے یا عورت کے پیٹ سے سانپ یا کسی اور قسم کے جانور کے تولید ہو جانے یا اسی قسم کی کسی اور واردات کے ظاہر ہونے کی خبر سنائی جائے تو (Treak of Nature) (خرق عادت) کہہ کر فوراً باور کر لیتے ہیں لیکن اس امر کو باور کرنے میں انہیں تامل ہے کہ حضرت عیسیٰ بے باپ کے پیدا ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ کی زندگی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے واقعہ کو قرآن حکیم نے ''آیت اللہ'' ظاہر کیا ہے، اور صاف اور صریح الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ یہ ولادت بقائے سلسلۂ تناسل کے اس عام طریق کے مطابق نہ تھی، جو اولین آدم کی پیدائش کے بعد اس کی نسل میں مروج ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کی زندگی کے واقعات کے متعلق قرآن حکیم نے اس امر کی تصدیق کر دی کہ ان کی زندگی بھی آیات اللہ سے پُر تھی۔ ارشاد باری ہے:

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۔ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ (آل عمران: ۴۹-۴۸)

''اللہ اسے کتاب وحکمت اور تورات اور انجیل سکھا دے گا، وہ بنی اسرائیل کی طرف خدا کا رسول بن کر آئے گا (اور کہے گا) میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں مٹی کا ایک پتلا پرندے کی شکل کا بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے (میرے کمال

سے نہیں) پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور مردے کو جلا دیتا ہوں اور تم جو کھا کر آؤ یا گھروں پر چھوڑ کر آؤ۔ اس کی تمہیں خبر دے دیتا ہوں۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو تو (ان اُمور میں) تمہارے لیے (اللہ کی قدرت کا) نشان ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آیات الٰہی کے ظہور کا تذکرہ قرآن حکیم میں دوسرے مقامات پر بھی آیا ہے اور پنگوڑے میں لیٹے لیٹے کلام کرنا اور اپنی ماں کی عصمت کی شہادت دینا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ بعض انسانوں کی حیرت زدہ عقلیں معجزے کو قبول نہیں کرتیں تو نہ کریں لیکن خرق عادت کا ظہور سنن الٰہی میں سے ایک ایسی سنت ہے جس کے مشاہدوں سے نوع انسانی کو بارہا سابقہ پڑ چکا ہے۔ دانش فروشانِ اسباب ظاہری کو اگر یہ بتایا جائے کہ علم طب اتنا ترقی کر چکا ہے کہ مادرزاد اندھوں اور جذامیوں کا علاج ممکن ہو گیا ہے، تو وہ باور کر لیں گے۔ اگر ان سے یہ کہا جائے گا کہ میڈیکل سائنس کی ترقی کے امکانات مُردوں کو زندہ کرنے کی کامیابی کی طرف اِشارہ کر رہے ہیں تو مان لیں گے لیکن اگر ان سے یہ کہا جائے، یہی باتیں معجزہ کے طور پر پہلے بھی ظہور پذیر ہو چکی ہیں، تو بول اُٹھیں گے کہ یہ بات عقل کے منافی اور غیر ممکن ہے حالاں کہ امر واقعہ یہ ہے کہ انبیائے کرام کے معجزے نوع انسانی کی ممکنات مضمر کو ظاہر کر کے اس پر علمی ترقیوں کے دروازے کھولنے کی خبر دے رہے ہیں، معجزے پر بحث کرنے کا یہ وقت نہیں۔ کبھی موقع ہوا تو اس موضوع پر بھی دیدہ افروز روشنی ڈالی جائے گی۔ اس موقع پر صرف یہی کہنا اور ظاہر کرنا مقصود ہے کہ پروردگار عالم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی ایک نشانی بنا کر پیدا کیا، اور ان کی زندگی ان کے لیے خدا کا ایک واضح نشان بنی رہی۔

حضرت عیسیٰ کا رفع الی السماء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی زندگی کے خاتمہ کے متعلق یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ انہوں نے رومی حاکم پر زور ڈال کر اسے صلیب پر لٹکوا دیا جہاں پر وہ جان بر نہ ہو سکا، اور اس کی لاش کو دفن کر دیا گیا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ کو صلیب دی گئی، اور انہیں مٹی

کے نیچے دفن بھی کر دیا گیا لیکن حضرت مسیح دفن ہونے کے تیسرے روز دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے باہر نکل آئے۔ اپنے بعض حواریوں سے ملے اور بادل پر سوار ہو کر آسمانوں کی طرف چلے گئے۔ قرآن حکیم نے ان غلط عقائد کی تصحیح کرتے ہوئے اعلان کیا:

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۔ وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۔ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء:۱۵۹)

”حالاں کہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر کر دی پس وہ ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑا (ان پر لعنت کی گئی) بہ سبب ان کے کفر اور ان کے اس قول کے (جس سے) مریم پر بہتان عظیم لگایا، اور بہ سبب ان کے اس قول کے کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا حالاں کہ (امر واقعہ یہ ہے کہ) نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب دیا لیکن اس امر میں انہیں اشتباہ ہو گیا۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا وہ اس کے متعلق شک میں ہیں، اور ان کے پاس اس (واقعہ کا) کوئی علم نہیں (صرف وہ) ظن و گمان کی پیروی کرتے ہیں (حتمی بات یہ ہے) کہ انہوں نے یقینی طور پر اسے قتل نہیں کیا بل کہ اسے اللہ نے اپنی طرف اُٹھا لیا، اور بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے (اور یہ بھی واضح ہو) کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا شخص نہیں رہے گا جو اس (حضرت عیسیٰ) کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔“

یہی وہ صاف اور صریح ارشاد ربانی ہے جو یہودیوں اور نصرانیوں کے جھگڑوں اور ان کے ظنوں کا فیصلہ کرنے کے لیے بہ طور حکم فیصل نازل ہوا، اس ارشاد میں پروردگار عالم نے

یہودیوں کے اس دعوے کی تکذیب کر دی کہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب دینے کے معاملہ میں کامیابی حاصل ہوگئی تھی، اور عیسائیوں کے اس ظن کی بھی تغلیط کر دی گئی کہ ان کے خداوند کو صلیب دی گئی تھی البتہ اس ارشاد ربانی میں عیسائیوں کے اس بیان کی تصدیق کر دی گئی کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اُٹھالیا تھا۔

قادیانی "بل رفعه الله اليه" سے اپنے حسب دل خواہ یہ معنی نکالنے کے خوگر ہیں کہ اس "رفع" سے وہ رفع روحانی مراد ہے جو ہر انسان پر موت آنے کے بعد وارد ہوتا ہے لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ یعنی حضرت عیسیٰ کے "رفع الی السماء" کا عقیدہ صلیب و قتل کے عقیدہ کی طرح غلط اور بے بنیاد ہوتا تو پروردگار عالم کو اس جگہ لفظ "موت" کا کوئی مشتق استعمال کرنے سے کوئی عیسائی روکنے والا نہ تھا جہاں قرآن پاک نے یہودیوں کے بے شمار عقائد باطلہ کی تردید و تصحیح نہایت صاف اور واضح الفاظ میں کی ہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "رفع الی السماء" کے عقیدہ کی تغلیط کرتے ہوئے (بشرطیکہ وہ غلط ہوتا) اسے کوئی عار نہیں ہو سکتی تھی۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ انہی آیات میں حضرت عیسیٰ کے لیے موت کا لفظ صاف طور پر استعمال نہیں کیا گیا ہے تو صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ "بل رفعه الله اليه" میں "رفع" کا لفظ "موت" کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ اس کے معنی وہ ہی ہیں جو لفظ "رفع" سے سیدھی سادی عربی زبان میں مراد لیے جاتے ہیں۔

عیسائیوں کے دیگر معتقدات کی تکذیب

ازبس کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت کا واقعہ ان کی زندگی کے دوسرے اُمور اور ان کا آسمان پر اُٹھایا جانا ایسے غیر معمولی واقعات تھے جن سے نوع انسانی کو بہت کم واسطہ پڑا تھا، لہٰذا عیسائیوں میں یہ واقعات حضرت عیسیٰ کو اُلوہیت یا ابن الٰہی کے عقائد پیدا کرنے کا موجب بن گئے۔ قرآن حکیم نے جہاں ان کے صحیح عقائد کی تصدیق کی، وہاں ان کے غلط عقائد کی تردید بھی کر دی جن میں سب سے بڑی تردید ان کے صلیب دیے جانے کے واقعہ کے متعلق ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کی زندگی کے غیر معمولی اور محیر العقول واقعات سے

مرعوب ہو کر انہیں اُلوہیت کا درجہ دے رہے تھے، اور جسم انسانی میں خدا کے حلول کرنے، نیز حضرت مریم پر خدا کی بیوی ہونے اور خدا پر نکاح کرنے کے اتہام باندھ کر "تثلیث" کا عقیدہ قائم کرنے کے مرتکب ہو گئے تھے۔ قرآن حکیم نے انہیں اور ان کے ساتھ تمام نوع انسانی کو بتایا کہ یہ محیر العقول واقعات جن سے تم اس قدر مرعوب ہو رہے ہو محض اللہ کے نشان ہیں، اور حضرت عیسیٰ کی اُلوہیت کے مظہر نہیں۔ خدا وہی خدائے واحد لاشریک ہے۔ عیسائیوں کے ان عقائد کی تردید قرآن پاک نے بڑے زور اور تحدی کے ساتھ کی اور فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۔ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۔ (المائدۃ:۱۷)

"بے شک لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہ مسیح ابن مریم ہی تھا (اے محمد) کہہ دے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم ماں اس کی اور جو کوئی بھی زمین میں ہے سب کو ہلاک کرنے پر آجائے تو اسے کون روک سکتا ہے۔"

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۔ (المائدۃ:۷۲)

"بے شک کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہ مسیح ابن مریم ہی تھا۔ حالانکہ مسیح نے تو کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم (میری نہیں بلکہ) اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔"

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔

(المائدۃ:۷۳)

"بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے حقیقت یہ ہے کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔"

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۔ (المائدۃ:۷۵)

''مسیح ابن مریم کچھ نہ تھا مگر رسول تھا ایسا ہی جیسے اس سے قبل اور بہت سے رسول ہو گزرے ہیں، اور اس کی ماں بڑی ایمان دار تھی، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔''

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ (الزخرف:۶۰)

''وہ (ابن مریم) کچھ نہ تھا مگر بندہ، اس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہم نے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنایا (ہماری قدرت ایسی ہے کہ) اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتہ بنا دیں جو زمین میں تمہاری جگہ رہیں۔''

نوٹ:

اس آیت شریفہ میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ تم حضرت عیسیٰ کی پیدائش، زندگی اور ان کے ''رفع الی السماء'' کے واقعات پر تعجب کر کے مرعوب کیوں ہوئے جارہے ہو۔ یہ سب ہماری قدرت کاملہ کے مختلف ظہور ہیں۔ ہم تو اس سے زیادہ حیرت انگیز کام کر کے دکھا سکتے ہیں یعنی تمہیں میں سے تمہارے اخلاف کو فرشتے بنا سکتے ہیں یعنی جو نہ کھائیں نہ پئیں اور عوارض بشری سے بالا ہو کر زندگی بسر کریں۔ پس اگر آج ہمیں کسی انسان کی زندگی حضرت عیسیٰ کی زندگی سے بھی زیادہ محیر العقول نظر آئے تو سچے مسلمان کبھی اس کو اُلوہیت کا درجہ دینے کے لیے تیار نہ ہوں گے بل کہ یہی سمجھیں گے کہ یہ بھی خدا کی قدرت کاملہ کا ایک مظہر ہے۔ میرے خیال میں یہ آیت نوع انسانی کے ارتقا کی ایک آیندہ منزل کی طرف اِشارہ کر رہی ہے جس میں پہنچ کر انسان فرشتہ بن جائیں گے یعنی وہ صفات حاصل کر لیں گے جو فرشتوں کو حاصل ہیں:

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۔ وَ مَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۔ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۔ (مریم:۹۳-۸۸)

"کہتے ہیں کہ رحمٰن نے بیٹا بنایا (اے کفار) تم نے تو ایسی بات گھڑ لی کہ عجب نہیں آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں، اس لیے کہ انہوں نے خدا کے لیے بیٹا پکارا۔ خدا کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے کہ وہ بیٹا بنا لے۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ بھی ہیں سب اس کے سامنے "عبد" یعنی غلام اور ناچیز بندے بن کر آئیں گے"۔

یہ تمام آیات جو اوپر مذکور ہوئیں قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ ہی کے تذکار کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت اور زندگی کے متعلق جتنی باتیں بھی یہود اور نصاریٰ میں پھیل چکی تھیں ان کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ قرآن حکیم نے نہایت صاف اور واضح الفاظ میں کر دیا۔ اگر حضرت عیسیٰ کے "رفع الی السماء" کا عقیدہ جو عیسائیوں میں مروّج اور عام تھا، غلط یا دین الٰہی کی مسلمات کے خلاف ہوتا، تو قرآن حکیم اس کی اصلاح بھی کر دیتا لیکن قرآن پاک نے عیسائیوں کے ان عقائد کو جو حضرت مریم کی عفت و عصمت ، حضرت عیسیٰ کی ولادت بلا اَب ، ان کی زندگی کے معجزات اور ان کے "رفع الی السماء" کے متعلق تھے، برحق قرار دیا، اور ان کے صلیب دیے جانے، قتل ہو کر دفن ہونے اور ان کی اُلوہیت کے تمام فسانوں کی تردید کر دی اور بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی خواہ عام انسانوں کی زندگیوں کے اُسلوب سے کس قدر مغائر ہی واقع ہوئی ہے لیکن ان کی ہستی اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح خدا کے ایک بندے اور اس کے ویسے ہی رسول تھے جیسے ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ وہ خوارق عادات اور معجزے جو ان کی زندگی میں نظر آ رہے ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی اور اہمیت نہیں رکھتے کہ وہ خدا کی قدرت کاملہ کے عجائب میں سے اس کا ایک واضح اور بیّن نشان ہیں جو بنی اسرائیل کو حق کی طرف بلانے کے لیے دکھایا گیا۔

قادیانیوں سے ایک سوال

"بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ" کی تفسیر میں رفع روحانی سے تعبیر کرنے والے قادیانیوں سے میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہود حضرت عیسیٰ کو صلیب پر لٹکانے میں کامیاب ہو جاتے اور ان کی

زندگی کا اختتام وہیں ہو جاتا یعنی ان کی روح ان کے بدن سے الگ ہو جاتی تو کیا اس صورت میں حضرت عیسیٰ کی روح اوپر نہ اُٹھائی جاتی اور وہ یہیں مقید رہتی، جس "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْهِ" کو "مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ" کے بالمقابل لانے کے معنی یہ ہیں کہ جس جسم کو یہودی صلیب پر لٹکانے کے درپے تھے اُسے خدا نے اپنی طرف اُٹھالیا۔ "رفع" کو رفع روحانی پر محمول کر کے مطلب نکالنا ہرگز صحیح نہیں کیوں کہ روح کا جسم سے الگ ہونا خواہ وہ قتل، صلیب، مرض یا حادثہ کی وجہ سے ہو، ہر صورت میں روح کے "رفع" اور جسم کے سقوط پر منتج ہوتا ہے اور جو لفظ "توفی" و "متوفی" سے "موت" کے معانی نکالنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، وہ بھی مبنی بر اغراض تکلف کا نتیجہ ہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰ کی اس زندگی کے خاتمہ کے لیے جو ان کی "رفع الی السماء" سے پہلے گزر چکی ہے لفظ "توفی" کا استعمال ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ موت سے کچھ مغائر کیفیت کا نام ہے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی وفات کے لیے جو اسلام کے صحیح عقیدہ کے مطابق نزول کے بعد وقوع پذیر ہوگی قرآن حکیم نے "موت" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ان الفاظ اور ان کے معانی کی بحث پر قادیانی ماوّل ہمارے علمائے کرام کا کافی وقت ضائع کر چکے ہیں لہٰذا مجھے ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے استدلال کے لیے اسی امر کو مکتفی سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کو دکھادوں کہ قرآن حکیم حضرت عیسیٰ کے "رفع الی السماء" کی صاف اور صریح الفاظ میں تصدیق کرتا ہے، اور اس زندگی کے خاتمہ کے لیے جو اس "رفع" کے واقعہ سے پہلے گزر چکی ہے "موت" کا لفظ استعمال نہیں کرتا بل کہ "توفی" کو مشتق استعمال کرتا ہے جس کے معنی "پورا ہونے" کے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں

"بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْهِ" کے معانی کو رفع جسمانی پر محمول کرنے پر معترضین کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور ایسا ہونا ممکنات سے نہیں لیکن قدرت خداوندی کی ممکنات کا فیصلہ کرنا میرا اور آپ کا کام نہیں، ہماری عقلیں تو ان ممکنات مضمر کا

اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں، جو خدائے قدوس وجلیل نے انسان کے اندر ودیعت کر رکھیں اور جن کی طرف نوع انسانی بڑی سرعت رفتار کے ساتھ گامزن ہے۔ اگر قرآن پاک کو کلام ربانی سمجھتے ہو تو جان لو کہ اس کے واضح اور بیّن بیانات کو اپنی رائے کے تابع بنانا ملحدوں کا کام ہے مسلمانوں کا کام یہی ہے کہ اسے من وعن قبول کرلے اور اس کی روشنی میں اپنی عقل کو چلانے کی کوشش کرے تاکہ منزل مقصود سے نزدیک تر ہوتا چلا جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے "رفع الی السماء" کے بعد ان پر کیا گزری؟ اس کا جواب قرآن پاک نے اس سے اگلی آیت میں دیا ہے جو اس کے بالکل متصل آئی ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء:۱۵۹)

"اہل کتاب میں سے کوئی لازمی طور پر اس (حضرت عیسیٰ پر) کی موت سے پہلے ایمان لائے بغیر نہیں رہے گا اور قیامت کے دن وہ (حضرت عیسیٰ) ان پر گواہ ہوں گے (کہ ہاں یہ ایمان لے آئے تھے)"

اس آیت شریفہ سے حضرت عیسیٰ کے مستقبل کے متعلق حسب ذیل اُمور واضح ہو جاتے ہیں:

۱۔ ان کا "رفع الی اللہ" موت کے مترادف نہ تھا۔

۲۔ ان کے لیے موت کا وقت معین ہے یعنی اس "رفع" ہی پر اس دنیا سے ان کا چھٹکارا نہیں ہوا۔

۳۔ ان کے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب کا ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۴۔ حضرت عیسیٰ اہل کتاب کے ایمان لانے کے واقعہ کی شہادت قیامت کے روز بارگاہ ذوالجلال میں پیش کریں گے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ ان کی زندگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہو۔

اب دیکھنا چاہیے کہ آیا اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر ایمان لا چکے ہیں؟

اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ یہود آج تک انہیں جھوٹا نبی قرار دے رہے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے آباؤاجداد نے انہیں صلیب دلوادی تھی۔ عیسائی آج تک انہیں مصلوب قرار دے کر اور ''اللہ، ابن اللہ، ثالث ثلاثہ'' کہہ کر ان کی رسالت کے منکر ہیں۔ صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہیں جو دیگر انبیائے کرام کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو بھی خدا کا نبی برحق سمجھتی ہے، یعنی ان پر ایمان لا چکی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابھی وقت نہیں آیا جس کے متعلق خدائے پاک نے متذکرہ صدر آیت میں اشارہ کیا ہے یعنی ابھی اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے چوں کہ ان کا ایمان لانا حضرت عیسیٰ کی موت کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے لہٰذا حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں ''لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کی طرف سورۂ آل عمران کی اس آیت میں بھی ارشاد موجود ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۔

''جب خدا نے فرمایا اے عیسیٰ! میں تیرا عہد پورا کروں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھا لوں گا اور تجھے ان لوگوں کے (الزامات اور شرارتوں سے) پاک کروں گا جنہوں نے کفر کیا اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ان کو کفر کرنے والوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب میری طرف لوٹ آؤ گے اور میں ان اُمور میں جن میں تم اختلاف کر رہے تھے فیصلہ کر دوں گا۔'' (ال عمران:۵۵)

''مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا '' کی آیت اپنے منہ سے بول رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق جتنے بہتان بھی تراشے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے حضرت عیسیٰ کی ذات کو پاک کر کے دکھائے گا اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ قتل اور صلیب کے ذریعے موت کا الزام دینے والے یا مرزائے قادیانی کے متبعین کی طرح طبعی موت وارد ہو چکنے کا بہتان لگانے والے یا ان کو اُلوہیت کا درجہ دینے والوں پر حضرت عیسیٰ خود ظاہر ہو کر اتمام

حجت کردیں جب "مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوْا" کو "لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ" کے ساتھ رکھ کر حقیقت حال کو جاننے کی کوشش کی جائے تو حضرت عیسیٰ کے "ظہور ثانی" کا مقصد بالکل واضح ہو جاتا ہے اور اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ حضرت عیسیٰ ابھی تک زندہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ کے زندہ ہونے پر "سورۂ آل عمران" کی وہ میثاق النبیین والی آیت بھی گواہی دے رہی ہے۔ اس امر میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۂ آل عمران کا حصہ غالب عیسائیوں کو دین اسلام کی تبلیغ کرنے کے متعلق ہے۔ اسی سورۃ میں حضرت عیسیٰ کا تذکرہ اور عیسائیوں کے عقائد کا تذکرہ زیادہ وضاحت سے پایا جاتا ہے اور اسی تذکار کے سلسلہ میں "میثاق" والی آیت مذکور ہوئی ہے جس میں عیسائیوں کو بتایا گیا ہے کہ حضور ختم المرسلین سے پہلے جتنے انبیائے کرام گزر چکے ہیں ان سب سے اس امر کا عہد لیا جا چکا ہے کہ اگر وہ اور (ان کی اُمتوں کے افراد) اپنی زندگی میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیں گے تو حضور پر ایمان لائیں گے اور حضور کی مدد کریں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ آیت عیسائیوں کے اس شبہ کو دُور کرنے کے لیے نازل ہوئی کہ جب ہمارا خداوند زندہ ہے تو ہمیں کسی نبی پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ خود حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اگر مرسلین سابقین میں سے کوئی نبی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک زندہ نہ رہتے اور ان پر ایمان لا کر ان کی مدد نہ کرتے تو خدائے جلیل کے اس فرمان کی جو میثاق والی آیت میں مذکور ہوا۔ اس دنیا میں عملی تصدیق کا سامان کیا تھا۔ حضرت ایزد متعال جل جلالہ نے حضرت عیسیٰ کو جو زندہ رکھا ہے تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ عملی طور پر انبیائے کرام کے اس میثاق کی تصدیق ہو جائے جو ان سے خدا نے ان سب کی رسالتوں اور کتابوں کے مصدق رسول خاتم الانبیاء وافضل المرسلین (بابی ھو وامی) پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کے لیے لے رکھا تھا۔ یاد رہے کہ جب تک قرآن پاک کے بیان کردہ حقائق کا شوشہ عملی طور پر منکشف اور وارد ہو کر نوع بشر پر اتمام حجت نہیں کر لے گا، اس وقت تک قیامت نہیں آ

سکتی۔ میرا عقیدہ ہے کہ ماضی اور مستقبل کے متعلق جتنی باتیں قرآن حکیم میں مذکور ہوئی ہیں۔ان کی حقیقت اور واقعیت قیامت سے پہلے پہلے نوع بشر پر آئینے کی طرح روشن ہو کر رہے گی اور قیامت ان لوگوں پر آئے گی جو حجت کامل کا اتمام ہو چکنے کے باوجود محض اپنی رعونتوں کے باعث خدا کے دین کے منکر ہو جائیں گے۔کیا ان نصائص واضح کے علی الرغم کسی شخص کو جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے، یہ کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ نہیں بلکہ کسی نہ کسی طریق سے کسی نہ کسی مقام پر فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت عیسیٰ کہاں ہیں؟

حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ جان لینے کے بعد کہ وہ زندہ ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ قرآن پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اُٹھا لیا۔ ایک مسلمان کے لیے اس نص صریح کے بعد اس کے معانی کے تعمق میں جانے کی ضرورت نہیں کہ خدا نے حضرت عیسیٰ کو جسم و روح کی اس مجموعی حیثیت سے جس میں اُنہوں نے اپنی زندگی کے حسب روایت انجیل ۳۳ سال اس کرۂ ارضی پر بسر کیے اُٹھا کر کہاں رکھا؟ خدائے قدیر کی کائنات بہت وسیع ہے۔ اس کے لیے حضرت عیسیٰ کو ارض کے سوا عوالم سماوی میں کوئی مسکن دے دینا چنداں مشکل امر نہیں۔ انسان اپنی علمی کاوشوں میں ترقی کر کے آج اس نکتہ پر پہنچ چکا ہے کہ وہ ان اجرام فلکیہ کے متعلق جو کائنات کی لامتناہی فضا میں کرۂ ارضی کی طرح تیر رہے ہیں، کچھ کچھ معلومات حاصل کرنے لگا ہے اور اسے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ اجرام فلکی بھی ارض سے مختلف نہیں۔ بعض اس وقت ایسی حالت میں ہیں جو ارض پر کروڑوں سال پہلے گزر چکی ہے۔ بعض ایسی حالت میں ہیں جو کروڑوں سالوں کے بعد زمین پر وارد ہو کر رہے گی۔ بعض ارضی حالت کے اس قدر قریب ہیں اور اس سے اسی قدر مماثل ہیں کہ ان کی فضاؤں میں نباتی اور حیوانی زندگی کو تربیت کرنے کی صلاحیتیں رکھنے کا امکان تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اگر ان علمی تحقیقاتوں سے جو ابھی ۲×۲=۴ کے مطابق واقعیت کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی، قطع نظر کر لیا جائے تو بھی مسلمان کے لیے یہ ماننا ضروری ہے کہ اجرام فلکی میں سے بعض کی کیفیات ارض کے مماثل ہیں اور کائنات میں ارض کے علاوہ اور بھی بہت سے عوالم

موجود ہیں، جن میں نباتات، حیوانات بلکہ حیات باشعور کی کوئی نہ کوئی ترقی یافتہ شکل آباد ہے۔ اس حقیقت کو قرآن حکیم نے جابجا بیان کیا ہے۔ چند آیات مثال کے طور پر ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

وَ مِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَآبَّۃٍ ۔ وَ ھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ (الشوریٰ:۲۹)

''اور اس کی نشانیوں میں سے اجرام فلکی اور زمین کا نیز جانداروں کا جوان میں نشوونما پا کر پھیل چکے ہیں، پیدا کرنا بھی اور وہ ان سب کو یکجا کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔''

تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْھِنَّ ۔ (بنی اسرائیل:۴۴)

''سات آسمان اور زمین اور جو ذی شعور ہستیاں ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔''

وَ رَبُّکَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ (بنی اسرائیل:۵۵)

''اور تیرا پروردگار ان سے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں زیادہ باخبر ہے۔''

''مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض'' کی ترکیب قرآن پاک میں جابجا آئی ہے اور ''من'' کی ضمیر عربی زبان میں عام طور پر ذی شعور جاندار ہستی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ ''رفع'' کے بعد کسی ایسے سیارے میں پہنچ گئے ہوں جس کی کیفیات ارض کی کیفیتوں سے متماثل ہیں تو وہاں پر جسم وروح کے اتحاد کے ساتھ زندہ رہنا ایک غیر اغلب امر نہیں، بل کہ عین ممکن ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ کو کسی دوسرے سیارے پر پہنچانے کے اسباب عالم مادی میں کیا تھے؟ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے پیچھے انسان کو سرگرداں ہونا پڑے اگر آج انسان کی عقلیں اسے اور اس جیسے دوسرے معجزات کو سمجھنے سے قاصر ہیں تو ہوا کریں، ایک وقت آئے گا جب نوع انسانی پر یہ سارے اسرار منکشف ہو جائیں گے۔ قرآن حکیم کے بیان کردہ ان حقائق کو جن کے سمجھنے سے ابھی تک انسان کی محدود عقلیں قاصد ہیں، تسلیم نہ کرنا ایک کھلا ہوا الحاد ہے۔ فرد مسلم و مرد مومن کا فرض یہ ہے کہ قدرت

خداوندی کے مظاہر کو اپنے علم وفہم کے مطابق سمجھنے کی کوشش جاری رکھے اور جو باتیں اس کی سمجھ میں نہ آئیں اپنے قصور فہم کا اعتراف کرتے ہوئے قبول کرلے اور جان لے کہ اعلم و خبیر صرف خدا کی ذات ہے "و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۔"

حضرت عیسیٰ کا نزول اور اس کی غرض وغایت

حضرت عیسیٰ کی ولادت اور زندگی کو قرآن حکیم نے جا بجا "آیت اللہ" سے تعبیر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس زندگی کے محیر العقول واقعات جو نوع انسانی کے عام طریق سے بہ ظاہر مختلف ومتغائر نظر آتے ہیں، محض اس لیے ہیں کہ انسان ان میں خدائے لایزال کی قدرتوں کا مطالعہ کرے اور جان لے کہ اس کی قدرت کاملہ سے بڑی سے بڑی حیرت زا واردات کا ظہور بھی بعید از قیاس امر نہیں۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن حکیم نے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تکذیب وتغلیط کی ہے جو اُنہوں نے حضرت عیسیٰ کی زندگی کے محیر العقول واقعات کی بناء پر ان کی اُلوہیت کے متعلق قائم کیا تھا۔ قرآن پاک نے نوع انسانی کو بتایا کہ جن عجیب مظاہر پر تم حیرت زدہ اور خوف زدہ ہو کر اپنی عبدیت کی گردنیں غیر اللہ کے آگے جھکانے پر آمادہ ہو رہے ہو وہ مظاہر سولہ آنے صحیح ہیں لیکن یہ سب آیات اللہ ہیں، اللہ نہیں۔ اس کی قدرت کاملہ کے ظہور ہیں جن کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے بلکہ ان کی ندرت کو عرفان کبریائی سے قریب تر جانے کا ایک وسیلہ سمجھنا چاہیے۔

قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ کے "رفع ونزول" کے متعلق عیسائیوں کے عقیدہ کی تکذیب نہیں کی بلکہ اس عقیدہ کی تغلیط کی جو اس "رفع" اور متوقع نزول کی بدولت حضرت عیسیٰ کی اُلوہیت کے متعلق میں پیدا ہو گیا تھا۔

اب دیکھنا چاہیے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کے "رفع ونزول" کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ قرآن حکیم ان کے بیان کے کس حصہ کی تردید کرتا ہے اور کسے صحیح قرار دے کر امر واقعہ کے طور پر تسلیم کر رہا ہے۔ متی کی انجیل، باب ۲۴ میں مذکور ہے:

"اور جب وہ زیتون کے درخت پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آ کر بولے۔ ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر

ہونے کا نشان کیا ہوگا۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبر دار کوئی تمہیں گمراہ نہ کردے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبر دار گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی اس وقت لوگ تمہیں تکلیف دینے کے لیے پکڑوائیں گے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے اور بہت سے جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی کے بڑھ جانے کے سبب بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی، مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا اور بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تا کہ سب قوموں کے لیے گواہی ہو اور اس وقت خاتمہ ہوگا۔ بس جب تم اس اُجاڑے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانیال نبی کی معرفت ہوا مقدس مقام میں کھڑا ہوا دیکھو تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نیچے نہ اُترے اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے مگر ان پر افسوس ہے جو ان دنوں میں حاملہ ہوں اور جو دودھ پلاتی ہوں۔ پس دُعا مانگو کہ تمہیں جاڑوں میں یا سبت کے دن بھاگنا نہ پڑے کیوں کہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دُنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی ہے، نہ ہوگی اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیوں کہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں، دیکھو میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ پس اگر تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا وہ کوٹھریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا کیوں کہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھّم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی

ابن آدم کا آنا ہوگا جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔

اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت زمین کی ساری قوتیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کریں گے۔''

بعض دوسری اناجیل میں بھی اسی قسم کے بیانات آئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آثار قیامت اور نوع انسانی کی موجودگی کے خاتمہ کی علامات کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ نے اپنی ''آمد ثانی'' کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی جھوٹے نبیوں اور دجال مسیحوں سے بچنے اور ان کے دھوکے سے محتاط رہنے کی تاکید بھی کر دی ہے۔ نیز بتا دیا ہے کہ ان کی آمد معمولی واقعہ نہ ہوگی بل کہ جس طرح مشرق سے مغرب کی طرف کوندنے والی بجلی کو دیکھنے والی آنکھیں دیکھتی اور پہچانتی ہیں۔ اسی طرح انسان کی نگاہیں حضرت عیسیٰ کے نزول کو دیکھیں گی اور پہچان لیں گی۔

قرآن حکیم نے اناجیل کے اس بیان کی کہیں تغلیط نہیں کی، بل کہ انہیں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ کو بھی ''علامة من علامات القیامة'' تسلیم کیا ہے۔ سورۃ الزخرف میں حضرت عیسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت باری تعالیٰ عز اسمہ کہتا ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓىِٕكَةً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ۔ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۔ وَ لَا یَصُدَّنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (الزخرف:۶۱)

......''(پس) وہ تو ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے اپنا انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا نمونہ بنایا، (تم اس زندگی کے محیر العقول حالات

پر حیران کیوں ہوتے ہو، ہماری قدرت تو وہ ہے) کہ اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمہارے وارث بن جائیں اور وہ عیسیٰ البتہ الساعة (قیامت) کے لیے (بمنزلہ) علم کے ہے، (جو تمہیں دیا جائے گا) پس تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور میری (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی) پیروی کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے، (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں اس راستے سے گمراہ نہ کر دے۔ بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔"

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے اور زندہ رکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انہیں قیامت کے قریب اس ساعت کے آنے کے نشان کے طور پر نوع انسانی کے سامنے پیش کیا جائے جس کی خبر تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے صحائف میں دی ہے اور جس کے متعلق قرآن پاک میں جابجا تذکرے موجود ہیں۔ آثار قیامت اور بھی بہت سے قرآن پاک میں مذکور ہوئے ہیں جو تمام کے تمام بڑے ہی حیرت افزا ہیں تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا غائب ہو کر صدیوں کے بعد نوع انسانی پر نمودار ہو جانا ایسا واقعہ ہوگا جس کے ظہور کے بعد قرآن کے ماننے والوں کو قیامت کے نزدیک آجانے کا کلی طور پر یقین ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حیثیت از روئے قرآن کریم علم للساعة یعنی علامت ظہور قیامت سے زیادہ نہیں اور اناجیل کا دعویٰ بھی صرف اسی قدر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی آمد ثانی کو قیامت کی خبر کے طور پر بیان فرمایا تھا۔ پس ایمانی حیثیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا انتظام اور انہیں ایک نئے پیغمبر کی حیثیت سے جو گمراہوں کو راہ راست پر لانے کے لیے مبعوث ہوا ہو، قبول کرنے کا لزوم اسلام کی اساس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ قرآن ہمیں صرف اتنا بتاتا ہے کہ قیامت کے قریب قیامت کی علامت کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے اور یہ علامت اسی صورت میں علامت کہلائی جا سکے گی جب نوع انسانی جان لے کہ نازل ہونے والی شخصیت وہی ہے جو صدہا سال پیشتر فلسطین میں باپ کے بغیر پیدا ہوئی تھی اور جسے دشمنوں کے نرغہ سے بچا کر آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا تھا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اس وقت کسی قسم کا

مابہ النزاع مسئلہ نہیں رہے گی بلکہ ان کے موافق ومخالف سب جان لیں گے کہ یہ وہی ابن مریم ہیں جو زندگی کا کچھ عرصہ پہلے اس کرۂ ارضی پر بسر کر چکے ہیں۔ اس علامت کے ظہور کے بعد جو لوگ حق کی طرف رجوع کر لیں گے وہ ناجی ہوں گے اور جو اپنے کفر وطغیان پر مصر رہیں گے۔ ان پر قیامت آجائے گی۔

آیت کے ظہور کا وقت

کہا جائے گا کہ خدائے بزرگ وبرتر نے اس قسم کی واضح آیت کے ظہور کا وقت قرب قیامت کیوں مقرر کیا۔ اس وقت سے پہلے آنے والے انسانوں کو اس قسم کا کوئی واضح اور بیّن نشان کیوں نہ دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے نزدیک زمانہ کے حالات ایسے دگرگوں ہو جائیں گے کہ اس وقت اس قسم کے بیّن نشان کے ظہور کی اشد ضرورت پیش آجائے گی۔ مسیحیت اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے اشخاص جن کو کئی قسم کی طاقتیں حاصل ہوں گی۔ ظاہر ہونے لگیں گے جو نوع انسانی کے لیے زبردست فتنہ کا موجب بن جائیں گے لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ظاہر ہو کر ان سب کے قصوں کو پاک کر دیں گے۔ خدا کی آیتیں اپنے موقع ومحل پر ظاہر ہوتی ہیں اور جس دَور میں جیسی آیت کی ضرورت ہو ویسی ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ اگر ہم غور سے دیکھنے والی نگاہیں پیدا کر لیں تو ہمیں اپنے گردوپیش اور تحت وفوق ہر سمت خدا کی آیات نظر آئیں گی جو زمانے کے حسب حال ہوں گی اور جان سکیں گے کہ خدا کے بڑے بڑے نشان جو کتب سماوی میں مذکور ہو چکے ہیں اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتے آئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ایسی ہی ایک آیت بیّن کو نوع انسانی ۱۹۰۸ء (مرزا قادیانی کی موت) میں ملاحظہ کر چکی ہے۔ قرآن کریم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر چار پانچ ہزار سال پہلے کے واقعہ یعنی آل فرعون کی غرقابی کا ذکر کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (یونس:۹۲)

”(اے فرعون) پس آج ہم نے تیرے بدن کو (غرقابی سے) بچالیا تاکہ اس

کے لیے جو تیرے بعد آرہا ہے۔ آیت کا کام دے اور تحقیق اکثر لوگ ہماری نشانیوں کی طرف سے غافل ہیں۔"

فرعون کی لاش بعد میں آنے والے فرعونوں کی عبرت کے لیے آیت کے طور پر بچالی گئی اور یہ لاش عصر حاضر میں جب انسان پھر خدائی دعویٰ کرنے کے نزدیک جارہا ہے۔لندن کے عجائب گھر میں پڑی اپنے "آیت اللہ" ہونے کا اعلان کررہی ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کی یہ آیت جس کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے۔ چار پانچ ہزار سال کے بعد نوعِ انسانی پر اس وقت ظاہر ہوئی ہے جب اس کی ضرورت تھی اسی طرح نزول عیسیٰ علیہ السلام کی آیت بھی اس وقت ظاہر ہو کر رہے گی جب نوع انسانی کو اس کے ظہور کی ضرورت ہوگی۔

وفات ونزول مسیح کے متضاد عقائد

قرآن حکیم کے اور نصائص جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور اپنے عمر کے آخری دَور میں نوع انسانی کے ساتھ واسطہ پیدا کرنے کے متعلق استشہاد کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہیں:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا (المائدۃ:۱۱۰)

"جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم میری اس نعمت کو یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں پر کی۔ وہ جب میں نے روح القدس سے تیری مدد کی۔ (نیز) تجھے پنگھوڑے میں اور عمر رسیدہ ہو کر لوگوں سے باتیں کرنے والا بنایا۔"

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔(ال عمران:۴۶-۴۵)۔

"جب فرشتوں نے کہا اے مریم! تحقیق اللہ تجھے اپنے ایک کلمہ (نشان) کی

خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا اور خدا کے مقربوں میں سے اور وہ لوگوں سے پنگھوڑے میں اور عمر رسیدہ ہو کر باتیں کرے گا اور صالح بندوں میں سے ہوگا۔‘‘

ان آیات میں قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ کے پنگھوڑے میں اور عمر رسیدہ ہو کر لوگوں سے باتیں کرنے کو انعام خداوندی میں سے مخصوص طور پر بیان کیا ہے کیوں کہ دونوں محیر العقول باتیں ہونے والی تھیں پیدا ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑے میں لیٹے لیٹے اپنی والدہ کی عصمت وعفت کی شہادت دینا دوسرے مقامات پر بھی مذکور ہوا ہے لہٰذا عمر رسیدہ ہو کر لوگوں سے باتیں کرنے کا واقعہ بھی اسی صورت میں تکلم فی المھد کی طرح محیر العقول ہوسکتا ہے جب اس میں کوئی ندرت ہو اور وہ ندرت یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صدہا سال کے بعد زمین پر نازل ہو کر از سر نو زندگی شروع کریں گے اور عمر کے اس حصہ تک پہنچیں گے جسے عربی زبان میں ’’ کھــل ‘‘ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لوگ ان کے اس کلام کرنے پر اسی طرح حیران ہوں گے جس طرح بنی اسرائیل کے افراد انہیں گود میں باتیں کرتے دیکھ کر بھونچکے رہ گئے تھے۔

آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ قرآن حکیم کی آیات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آئی ہیں کس طرح ایک دوسرے کی تائید کرتی ہوئی یہ ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محیر العقول زندگی از ابتدا تا انتہاء آیت اللہ واقع ہوئی ہے جس کا اظہار قرآن حکیم کا مقصد نظر آتا ہے اگر ان میں سے کسی ایک شے کو اپنی محدود اور ناقص عقلوں کے مطابق بنانے کی سعی میں کھینچ لیا جائے اور تاویلات لاطائل کے دروازے کھول دیے جائیں تو آیت اللہ کا یہ سارا قصر دھڑام سے زمین پر آرہتا ہے۔ اس صورت میں فرقہ مرزائیہ کے لاہوری ملاحدہ کی طرح قرآن حکیم کی بینات کے علی الرغم یہ کہنا پڑے گا کہ ’’نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا‘‘ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں کسی قسم کی ندرت نہ تھی اور وہ یوسف نجار کے فرزند تھے۔ زندگی میں ان سے کسی قسم کے معجزہ کا ظہور نہیں ہوا اور وہ صلیب پر لٹکائے گئے تھے یا صلیب پر بچا لیے گئے تھے لیکن دنیا سے رُوپوش رہ کر زندگی بسر

کر گئے۔ اس صورت میں ان کے **علم للساعة** اور "**تکلم فی المهد و کهلا**" کی بھی بے سروپا تاویلیں کرنی پڑیں گی اور وہ جو اہل کتاب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لانے کے متعلق پیش گوئی مذکور ہوئی ہے اس کی بھی کوئی نئی توجیہہ لانی پڑے گی گویا قرآن حکیم کو بالائے طاق رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا ایک سراسر نیا اور متغائر تار و پود اپنے اوہام کی بناء پر بننا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑی معصیت انسان کے لیے اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ قرآن پاک کی صریح آیات کی تکذیب کرے اور ایک نبی کی زندگی پر طرح طرح کے اتہام باندھے۔

یہ میں لکھ چکا ہوں کہ جن لوگوں کو جھوٹی مسیحیت اور دجالی نبوت کے قیام کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ گھڑنا پڑا، ان کے پیرو مرشد نے تو استعارہ کے رنگ میں مریم بن کر حاملہ ہونے اور اس حمل کے نتیجہ کے طور پر خود پیدا ہو کر مسیح کہلانے کی بیہودہ سی تاویلیں گھڑنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا چہ جائیکہ ان سے قرآن پاک کی آیات کو صحیح طور پر سمجھنے کی اُمید رکھی جائے۔

کہا جاتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر اقبال اور اسلام کے بعض دیگر متقدم و متاخر علمائے کرام وفات مسیح کے قائل ہیں۔ ہوں گے لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ وفات مسیح کے قائل کسی مسیح کی آمد کے منتظر بھی نہیں لہٰذا مرزائیوں کا جو اپنے متنبّی کو "مسیح موعود" کہتے ہیں اور نزول و آمد مسیح کی روایات کے قائل ہیں ایسے علماء کے اقوال سے استشہاد کرنا بے معنی ہے۔

اے ضلالت و گمراہی کی پیروی کرنے والو! اگر تم ان اخبار کو جو مسیح کی آمد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق ہیں درست خیال کرتے ہو تو انہی کی آمد کا انتظار کرو اور محض تاویلات کے بل پر کسی مدعی کو ابن مریم ثابت کرنے کی کوشش سے باز آجاؤ جس پر صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ: "بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں" نیز حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک جو تیس (۳۰) جھوٹے نبیوں کے خروج کے متعلق وارد ہوئی ہے اگر مسیح ابن مریم علیہ السلام کو

فوت شدہ تصور کرتے ہو تو کہہ دو کوئی مسیح آنے والا نہیں۔ اس صورت میں تمہیں جھوٹ کا جواز ثابت کرنے کے لیے تاویلیں گھڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور جب مسیح ابن مریم آجائیں گے تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ آ گئے کیوں کہ ان کی آمد کوئی معمولی آمد نہ ہوگی جس کے ثبوت کے لیے تاویل واستدلال کی ضرورت پیش آئے گی۔ وہ خدائے جلیل وقدیر کا ایک بیّن نشان ہوگا جسے موافق ومخالف سب کی آنکھیں دیکھ سکیں گی اور سب کی عقلیں جان لیں گی کہ یہ وہی مسیح ابن مریم ہیں جو صدہا سال پہلے فلسطین میں پیدا ہوئے تھے جنھوں نے گود میں لیٹے لیٹے اپنی ماں کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی جنہیں یہودیوں نے مصلوب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جنہیں خدائے جلیل وقدیر نے اپنی قدرت کاملہ سے بچالیا اور محفوظ کرلیا تھا تاکہ علم للساعۃ کے طور پر قیامت کے قریب اپنا نشان بنائے۔

دیگر آثار قیامت اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

میں لکھ چکا ہوں کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت علم للساعۃ یعنی قیامت کے قرب کی ایک علامت سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ مخبر صادق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی جہاں جہاں ابن مریم کے نزول کا ذکر آیا ہے، علامات قیامت ہی کے ضمن میں مذکور ہوا ہے لہٰذا مسیح کے نام سے دینی رخنہ اندازیوں کی جتنی کوششیں بھی اس وقت تک بروئے کار آچکی ہیں یا آئندہ ظاہر ہوں گی وہ سب باطل اور جھوٹے مدعیوں کی اس فہرست کے تحت میں آتی ہیں جس کی طرف خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اشارہ کر چکے ہیں اور حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید فرما چکے ہیں۔ احادیث نبوی میں آثار وعلامت قیامت کے سلسلہ میں مسیح الدجال کے ایک بہت بڑے فتنہ کا ذکر بھی آیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے قریب ایک شخص جسے بڑی محیر العقول قدرتیں حاصل ہوں گی حتیٰ کہ ایسا معلوم ہوگا کہ مصنوعی جنت وجہنم کی کلیدیں بھی اس کے ہاتھ میں ہیں جن میں وہ اپنے ماننے اور نہ ماننے والوں کو ڈالتا چلا جائے گا نیز اسے مردوں کو زندہ کرنے اور بظاہر انسانوں کے مرے ہوئے آباؤاجداد سے باتیں کرانے کی قدرتیں بھی حاصل ہوں گی، یہ شخص جس کی دونوں آنکھیں

یکساں نہ ہوں گی، اپنی محیر العقول قدرتوں کے بل پر مسیح اور خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا یعنی عیسائیوں کے عقیدۂ اُلوہیت کی تصدیق کرتے ہوئے یہ کہے گا کہ میں ہی وہ مسیح ابن اللہ ثالث من ثلثہ ہوں جس کی عبادت تم صدیوں سے کرتے آئے ہو۔ ازبس کہ اس کی طاقتیں بہت محیر العقول ہوں گی۔ اس لیے نوع بشر کا ایک حصہ غالب اس کے سامنے اطاعت وعبدیت کی گردنیں جھکانے لگے گا۔ اسی مسیح الدجال کو قتل کرنے اور اس کے فتنہ کا سدِ باب کرنے کا کام ایزدمتعال عز اسمہٗ کی قدرت کاملہ نے حقیقی مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے لیے مقدر کردیا تاکہ اس وقت کی نوع بشر کو دجال کے دجال ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے اور مسیح علیہ السلام کے نام سے انسانوں کو مختلف قسم کے دھوکے دینے والوں کا سارا پول کھل جائے۔

اخبار صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح الدجال کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہوگا اور ارشادات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اس فتنہ سے بچنے کے لیے ہر وقت ایزدمتعال کی بارگاہ میں پناہ مانگتے رہیں اور اس امر کا خیال رکھیں کہ مسیح الدجال کو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم قتل کریں گے لہٰذا مسلمانوں کے لیے ہر ایسے مدعی کو جو استعارہ کے رنگ میں مریم بن کر حاملہ ہونے اور اس کے نتیجہ میں خود پیدا ہو کر مسیح کہلانے کا خواہاں ہو۔ مفتری وکاذب سمجھنا ایک لازمی امر ہے کیوں کہ اس مضمون پر احادیث شریفہ اس قدر واضح ہیں کہ ان میں تاویل وتحریف کی قطعاً گنجائش نہیں۔

''مسیح الدجال کے خروج'' اور ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' کے نزول کے سلسلہ میں مخبر صادقہ نے جس قدر ارشادات اپنی امت کی آگاہی کے لیے بیان فرمائے ہیں وہ سب آثار قیامت کے طور پر مذکور ہوئے ہیں اور بتادیا گیا ہے کہ امت مسلمہ پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب غیر مسلم قومیں علی الخصوص نصاریٰ ان پر غالب آجائیں گی تاآں کہ کفار کے لشکر اس سرزمین کو جس میں بیت المقدس واقع ہے۔ فتح کرلیں گے اور ان کی یلغاریں جزیرۃ العرب کی پاک سرزمین پر اس حد تک تجاوز کرجائیں گی کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی حالت بھی مخدوش ہوجائے گی۔ مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا ہوں گے، جنگ ہورہی ہوگی اور

اس وقت کا امیر المومنین شہید ہو جائے گا۔ اس وقت ساری دنیائے اسلام میں کوئی شخص مسلمانوں کی امارت وقیادت کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ امت مسلمہ امیر کے انتخاب کے معاملہ میں پریشان ہوگی۔ امت کے صلحاء مکہ معظمہ میں حج کے لیے جمع ہوں گے۔ وہیں ایک شخص جو طواف کر رہا ہوگا اس کے انکار کے باوجود اپنا امیر بنالیں گے اور اس کے ہاتھ پر کفار سے جنگ کرنے کے لیے بیعت کریں گے۔ یہی وہ مہدی آخر الزمان ہوں گے جن کے انتخاب کی خبر غیبی آواز کے ذریعے ساری دنیا کو سنادی جائے گی۔ حضرت مہدی علیہ السلام مسلمانوں کا لشکر لے کر کفار کا مقابلہ کریں گے اور انہیں شکست دیتے ہوئے شام کی سرزمین تک پہنچ جائیں گے۔ اسلامی لشکر دمشق کے مقام پر ہوگا کہ مسیح الدجال کے خروج کی اطلاع ملے گی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے سہارے مشرقی مینار پر نازل ہوں گے۔ ظہر کی نماز تیار ہوگی۔ مہدی رضوان اللہ اجمعین، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ امامت کے فرائض آپ انجام دیجئے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر انکار فرمائیں گے کہ امامت آپ ہی کا حق ہے۔ آپ ہی مسلمانوں کے امیر ہیں۔ میرا کام تو فقط دجال کا قتل ہے جس کے زیر قیادت کفار کے لشکر مسلمانوں کے بالمقابل صف آرا ہیں۔ دجال اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر ان سے جنگ کریں گے اور دجال کو اپنے نیزے سے قتل کردیں گے۔

ان جنگوں کے واقعات احادیث نبوی میں اس تفصیل کے ساتھ بطور پیش گوئی بیان ہوئے ہیں کہ ان میں کسی قسم کے التباس کی گنجائش نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ بعض لوگ ان پیش گوئیوں کے بعض اجزا کو لے کر ان کی تاویلیں کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ مہدی آخر الزمان کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اس وقت کی امت مسلمہ کے سیاسی اور بین الاقوامی حالات سے مختلف کیفیات کے حامل ہیں۔ ان اخبار کی حیثیت جو قرب قیامت کے فتن کے متعلق مذکور ہوئی ہیں محض اخبار اور پیش گوئی کی ہے اور ان سے یہ استنباط نہیں کیا سکتا کہ مہدی و مسیح دین اسلام میں کسی قسم کی تجدید واصلاح کی

خدمت انجام دیں گے۔ ظاہر ہے کہ صرف سچے مسلمان ہی ان فتن میں مہدی و مسیح علیہما السلام کا ساتھ دیں گے اور اس غزوہ اور جہاد میں شامل ہو کر جو کفر و اسلام کا آخری معرکہ ہوگا شہادت یا فتح کے درجے حاصل کر سکیں گے کسی ایسے مسیح کاذب کے پیرو جس نے جہاد کو منسوخ قرار دے دیا ہو اس سعادت میں حصہ نہیں لے سکیں گے کیوں کہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اس وقت کی دجالی حکومت کے جو روئے زمین پر پھیل جائے گی وفادار رہنے پر مجبور ہوں گے۔

میں نے ظہور مہدی اور نزول مسیح علیہ السلام کے ان واقعات کو جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں اختصار اور اجمال کے ساتھ اوپر بیان کر دیا ہے اگر ان تمام احادیث کو جو اس آنے والے زمانہ کے فتن کے متعلق مذکور ہوئے ہیں- یک جا جمع کیا جائے تو اس کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ واقعات احادیث شریفہ میں جس شکل میں بیان ہوئے ہیں، اسے جان لینے کے بعد کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لیے کسی مفتری یا مدعی کاذب کے دام فریب کا شکار نہیں ہو سکتا۔ سچے مسلمان جو مسیح الدجال ایسے صاحب قدرت و اختیار شخص کے مقابلہ میں جانیں لڑائیں گے قادیان کے کسی متنبّی کے جھانسے میں نہیں آسکتے جس کی پٹاری میں لاطائل تاویلوں اور بیہودہ دعووں کے سوا اور کوئی شے نہیں جس نے نہ مکہ دیکھا نہ بیت المقدس کی سیر کی نہ میدان جنگ کی لذتوں سے شناسا ہوا، نہ جہاد کے ثواب سے بہرہ مند ہوا۔ کیا تو یہ کیا کہ جہاد بالسیف کی تنسیخ کا اعلان کر کے ان تمام احادیث پاک کی تکذیب کر دی جو کفر و اسلام کے اس آخری معرکہ کے متعلق بیان ہوئی ہیں اور دین فروشوں کی ایک ایسی جماعت کھڑی کر دی جس کا کام مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے اور آزاد اسلامی ممالک کو کفار کی ان سلطنتوں کے زیر نگین لانے کی کوشش کے سوا اور کچھ نہیں، جو شاید آئندہ چل کر مسیح الدجال کی پشت پناہ بننے والی ہیں لیکن دعویٰ یہ کر دیا کہ میں ہی مہدی مسعود و مسیح موعود ہوں۔ شعر

عاشق نہ شدی محنت اُلفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامۂ ہجراں بکشائد

احادیث واخبار کی غلط تاویلات

مرزائیت کی قادیانی اور لاہوری شاخوں کے امرا، اور متبعین غیر عیسیٰ کو عیسیٰ اور نا مسیح کو مسیح ثابت کرنے کے لیے ان اخبار کے تذکار و تاویل میں جو علامات قیامت کے طور پر بیان ہوئیں۔ اس قدر بددیانتی سے کام لینے کے عادی ہیں کہ سب کو یکجا نہیں لیتے بل کہ صرف ایسی احادیث کو جن کے معانی میں وہ تاویل وتحریف کر کے اپنے متنبّی کی ذات پر چسپاں کر سکتے ہیں۔ بیان کرتے اور ان احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں جن میں صاف اور صریح الفاظ میں کفار کے ساتھ پیہم جنگیں کرنے اور دجال کے خلاف ''جہاد بالسیف'' کرنے کی خبریں دی گئی ہیں۔ ان لوگوں اور ان کے پیشواء کا سب سے بڑا دجل یہ ہے کہ وہ ان تمام احادیث کو جو ظہور حضرت مہدی علیہ السلام اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مذکور ہوئی ہیں امت مسلمہ کی دینی ضرورت کے لیے ظاہر کر کے پہلے یہ منوانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کے لیے مہدی ومسیح کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے حالاں کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں جس کی حیثیت پر ان کے زندہ ہونے یا دوبارہ امت مسلمہ میں آنے سے کوئی زد نہیں پڑتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اسلام کے پیغمبر ہیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی وقت سے ایمان لا چکے ہیں جب ان کو نبوت و رسالت کا منصب عطاء کرتے وقت پروردگار عالم نے ان سے حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور بشرط زندگی ان کی مدد کرنے کا وعدہ لے لیا تھا۔ (ملاحظہ ہو آیہ میثاق النبیین جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔) اور حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق اللہ کا نبی یا رسول ہونے کی کوئی خبر نہیں دی گئی۔ ان کی حیثیت صرف اس امیر المومنین کی ہے جو آخری زمانہ کے فتن میں جب کفار چاروں طرف سے مسلمانوں پر ہجوم لا چکے ہوں گے اور یہ خطرہ پیدا ہو چکا ہوگا کہ حرمین شریفین پر کفار کا علم بلند ہونے والا ہے، مسلمانوں کے لشکروں کی قیادت کرتے ہوئے کفار سے قتال بالسیف کریں گے۔

احادیث جو اس زمانہ کے واقعات کے متعلق آئی ہیں محض پیش گوئی کی حیثیت رکھتی ہیں اور

اس قدر واضح ہیں کہ ان میں کسی قسم کی تلبیس و تدلیس کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ پس جب یہ واقعات جن کی خبر احادیث میں دی گئی ہے۔ رونما ہوں گے تو مسلمان اور نا مسلمان سب سمجھ لیں گے کہ وہ وقت آ گیا جسے قیام قیامت کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیے۔ باقی رہی یہ بات کہ کون سے مسلمان اس دَور فتن میں حضرت مہدی علیہ السلام کا ساتھ دیں گے سو اس کے متعلق بھی چنداں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیوں کہ وہی مسلمان حضرت مہدی علیہ السلام کا ساتھ دیں گے جو اس وقت اسلام کی حفاظت و مدافعت کے لیے صدق دل سے کوشاں ہوں گے۔ احادیث صحیحہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ بعض لوگ جو مسلمان کہلاتے ہوں گے۔ یہ جان لینے کے باوجود کہ مہدی علیہ السلام کا ساتھ دینے والے مسلمان اسلام کی صحیح خدمت کرر ہے ہیں۔ اپنی دُنیوی اغراض کے لیے کفار کا ساتھ دیں گے۔ اس کی مثال بعینہ وہ ہے جو گذشتہ جنگ عظیم میں ممالک اسلامی مین دیکھی گئی۔ ترکی خلیفۃ المسلمین نے جہاد کا علم بلند کیا لیکن اکثر ممالک کے مسلمان کہلانے والے لوگ محض اپنے دُنیوی فوائد کی خاطر ترکوں کے خلاف جا کر لڑے حالاں کہ وہ جانتے تھے کہ وہ اسلام سے صریح غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

احادیث میں مہدی، مسیح، دجال اور یاجوج و ماجوج وغیرہ کے متعلق پیش گوئیاں علامات قیامت کے طور پر بیان ہوئی ہیں۔ وہ اس قدر واضح بیّن اور جامع ہیں انہیں جان لینے کے بعد کسی کے دل میں آنے والے واقعات کے متعلق کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ علی الخصوص ایسے دَور مین جب ہم اپنی آنکھوں سے دنیا کی سیاست کا رنگ ایسا دیکھ رہے ہیں جو احادیث کے بیان کردہ حالات کے نزدیک جا رہا ہے جب کہ حرمین شریفین کے شمال جنوب اور مشرق و مغرب میں مغربی اقوام کے استعمار کے بڑھتے ہوئے قدم پہنچ چکے ہیں اور یورپین اقوام سیاسیات تہذیب اور تمدن میں سارے کرّہ ارض پر حاوی ہو چکی ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ آنے والی جنگوں کا نقشہ غالباً احادیث کے بیان کردہ ان حالات کے مطابق ہو گا جو کفر و اسلام کے آخری معرکہ کے متعلق مذکور ہوئے ہیں اور اسی آخری معرکہ میں مہدی کے ظہور، دجال کے خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیش

گوئیاں پوری ہونے والی ہیں۔

حضور سید المرسلین کی شان میں گستاخی

قادیان کی دجالی مسیحیت اور جھوٹی مہدویت کا ڈھونگ رچانے کے لیے مرزائی بدبختوں اور ان کے پیشواؤں نے اس حد تک کفر صریح اور الحاد مبین سے کام لیا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ مسیح الدجال اور یاجوج ماجوج کے فتنوں کے متعلق ان ممسوخ الفطرت انسانوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا" حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) ان فتنوں کی حقیقت سمجھنے سے قاصر تھے اور ان کی صحیح کیفیت اگر کسی نے سمجھی ہے تو وہ قادیان کا وہ نیم ملا متنبّی تھا جس کو بات تک کرنے کی تمیز نہ تھی۔ متنبّی قادیان اپنی کتاب "ازالہ اوہام" میں کس دلیری کے ساتھ لکھتا ہے:

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی اور نہ دجال کے ستر (۷۰) باع کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی۔" (ازالۂ اوہام: ۶۹، خزائن جلد ۳، ص: ۴۷۳)

ازبس کہ متنبّی قادیان کو اپنی مسیحیت اور مہدویت کا ڈھونگ کھڑا کرنے کے لیے احادیث کے معانی میں تحریف وتاویل کرنے کی ضرورت درپیش تھی لہٰذا اس بدزبان نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ افتراء باندھ دیا کہ حضور نے جن اُمور کے واقع ہونے کی خبر اپنی امت کو سنائی تھی ان کی ماہیت وحقیقت سمجھنے سے وہ خود قاصر تھے حالاں کہ ان احادیث میں ایک ایک واقعہ کو اس تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں تک بتادیا گیا ہے کہ آخری جنگ میں مہدی کے زیر کمان ستر (۷۰) ڈویژن ہوں گے جن میں سے ہر ڈویژن میں بارہ ہزار کی نفری ہوگی نیز یہ بھی بتادیا گیا کہ مہدی کو بلاد وامصار کے مسلمان مندوبین جنہیں "ابدال" کہا گیا ہے کس

مقام پر اور کن حالات میں ''امیر المومنین'' اور ''خلیفۃ المسلمین'' منتخب کریں گے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس مقام پر اور کن حالات میں نازل ہوں گے تا آں کہ احادیث میں لکھا ہے کہ:

''مہدی (حصول فتح کے بعد) ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے کہ افواہ اُڑے گی کہ دجال نے مسلمانوں پر تباہی ڈالی ہے، اس خبر کے سنتے ہی حضرت امام مہدی شام کی طرف مراجعت فرمائیں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لیے پانچ یا نو سوار جن کے حق میں حضور سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ میں ان کے ماں باپ اور قبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں وہ اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں میں سے بہتر ہوں گے لشکر کے آگے پیچھے بطور طلیعہ روانہ ہو کر معلوم کر لیں گے کہ یہ افواہ غلط ہے۔'' (صحیح مسلم, صفحہ ۳۹۶، مطبوعہ انصاری)

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی امت کے آنے والے حالات سے اس قدر جامعیت اور ہمہ گیری کے ساتھ واقف ہونے کا دعویٰ فرماتے ہیں کہ اپنے سربازوں کے گھوڑوں کے رنگ تک جانتے ہیں لیکن قادیان کا متنبّی اپنی جھوٹی نبوت کے قیام کے لیے یہ کہہ رہا ہے کہ حضور کے ضمیر پُرنور پر یہ حالات کماحقہٗ منکشف نہیں ہوئے تھے۔ اس سے زیادہ بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے اور اس کے بعد ایسے دیدہ دلیر کو کس لحاظ سے مسلمان سمجھا جا سکتا ہے۔

دجال کی شناخت اور دجال کی اطاعت

مرزائی بڑے فخر سے یہ کہنے کے عادی ہیں کہ ان کے حضرت صاحب ہی اس دَور کے پہلے شخص تھے جنہوں نے اقوام یورپ کے استعمار کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ دجال کے جس فتنہ کا ذکر احادیث میں آیا ہے وہ یہی یورپین اقوام کے غلبہ واقتدار کا فتنہ ہے اور میاں محمد علی امیر جماعت لاہوری نے ''المسیح الدجال'' کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دجال سے مراد انگریز قوم ہے جسے شناخت کرنے کا سہرا

قادیان کے مرزا غلام احمد کے سر ہے۔

مقامِ تعجب ہے کہ ''مسیح موعود'' اور ''مہدی مسعود'' بننے کا مدعی یہ پہچان لینے کے باوجود کہ انگریز دجال ہیں، اسی دجال کی جاسوسی کرنے کو اپنے لیے موجب فخر سمجھتا ہے۔ (تبلیغ رسالت، جلد ۵، صفحہ ۱۱، مجموعۂ اشتہارات جلد ۲، صفحہ: ۲۲۷)

اس کے تسلط و اقتدار کو اپنے لیے اور اپنی امت کے لیے ''آیۂ رحمت'' قرار دیتا ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ ۵۰۹/۵۶، خزائن جلد ۳، صفحہ: ۱۳۰، ۳۷۳، تبلیغ رسالت، جلد ۸، صفحہ ۶۹، مجموعۂ اشتہارات جلد ۳، صفحہ ۱۳۹)

اپنے خاندان اور اپنی امت کو اسی دجال کا خود کاشتہ پودا ظاہر کرتا ہے۔ (تبلیغ رسالت جلد ۸، صفحہ: ۲۰، مجموعۂ اشتہارات جلد ۳، صفحہ: ۲۱)

اپنی امت کو ہر حال میں اسی دجال کے فرماں بردار رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔ (کتاب البریہ، صفحہ ۹، خزائن جلد ۱۳، صفحہ۔۔)

اور اس دجال کو یقین دلاتا ہے کہ جوں جوں میرے مرید ترقی کریں گے مسلمانوں میں سے جہاد کی روح اُڑتی چلی جائے گی۔ (تبلیغ رسالت، جلد ۷، صفحہ ۱۷، مجموعۂ اشتہارات، جلد ۳، صفحہ ۱۹)

نیز اسی دجال کی خدمات بجالانے کے بڑے بڑے دعوے کر کے اس سے نوازشات و عنایات کا متمنی ہوتا ہے۔ (تریاق القلوب، صفحہ: ۴۵، تبلیغ رسالت جلد ۷، صفحہ ۱۱، ۲۰ و جلد ۱۰، صفحہ ۲۸)

کیا ان تمام اُمور سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قادیان کا مدعی مسیحیت اس مسیح الدجال کا ایک ظل تھا جو دنیا میں فتنہ برپا کرنے کے لیے خروج کرنے والا ہے اور جس کے ساتھ مسلمانوں کے جہاد بالسیف کرنے کی پیش گوئیاں احادیث اور اخبار میں مذکور ہوئی ہیں۔ مسلمان اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسیح الدجال اپنے خروج کے بعد کن طریقوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا اور از بس کہ اسے کرۂ ارضی پر شاہی اقتدار حاصل ہوگا اور انسان کی علمی ترقیات کے باعث جس کے دروازے کھل چکے ہیں۔ وہ محیر العقول کارنامے انجام دے گا۔ دنیا کے سامنے اُلوہیت کا دعویٰ کر کے سامنے آئے گا اور متنبی

قادیان اور اس کی امت کے افراد کی نوع کے لوگ حصول دنیا کی خاطر اس کی اطاعت کریں گے جس طرح کہ وہ آج انگریزوں کو دجال کہنے کے باوجود ان کی اطاعت کو اپنا مذہبی فریضہ قرار دیتے ہیں۔

باقی رہا میاں محمد علی کا یہ دعوی کہ یورپ کے استعماری سیلاب کے فتنہ کو "فتنة المسیح الدجال" سمجھنے کا سہرا صرف اس کے حضرت مرزا قادیانی کے سر پر ہے۔ اس دعوی کو بھی اگر واقعات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو سراسر بے بنیاد ثابت ہے۔ کیا میاں محمد علی کو معلوم نہیں کہ محمد المہدی السوڈانی نے جب اس استعماری سیلاب کے مقابلہ میں جہاد کا علم بلند کیا تھا اور اپنے کو "مہدی" قرار دیا تھا تو ان کے پیش نظر بھی یہ حقیقت تھی کہ استعمار کا یہ سیلاب جو یورپ کی سرزمین سے اٹھا ہے فتن آخر الزمان ہی کا ایک حصہ ہے۔ اگر ان کا خیال یہ نہ ہوتا تو وہ ہرگز "مہدی" کا لقب اختیار نہ کرتے یا ان کے پیرو انہیں "مہدی" کے لقب سے منسوب نہ کرتے۔

اس کے علاوہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں یورپی استعمار کے مقابلہ میں اپنے کو عاجز پا کر ساری دنیا کے مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہو چلا تھا کہ وہ دَورِ فتن جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے آ گیا ہے اور ظہور مہدی اور نزول مسیح کا وقت قریب ہے۔ اسی عام خیال سے قادیان کے متنبّی نے فائدہ اُٹھانے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور جو طاقتیں اسے مہدی اور مسیح بنانے کے لیے پس پردہ تار ہلا رہی تھیں ان کا مقصد و مدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے دماغوں سے صاحب سیف وسناں مہدی کے ظہور کا خیال نکال دیا جائے تا کہ یورپین استعمار کے مقابلہ میں عالم اسلامی کے کسی خط پر مہدی سوڈانی کا کوئی مثیل پیدا ہو کر اس فتنۂ آخر زمان کے استیصال کے لیے کوشاں نہ ہو سکے پس اگر قادیان کے متنبّی نے اقوام یورپ کے سیلاب استعمار کو آخری زمانہ کا دجالی فتنہ قرار دیا تو اس نے کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں کی بل کہ وہی کہا جو اس دَور کے مسلمانوں کی زبانوں پر عام ہو چکا تھا۔ اس کا نیا اور انوکھا کارنامہ تو یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اس دجالی فتنہ کی اطاعت وامداد کرنے کی تلقین کی اور دین فروشوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر

دی جس کا مذہب اس دجالی فتنہ کی تائید واطاعت کرنا اور اس کی جاسوسی کے فرائض انجام دینا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یورپین اقوام کا موجودہ استعماری سیلاب وہی فتنہ آخر الزمان ہے یا نہیں جس کی خبر دی گئی ہے۔اس کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بہت ممکن ہے کہ یہی فتنہ ترقی کر کے ان حالات کی شکل اختیار کر لے جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ حالات جو ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد پیدا ہو چکے ہیں۔ احادیث کے بیان کردہ حالات سے بہت مماثلت رکھتے ہیں اور اس امر کا قوی امکان ہے کہ انہی حالات کا ارتقاء وہ خوفناک صورت اختیار کرلے جن میں مسیح الدجال کا خروج واقع ہوگا کیوں کہ گذشتہ جنگ عظیم میں ''القدس'' اور ''دمشق'' مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ فلسطین میں یہودیوں کا وہ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) کا لشکر جو دجال کا معاون بنے گا- پرورش پا رہا ہے۔ حرمین شریفین کے چاروں طرف اقوام یورپ کا سیلاب استعمار گھیرا ڈال چکا ہے اور علمی ترقیات وایجادات کا سیلاب یورپ کے اقوام کو اس نقطہ کی طرف لے جا رہا ہے جہاں پہنچ کر وہ خدائی قدرتوں کی دعوی دار بننے والی ہیں۔ پس اگر ان حالات میں کفر واسلام کے درمیان کوئی جنگ وقوع پذیر ہوگئی تو کچھ عجب نہیں کہ احادیث کی بیان کردہ پیش گوئیاں حرف بحرف اس کے حالات پر چسپاں ہونے لگیں اور اسی جنگ کے دوران میں مسلمان اپنے عسکری قائد سے محروم ہو جائیں جو شہادت کا رتبہ حاصل کرے گا کسی موزوں ہستی کو حرم کعبہ میں طواف کرتے پا کر اپنا امیر وقائد منتخب کرلیں۔ ساری دنیا آلات نشر وصوت پر یا کسی اور طریقہ سے یہ سن لے کہ مسلمانوں کو خلیفۃ المہدی یعنی امیر اور قائد مل گیا لیکن ان اُمور کے متعلق قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا- جب وقت آئے گا تو احادیث کے بیان کردہ حالات حرف بحرف پورے ہو جائیں گے خواہ وقت کل آجائے۔ بہر حال مسلمانوں کو اس کے متعلق پریشان ہونے یا پریشان رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ وقت حاضر میں وہ ان فرائض سے کس حد تک عہدہ برآور ہو رہے ہیں جو دینی اور ملی حیثیت سے ان پر عاید ہوتے ہیں اور انہیں عمل کی دعوت دے رہے ہیں۔

تثلیثی مسیحیت اور دجالی مسیحیت کے اعتراضات

راقم الحروف نے مرزائیوں کے استفسارات کے جواب میں یہ سلسلہ مضامین شروع کیا اور اس کی چند اقساط کی براہین قاطعہ نے مرزائیوں کے دجالی کیمپ میں کھلبلی ڈال دی تو قادیان کی دجالی مسیحیت نصاریٰ کی تثلیثی مسیحیت کا نقاب اوڑھ کر سامنے آ کھڑی ہوئی اور قادیانیوں کے ''اخبار الفضل'' نے اپنی ۱۰، اور ۱۱ جنوری ۱۹۳۵ء کی اشاعتوں میں راقم الحروف سے ایسے سوالات کیے جو مرزائیوں کے خیال میں عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے صحیح عقائد پر وارد کیے جاتے ہیں۔ قادیانی چاہتے تھے کہ راقم الحروف کو اصل مبحث سے ہٹا کر یکسر دوسرے مسائل میں اُلجھا دیں، اس لیے میں نے اس وقت اعلان کر دیا کہ الفضل کے ان سوالات کا جواب حسب موقع دیا جائے گا۔ الفضل کے سوالات اگر چہ تحقیق حق کے لیے نہیں بل کہ حسب عادت مرزائیہ جدال طلبی ان کی تحرک ہے تاہم چوں کہ یہ لوگ کم فہم اور کم علم لوگوں کے دلوں میں اسی قسم کے شکوک وشبہات پیدا کر کے انہیں گمراہ کرنے کے عادی ہیں۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ لگے ہاتھوں ان کا جواب بھی لکھ دوں۔

ان سوالات کا ماحصل یہ ہے کہ اگر مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی اور ان کے رفع ونزول کے متعلق ان تمام حقائق پر ایمان رکھتے ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہوئے اور جن کا مجمل سا تذکرہ اقساط ماقبل میں آ چکا ہے تو ان کے پاس عیسائیوں کے ان اعتراضات کا کیا جواب ہے کہ اس محیر العقول زندگی کے باعث ان کی اُلوہیت وابن اللہیت مسلّم ہو جاتی ہے۔ میں مناسب مواقع پر اس امر کی تشریح کر چکا ہوں کہ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی اور رفع کے محیر العقول واقعات کی تصدیق کرنے کے باوجود نوع انسانی پر یہ حقیقت منکشف کر رہا ہے کہ وہ انسان اور اللہ کے ایک برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی زندگی کے جتنے واقعات زمانہ کی روش سے متغائر نظر آتے ہیں۔ ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ اللہ نے انہیں اپنی بعض مصلحتوں کے پیش نظر اپنی آیت بنایا۔ اللہ کی آیات اور بھی بے شمار ہیں جو ہر دَور اور ہر زمانہ میں ظاہر ہوتی رہی ہیں، انہی میں سے ایک آیت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ کو اس قسم کی زندگی بخشی گئی۔ نصاریٰ نے ان کی زندگی کے

واقعات سے متاثر ہوکر انہیں خدا کا بیٹا بنالیا۔ قرآن پاک نے اس غلط عقیدہ کی تصحیح کردی اور کہہ دیا کہ وہ اللہ کے بیٹے نہ تھے بل کہ اس کے لاکھوں برگزیدہ بندوں اور رسولوں میں سے ایک تھے۔ مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزائیت عیسائیوں کے ان لغو اعتراضات کا جواب دینے کے لیے معرض وجود میں لائی گئی اور عیسائی افراط کے مقابلہ میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا رہے تھے، قادیانی تفریط کا ڈھونگ کھڑا کیا گیا۔ جس کے پیشوا نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دیں اور ان کی جگہ چھیننے کی کوشش کی لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ عیسائیوں کی افراط کی ضد میں آکر قادیانیوں کی اس تفریط کو قبول کرلیں۔ (خواہ ایسا کرنے میں وہ قرآن کی دی ہوئی صحیح تعلیم سے منحرف ہونے پر مجبور جائیں)

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

دجالی مسیحیت کے سوالات

اب ان سوالات کو ملاحظہ فرمایئے جو قادیانی دجالی مسیحیت نے تثلیثی مسیحیت کی طرف سے نمائندہ ہوکر کیے ہیں:

پہلا سوال: ''خداوند یسوع مسیح از روئے قرآن چونکہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں اور از روئے احادیث پیغمبر اسلام صرف وہ اور ان کی والدہ محترمہ مس شیطانی سے پاک ہیں۔ اس لیے ان کا ثانی کوئی نہیں ہوسکتا اور نہ کسی مذہب میں یہ طاقت ہے کہ خداوند جیسی اوصاف والی ہستی معرض وجود میں لاسکے۔''

الجواب: اس سوال کے جواب میں قادیانی فی الفور یہ کہہ دے گا کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ نہیں کہا گیا اور حدیث نبوی میں انہیں اور ان کی والدہ محترمہ کو مس شیطانی سے پاک ظاہر نہیں کیا گیا لیکن اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہتا ہے اور خدا کی بیّن آیت ظاہر کرتا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کو معصوم یعنی مس شیطانی سے پاک قرار دیتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا کے نزدیک کسی اور بشر کا درجہ وہ یا اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا۔ اسلام کے نزدیک تمام

انبیاء معصوم یعنی مس شیطانی سے پاک ہیں اور اگر قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ روح اللہ یعنی آیت اللہ ہونے کا درجہ دیا ہے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو "ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" اور "قاب قوسین او ادنی" اور اسی قسم کے دیگر خطابات سے نوازا ہے جس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔

دوسرا سوال: "اسلام خداوند مسیح تو کیا ان کے حواریوں جیسے اوصاف والی مقدس ہستیاں بھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ قرآن کے رو سے یہ ثابت ہے کہ حواریان خداوند، وحی الہٰی سے مستفیض فرمائے گئے جیسے "اذا وحیت الی الحواریین" کی آیت سے ثابت ہے۔"

جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری بھی اسلام ہی کے پیرو تھے۔ اس اسلام کے جو حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آکر پایۂ تکمیل کو پہنچا لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں پر مسلمانوں سے زیادہ حق جتانے کے اہل نہیں۔ باقی رہا حواریوں پر وحی کے نزول کا معاملہ سو عام وحی کا نزول تو حیوانات و جمادات پر بھی قرآن سے ثابت ہے۔ وحی نبوت و وحی رسالت ختمی مرتبت پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی اور وحی کی دیگر اقسام خدا کے بندوں پر آج بھی اسی طرح جاری ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر جاری تھیں۔

ایک واقعہ

میں اس سلسلہ میں ایک واقعہ قلم بند کیے بغیر نہیں رہ سکتا جو راقم الحروف کو لڑکپن میں پیش آیا۔ عاجز ہائی کلاس میں جالندھر کے امریکن مشن ہائی سکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اسی ماحول میں رہنے کے باعث مجھے تحقیق مذاہب کا شوق لاحق ہوا۔ پادری صاحب ایک روز انجیل پڑھا رہے تھے اور پولس رسول کی کتاب سے اس واقعہ کو پڑھ کر سنا رہے تھے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر روح القدس کے نزول کا تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔ شیطان نے جو آج الفضل، قادیان کی شکل میں متذکرہ صدر سوال کر رہا ہے۔ میرے دل میں وسوسہ ڈال دیا کہ امت عیسوی پر تو روح القدس نازل ہو لیکن امت محمدی جو خیر الامم

اور افضل الملل ہے۔اس برکت ونعمت سے محروم رہ جائے۔ چند لمحے اس وسوسہ نے میری طبیعت کو خلجان میں مبتلا رکھا لیکن معاً مجھے سورۃ القدر یاد آگئی اور میں نے دل ہی دل میں پڑھنا شروع کیا:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَ مَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔

بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اُتارا، اے پیغمبر! تجھے کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے، لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کی اجازت لے کر اُترتے ہیں اور ہر امر سے سلام بھیجتے ہیں تا آنکہ صبح پھوٹ پڑتی ہے۔

جب میں "تنزل الملئکة والروح" پر پہنچا تو یہ حقیقت کبریٰ میرے دل پر منکشف ہوگئی کہ امت محمدیہ پر ملائکہ اور روح القدس کا نزول تو ہر سال لیلۃ القدر میں ہوتا ہے اور امت عیسوی میں اس کی مثال صرف ایک دفعہ ملتی ہے۔ پس اس قسم کے وساوس جو مرزائی شیاطین کی طرف سے مسلمانوں کے قلوب میں عام طور پر ڈالے جاتے ہیں یکسر بے حقیقت ہیں جن میں محض لفظی ہیر پھیر اور کتمان حقیقت سے کام لیا جاتا ہے۔

قادیان کی دجالی مسیحیت کے نمائندہ "الفضل" کا تیسرا سوال حسب ذیل ہے:

تیسرا سوال: "وہ طاقت و رہستی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی اصلاح فرمانے کے لیے ظہور فرمایا اسی خداوند کو خدا باپ نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح وامداد کے لیے آسمان سے نازل کرنے کا بزبان پیغمبر اسلام بقول محمدیاں وکتب محمدیاں پیغام سنایا اور پیغمبر اسلام کے اس پیغام پر محمدی حضرات صدق دل سے ایمان لا کر تا ایں دم خداوند کی امداد اور آسمان سے نازل ہونے کے منتظر ہیں۔ پیغمبر اسلام نے ہمارے خداوند کو نہ صرف اصلاح کرنے اور امداد دینے والا ہی فرمایا بل کہ ان کی مقدس ذات کو حکم

اور عدل بھی اپنے ان اقوال میں کہا جن کو حدیثیں کہتے ہیں اور یوں خداوند کے کلام کی محمدیوں میں منادی کی۔''

جواب:

حیران ہوں کہ اس بے معنی سوال کا مطلب کیا ہے، کیا الفضل یہ چاہتا ہے کہ چونکہ عیسائی مسلمانوں کو طعن دے رہے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجہ کی تعریف کی ہے اور انہیں حکم وعدل بتایا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبارک کام کی محمدیوں میں منادی کی ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن پاک اور حدیث شریف کے ارشاد کو بالائے طاق رکھ کر مرزائے قادیانی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے لگ جائیں جنہیں خدا تعالیٰ ''وجیھا فی الدنیا والاخرۃ'' کہہ رہا ہے۔

باقی رہا یہ قصہ جو اس سوال میں مذکور ہوا ہے اور جسے مرزائی بھی بڑے زور سے اپنا رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسلمانوں کی دینی اصلاح کے لیے اس وقت آئیں گے جب امت محمدی گمراہ ہو چکی ہوگی، اس کی سند احادیث و قرآن سے کہیں نہیں ملتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علامت قیامت کے طور پر ہے جس کے سلسلہ میں حسب ذیل کام ان کے ہاتھوں پورے ہوں گے:

قتل دجال، کسر صلیب، قتل خنزیر، رفع جزیہ۔

ان میں کہیں مذکور نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کی (جو گمراہ ہو چکی ہوگی) دینی اصلاح کریں گے ان کا نزول یہودیوں اور عیسائیوں پر ہر طرح سے اتمام حجت کرنے کے لیے ہوگا اور امت محمدیہ کے صادقین ان کے نزول سے پہلے ہی اپنے فرائض انجام دے رہے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً اسلامی لشکر میں شامل ہو کر دجالی لشکر سے جنگ کریں گے اور اس طرح اسلام اور مسلمانوں کی امداد فرمائیں گے۔ وہ پہلے بھی اسلام ہی کے پیغمبر تھے اور نبوت لیتے وقت بارگاہ ایزدی میں یہ میثاق کر چکے تھے کہ میں بشرط زندگی آخری نبی پر ایمان لاؤں گا اور اس کی مدد کروں گا۔ مرزائیوں کا یہ طرز عمل کہ وہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسلام سے متغائر بلکہ اس کا مد مقابل بنا کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ان کے صحیح درجہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیں حالاں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے بھی ہمارے یعنی مسلمانوں کے تھے اور جب آئیں گے تو بھی مسلمانوں میں ہوں گے۔ عیسائی جو انہیں خداوند کہہ کر پکار رہے ہیں ان پر کسی قسم کا حق نہیں رکھتے۔

قادیان کی دجالی مسیحیت کے نمائندہ الفضل کا **چوتھا، پانچواں اور چھٹا سوال** یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق متذکرہ صدر عقائد رکھنے سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے درجہ کی برتری ثابت ہوتی ہے یعنی ان کا آسمان پر اٹھایا جانا، اتنی لمبی عمر پانا، پھر زمین پر نازل ہونا اور بہ قول ان کے اس امت کی اصلاح کرنا جسے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و تعلیم بھی راہ راست پر نہ رکھ سکی۔ ایسے اُمور ہیں جن سے حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برتری ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ لغو سوال اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ خدا کے نزدیک انبیائے کرام کی تفضیل کا معیار یہ نہیں جو اوپر بیان ہوا اور نہ دنیا میں انسان کسی انسان کو روحانی طور پر اس بنا پر برتر خیال کرسکتا ہے کہ فلاں کو موٹر یا طیارہ مل چکا ہے یا فلاں مریخ کی سیر کر آیا ہے یا فلاں کی عمر زیادہ ہے۔ اس سوال کا جواب کہ خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کفار کے ہاتھوں بچا کر آسمانوں پر اٹھا لیا لیکن حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں ہجرت کا حکم دیا۔ انہیں آسمانوں پر کیوں پناہ نہ دی۔ وہ واقعات شہادت دے رہے ہیں جو ہجرت کے بعد ظہور پذیر ہوئے اور جنہوں نے نوع انسانی کی تقدیر پلٹ کر رکھ دی۔

مسلمان اگر حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ دیکھنا چاہیں تو انہیں قرآن پاک اور اس کی ان آیات کو پیش نظر رکھنا چاہیے جن میں تکمیل دین، ختم رسالت، معراج اور میثاق النبیین کا ذکر کیا گیا ہے اور اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کا قصہ لے بیٹھیں تو ان کے ساتھ بحث کرنے اور اس بحث کے سلسلہ میں مرزائے قادیانی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے کی بجائے انہیں انجیل ہی دکھا دینی چاہیے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہہ گئے ہیں۔ یوحنا

کی انجیل باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ:

''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (وکیل اور شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کا روح جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی۔'' (آیت ۱۶،۱۷)

''میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار (وکیل اور شفیع) یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔''

(مصدقالمامعکم آیت:۵۲،۶۲)

''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار (سرور کونین صلی اللہ علیہ الہ واصحابہ وسلم) آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔''

(آیت:۳۰)

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (وکیل و شفیع) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے لیکن وہ یعنی سچائی (دین کامل) کی راہ دکھائے گا، اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے۔'' وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

(آیت:۷)

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان ارشادات کی موجودگی میں اگر عیسائی حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان رحمت سے محروم رہیں تو ان کی مرضی۔

مسلمان، مرزائیوں اور ان کے پیشوا کی طرح یہ نہیں کر سکتے کہ عیسائیوں کی ضد میں آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُرا بھلا کہنے لگیں اور اسی طرح مردود ہو جائیں جس طرح عیسائی اور مرزائی ایک یا دوسرے اُولوالعزم نبی کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہو کر مردود ہو چکے ہیں۔ عیسائیوں کی تثلیثی مسیحیت اور مرزائیوں کی دجالی مسیحیت میں اسلام کی تخریب کے لیے جو چولی دامن کا ساتھ ہے اور جو خفیہ معاہدہ ہو چکا ہے اس پر اس سلسلۂ مضامین کے اخیر میں روشنی ڈالی جائے گی۔

لاہوری مرزائیوں کی منطقی موشگافیاں

استفسارات کے سلسلہ میں ایک لاہوری مرزائی نے بھی راقم الحروف سے چند سوالات کیے ہیں جن کی حیثیت منطقی موشگافیوں سے زیادہ نہیں۔ یہ سوالات اور ان کے جواب ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

سوال نمبر الف:

ہمارا ایمان ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اب قیامت تک وحی رسالت اور بابِ نبوت بند ہو چکا ہے جیسا کہ قرآن شریف اور احادیث شریف سے ثابت ہے تو یہ آپ کس طرح مانتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم دوبارہ تشریف لائیں گے۔ جب کہ نبوت اور وحی رسالت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اور قرآن "خاتم الکتب" سماوی ہے۔

الجواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے سلسلہ میں جو نصائص قرآن حکیم میں ملتے ہیں اور جو خبریں احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں ان میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اجرائے وظیفہ نبوت کے لیے ہوگی اور ان پر قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور نئی آسمانی کتاب نازل ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا مقصد قرآن کے رو سے علم للساعۃ سے زیادہ نہیں جیسا کہ میں اسی سلسلہ مضامین میں قرآن حکیم کے نصائص بیان کر

کے دکھا چکا ہوں۔

سوال نمبر ب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن مجید اور احادیث شریف، ائمہ اور مجتہدین کے اقوال سے ثابت ہے اور ہندوستان کے مشہور حضرات مثلاً امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر سر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی، سر سید احمد اور علامہ یوسف علی وغیرہ وغیرہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔

الجواب:

میں لکھ چکا ہوں کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ متقدمین ومتاخرین میں کون کون سے علماء وفات مسیح کے قائل تھے یا ہیں لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مسیح کے زندہ ہونے اور دوبارہ آنے کی خبر دی ہے اور قرآن شریف کی آیات سے بھی یہی ثابت ہے اگر بعض حضرات وفات مسیح کے قائل ہیں تو ہوا کریں۔ مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔

سوال (ج):

اگر حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ آسمان سے نزول فرمائیں تو لامحالہ ان کو قرآن شریف کی تعلیم پر چلنا اور پڑھنا ضروری ہوگا، اگر ان کا یہ فعل خدا کے حکم کے ماتحت ہوگا جو جبریل کے ذریعے ان کو ملے گا تو یہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ وحی رسالت کا دروازہ بند ہے۔

الجواب:

میں اس امر کی تشریح کر چکا ہوں کہ جس دین کی تبلیغ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام نے اپنے اپنے عہد رسالت میں کی وہی دین حضرت ختمی مرتبت نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا لہٰذا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن حکیم پر عمل کریں گے تو یہ ان کی شان نبوت کے خلاف امر کیوں ہوگیا۔ باقی رہا یہ سوال کہ وہ ایسا کیوں کریں گے آیا ان کو وحی کے

ذریعے ایسا کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم انہیں اور دیگر انبیاء کو اسی روز دیا گیا جس روز ان کو اکرام ذوالجلال نے نبوت و رسالت کے منصب سے نوازا تھا اور ان سے وعدہ لے لیا تھا کہ اگر وہ ظہور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو پائیں تو ان کی رسالت یعنی ان کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لاکر ان کی مدد کریں۔ اسی مقصد کے لیے ان پر کسی تازہ وحی کے نزول کی ضرورت نہیں۔

اسی سوال کے ضمن میں یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ اگر آپ کہیں کہ وہ امتی ہوکر آئیں گے تو صاحب شریعت اور مستقل نبی کو کس جرم کی بناء پر معزول کیا جائے گا۔ اگر وہ اس عہد جلیلہ سے اُتار کر ایک امتی بنائے جائیں گے تو یہ قرآن شریف کے خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" کسی رسول کو مطیع بنانے کے لیے نہیں بھیجتے بل کہ مطاع بنانے کے لیے بھیجتے ہیں۔ (النساء:٦٤)

اس منطقی موشگافی کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ میثاق النبیین والی آیت اس امر پر شاہد و دال ہے کہ تمام انبیائے کرام بشرط زندگی حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے یعنی ان کی امت میں شامل ہونے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

سوال (د):

ہر رسول سے قیامت کے دن اس کی امت کے بارے میں سوال ہوگا۔ کیا امت محمد یہ کے متعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافی نہیں کہ آپ اور حضرت مسیح دونوں سے سوال کیا جائے گا۔ حالانکہ قرآن شریف میں سورۃ مائدہ کے آخر میں صاف درج ہے کہ مسیح سے صرف اس کی امت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

الجواب:

یہ آپ سے کس نے کہا کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمد یہ کے متعلق بھی مسئول ہوں گے۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ ان سے امت محمد یہ کے متعلق کوئی سوال کیا جائے گا البتہ وہ اپنی امت کے گمراہ ہو جانے اور ان پر آخری دور میں یعنی

قیامت کے قریب ایمان لانے کے متعلق شہادت دیں گے۔

سوال (س):

ایک طرف آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح قیامت سے کچھ پہلے آئیں گے اور دنیا سے کفر کو مٹا دیں گے اور کافران کی پھونکوں سے ہلاک ہو جائیں گے۔ دوسری طرف قران شریف میں موجود ہے: "والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ" کہ قیامت تک یہود اور نصاریٰ میں عداوت رہے گی۔

الجواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے مقاصد احادیث شریف میں بالتشریح مذکور ہیں اور ان کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ قتل دجال کے بعد مسلمانوں کو کفار پر ایک دفعہ غلبہ کامل حاصل ہو جائے گا لیکن کچھ عرصہ کے بعد کفار میں سے ایک قوم پھر خروج کر کے مسلمانوں کو پریشان کر دے گی اور مسلمان پہاڑوں میں پناہ لینے کے لیے مجبور ہو جائیں گے جہاں وفات پا جائیں گے۔ اس کے بعد خدا کو ماننے والا ایک متنفس بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا اور کفار جو یقیناً آپس میں بغض وعداوت رکھیں گے۔ اس کرۂ ارضی کو اپنے ظلم سے معمور کر دیں گے۔ انہی پر قیامت آئے گی۔

سوال (ص):

کیا آپ کے موہومہ مسیح کے بعد بھی مجدد ین آتے رہیں گے جیسا کہ اس امت کے لیے وعدہ ہے۔

الجواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد جیسا کہ میں تشریح کر چکا ہوں تجدید واحیائے دین سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ یہ آمد محض علم للساعۃ کے طور پر ہے جس کے بعد قیامت آجائے گی لہٰذا یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال (ض):

قرآن شریف سورۂ نور: ۵۵ "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ" میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے خلیفہ بھیجتا رہوں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یوں تفسیر فرمائی ہے کہ: "ان اللّٰہ یبعث فی ھذہ الامۃ علی رآس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا" اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس دین کو تازہ کرے گا۔

اگر قرآن شریف کی مندرجہ بالا آیت شریف اور حدیث شریف کے مطابق تیرہ سو سال سے مجدد آتے رہے اور جو آج بھی مجدد کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس صدی کے نصف سے زائد گزر جانے پر مجدد کا نام ونشان بھی نہیں۔ اب تو پندرھویں صدی کے مجدد کا زمانہ قریب آرہا ہے۔ کیا چودھویں صدی خالی ہی جائے گی اور نعوذ باللہ رب العالمین اور اس کے رسول مقبول کا وعدہ پورا نہ ہوگا؟

الجواب:

امت مسلمہ میں "امر بالمعروف" اور "نھی عن المنکر" کرنے والے صلحاء ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور کسی قسم کی شہرت کی خواہش یا دعویٰ کے بغیر اپنا کام کر جاتے ہیں۔ کوئی لمحہ خدا کے ایسے بندوں سے خالی نہیں گزرتا۔ باقی رہا ہر صدی کے سرے پر مجدد کی آمد کا مسئلہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے ہر مسلمان کے لیے مجدد وقت کو پہچاننا اور اس پر ایمان لانے کو شرط اسلام قرار دینا ضروری اور صحیح نہیں، مجدد آتے اور اپنا کام کر جاتے ہیں لہٰذا تیرھویں صدی ہجری کے سرے پر بھی حسب فرمودۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کوئی شخصیت دنیائے اسلام میں پیدا ہوئی ہوگی جس کے ظاہری اور باطنی فیضان سے چودھویں صدی ہجری کے مسلمان مستفیض ہو رہے ہیں۔ یہ سوال کہ وہ مجدد وقت کون تھا؟ چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔

ایک اور لاہوری مرزائی جناب محمد صادق صاحب ہیڈ ماسٹر سنوری گیٹ پٹیالہ نے "پیغام صلح" میں راقم الحروف سے یہ استفسار کیا ہے:

''مکرمی خان صاحب! السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ! میں آپ کے اخبار ''احسان'' کا تقریباً روزانہ مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ جماعت قادیان کی مخالفت کی وجہ تو میری سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے اپنے امام کی وصیت کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آں حضور کے ایک متبع کو نبی بنا دیا اور اس طرح سے اس سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کے مرتکب ہوئے اگر ''جماعت احمدیہ قادیان'' کے ساتھ آپ کی مخالفت کی بناء اجرائے نبوت کا عقیدہ ہے تو پھر جماعت احمدیہ لاہور کی مخالفت کے لیے آپ کے پاس کون سے وجوہ ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کے معزز اراکین بار بار اپنے عقائد کا اعلان کر چکے ہیں اور ان میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے اسلام میں کسی قسم کا فتنہ پیدا ہوتا ہو۔ آپ اور ہم سب کا خدا ایک، سب کا رسول ایک، سب کا قرآن ایک، سب کا ملائکہ اور یوم آخرت پر ایمان، ان باتوں پر تو ایمان لا کر ایک دہریہ بھی پکا مسلمان ہو جاتا ہے تو پھر اس جماعت سے آپ کی بنائے مخاصمت کیا ہے؟

الجواب:

اگر سچ پوچھتے ہو تو لاہوری مرزائیوں سے میری بنائے مخاصمت یہ ہے کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی کو اسلام کی تعلیم کے منافی سمجھ لینے اور جان لینے کے باوجود اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اسے نہ صرف ''مسلمان'' بلکہ ایک ''برگزیدہ مسلمان'' ثابت کریں۔ لاہوری مرزائیوں کے اکثر لوگ سمجھ چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مفتری اور کذاب تھا۔ ان میں کے بعض لوگ اپنے دلوں میں اسے مخبوط الحواس قرار دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود محض ہٹ دھرمی کی بناء پر دجل وزور کی اس دکان کو چمکانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں جس کے فریب خوردہ گاہک وہ بن چکے ہیں۔ لاہوری مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات میں جو دعاوی انبیائے کرام کی توہین اور

صلحائے امت کی تذلیل پر مشتمل ہیں۔ وہ محض شطحیات یعنی مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور نبی رسول یا تشریعی نبی ہونے کے متعلق اس کے جتنے دعاوی ہیں وہ بطور مجاز واستعارہ استعمال ہوئے ہیں لیکن محدث، ملہم من اللہ، مامور من اللہ اور مسیح موعود ہونے کے متعلق جو دعاوی ہیں وہ صحیح ہیں۔ یہ پوزیشن عقلی حیثیت سے کس قدر فرومایہ استدلال ہے۔ اگر تم مرزائے قادیانی کے دعاوی نبوت ورسالت کو مجاز یعنی بناوٹ پر محمول کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ اس کے محدث، ملہم، مجدد، مامور اور مسیح ہونے کے دعاوی کو بھی بناوٹ نہیں سمجھتے اور ان موخر الذکر دعاوی کو تسلیم کرنا شرط ایمان قرار دیتے ہو اور ان دعاوی کے جواز کے لیے قرآن پاک اور احادیث کے معانی میں تحریف وتاویل کرنے سے بھی محترز نہیں رہتے۔ اگر اس شخص کے دعاوی کا ایک حصہ اس کے دماغی توازن کی خرابی کا نتیجہ تھا یا مجاز واستعارہ تھا تو اس کے دعاوی کا دوسرا حصہ کس طرح واجب التسلیم ہوگا۔ سوال یہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ سوال یہ ہے کہ جس شخص کو تم نے اپنا پیشوا بنا رکھا ہے اس کے اقوال واعمال شریعت غرائے اسلامیہ کی روشنی میں کیسے تھے؟ تم کہتے ہو کہ تم یعنی لاہوری مرزائی خدا کی وحدانیت، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کاملہ، قرآن پاک، ملائکہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے اشخاص کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے لیکن تمہارا عمل یہ ہے کہ مستفسر نے اسی استفسار میں راقم الحروف کو اسلامی طریق سے سلام کہنے کی بجائے ''والسلام علی من اتبع الہدیٰ'' کا وہ جملہ لکھا ہے جو مسلمان کفار کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھنے، ان کے جنازوں میں شامل ہونے اور ان کے ساتھ رشتہ ناطہ کے تعلقات قائم رکھنے میں کوئی عذر نہیں لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ تم نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ تعمیر کر رکھی ہے اور کبھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ اسی لاہور میں عیدین کی نماز تم مسلمانوں سے الگ ہو کر ادا کرتے ہو۔ تم کہو گے کہ اہل حدیث بھی تو ایسا کرتے ہیں۔ اگر وہ کرتے ہیں تو وہ بھی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں لیکن ان کی علاحدگی کی علت کسی مخرب اسلام کو مجدد اسلام، مامور من اللہ، ملہم من اللہ اور مسیح موعود منوانے کی شرط

نہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ تمہارے عقائد جو تم ظاہر کرتے ہو آیا تمہیں دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں یا نہیں۔ اس کا فیصلہ تمہیں دین اسلام کے جید علماء کے سامنے اپنے عقائد پیش کر کے حاصل کرنا چاہیے اور سب سے پہلے تمہیں مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اس کے اقوال و اعمال کی بناء پر فتویٰ حاصل کرنا چاہیے۔ اگر تم یہ نہیں کرتے تو مسلمان تمہارے متعلق یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ تم بھی ذرا مختلف رنگ میں تخریب دین اسلام کا وہی وظیفہ بجالا رہے ہو جس کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا ایمان اغیار کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا اور امت مسلمہ میں ایک ایسے فتنہ کی بنیاد رکھ دی جس کی جان کو ہم آج تک رو رہے ہیں اور نہ معلوم کب تک روتے رہیں گے۔

قادیانی تحریک اور اس کا پس منظر

قادیانیت کی تحریک جو کسی قدر ترقی پا کر اسلام اور دنیائے اسلام کے لیے ایک زبردست خطرہ بن چکی ہے۔ آج کل مسلمانان عالم کے تمام چھوٹے بڑے طبقات کی توجہات کو اپنی جانب جلب کر رہی ہے۔ علمائے دین قیم نے اس مذہب کے بانی کے ملحدانہ دعاوی کو اسی روز بھانپ لیا تھا جس روز کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کا اعلان کیا تھا۔ علمائے کرام کا کام یہی تھا کہ ایک نئے فتنہ کو دین حقہ اسلام کی مسلمات کے معیار پر پرکھ کر اس کے کھرے یا کھوٹے ہونے کا اعلان کر دیتے اور اس فتنہ کا سد باب کرنے کے لیے ارشاد و تبلیغ کے حربہ کا استعمال کرتے۔ ہندوستان کے حالات اس سے زیادہ ہمت یا اقدام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حکومت کا اقتدار سات سمندر پار سے چل کر آنے والی غیر مسلم قوم کے ہاتھ میں تھا۔ حکومت اسلامی کے زوال کے باعث احتساب شرعی کا کوئی محکمہ موجود نہ تھا۔ جو الحاد و ارتداد کے اس فتنہ کو سیاستاً دبا سکتا لہٰذا علمائے اسلام کی مساعی کے باوجود مرزائیت کے دجل کی یہ دکان چل نکلی اور لوگ جو اس کی منافی اسلام تعلیم کو دیکھتے اور جانتے تھے حیران ہو ہو کر کہنے لگے کہ آیا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین نے محض دکانداری اور جلب منافع دُنیوی کے لیے یہ نئی قسم کی ایک گدّی قائم کر لی ہے یا اس کی تہ میں کوئی محرکات کام کر رہے ہیں۔ عام طور پر یہی سمجھا گیا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے زمانہ کی الحاد پرور فضاء سے فائدہ اُٹھا کر حصول دنیا کے لیے یہ ڈھونگ کھڑا کیا اور سادہ لوح اور حقیقت دینی سے ناآگاہ اشخاص کو اپنے دام فریب میں پھنسا کر ایک گروہ پیدا کر لیا جس کا داخلی نظم کسی قدر باقاعدہ بنا لیا گیا۔ مرزا غلام احمد جو طرح طرح کے ملحدانہ دعاوی کرنے سے پہلے اپنے وقت کے عام مولویوں کی طرح کا ایک مولوی تھا۔ وعظ کہنے اور عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے ساتھ مناظرے کرنے کے باعث خاص شہرت حاصل کر چکا تھا اور کچھ لوگ

اس کی ان کوششوں کو استحسان کی نظروں سے دیکھتے اور اس کے متعلق حسن ظن رکھتے تھے جب تک مرزا صحیح خطوط پر کام کرتا رہا اس وقت کے عالمان دین نے اس کا ساتھ دیا۔ اس کے کام کو سراہا اور اس کی مساعی کی تعریف کی لیکن جونہی اس نے نیا بھیس بدل کر تخریب دین پر کمر ہمت باندھ لی۔ علمائے اسلام نے اپنے فرض کو پہچانا اور اس سے الگ ہو گئے لیکن اس دَور کے علماء و مبصرین مرزائے قادیانی کے اس عصیان کو محض اس کی ذاتی حرص و ہوا کا نتیجہ سمجھتے رہے اور خیال کرتے رہے کہ مقصد محض منافع دُنیوی کے حصول کے لیے ایک گدی کا قائم کرنا اور بیوقوفوں کی ایک جماعت حاصل کرنا ہے۔ اس سے زیادہ اس تحریک کی تہ میں اور کوئی محرکات کام نہیں کر رہے۔

علمائے اسلام نے قادیان کی گدی قائم ہونے اور قادیانی جماعت کے ظہور پذیر ہونے کو اس دَور کے لوگوں کو علم دین سے بے خبری پر محمول کیا جو انگریزی حکومت اور انگریزی تعلیم کے باعث مسلمانان ہند میں عام ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس تحریک کی حقیقی اہمیت عوام و خواص کی نظروں سے ایک طویل عرصہ اوجھل رہی تا آنکہ یہ فتنہ اور اس فتنہ کے پس پردہ کام کرنے والے محرکات اپنی حقیقی شکل میں سامنے آنے لگے اور ہر جگہ کے مسلمان محسوس کرنے لگے کہ جس پودے کو آج سے پچاس سال پہلے قادیان ایسے گمنام گاؤں میں لگایا گیا تھا۔ اس کے برگ و بار کا نشوونمو مسلمانان عالم کے دین و دنیا کے لیے کیا معنی رکھتا تھا اور اس پودے کی کاشت، آبیاری، اور نگہداشت کن مقاصد کے پیش نظر کی جا رہی تھی نیز اس کی ترقی، اس کے زیر سایہ آنے والوں کے داخلی نظم اور ان کے حد سے بڑھے ہوئے حوصلوں اور ان کے امراء و قائدین کی بے سروپا تعلیوں کے حقیقی اسباب و علل کیا تھے؟ ان اُمور کو سمجھنے کے لیے اس پس منظر کا نقاب اُلٹ کر ایک نظر دیکھنا ضروری ہے جو اس تحریک کے لیے بمنزلہ اساس کے ہے۔ اس پس منظر کی حقیقت سمجھے بغیر کوئی صاحب ہوش و خرد انسان اس استعجاب کا شکار نہ رہے گا کہ مرزائی مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے اس قدر دشمن کیوں ہیں اور یہ دیکھنے کے باوجود کہ مرزا غلام احمد کے اقوال نفی اسلام ہونے کے علاوہ نہایت مضحکہ خیز اور عقل انسانی کی بیّن توہین ہیں وہ کیوں اسی کا دم بھرتے ہیں اور اس

سلسلہ میں شامل رہنے پر مصر ہیں۔ اس مذہب کو ہندوستان میں جوتھوڑا بہت فروغ حاصل ہوا اس کی وجہ کیا ہے اور مرزائیت کی تبلیغ کے بہانہ سے خارجہ ممالک میں جو مشن بھیجے جارہے ہیں ان کی حقیقی غرض وغایت کیا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ اس گروہ میں کچھ فریب خوردہ لوگ بھی شامل ہیں۔ لیکن پڑھے لکھے آدمیوں کی اکثریت کے اس تحریک میں شامل ہونے کے وجوہ یکسر دوسرے ہیں جو ان اسباب وعلل کو جان لینے کے بعد پوری طرح منکشف ہوجاتے ہیں جو خفیہ طور پر اس فتنہ کو کھڑا کرنے کا موجب بنے۔

قادیانی فتنہ کی حقیقت واہمیت معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے ان حالات وکوائف پر ایک نگاہ ڈالنا ضروری ہے جو انیسویں صدی مسیحی اور اس کے نصف آخر میں تمام ممالک اسلامی کو اور مسلمانان ہند کو عام طور پر پیش آتے رہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں یورپ کی استعمار جُو قوموں نے ایشیاء اور افریقہ کی ان سرزمینوں پر جن میں مسلمان آباد تھے ہلا بول رکھا تھا اور اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے ان مسیحی اقوام کے زیر نگیں ہوتے چلے جارہے تھے۔ مسلمانوں کی دوازدہ صد سالہ تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب عیسائیت نے ان پر دُنیوی اقتدار حاصل کرنا شروع کیا۔ اس سے پہلے عیسائیوں اور مسلمانوں میں جس قدر جنگیں ہوتی رہی۔ ان میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہتا تھا اور یورپ کی مسیحی دُوَل کئی دفعہ صلیبی جنگیں کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکامی ونامرادی کا منہ دیکھ چکی تھیں۔ اس صدی کے تصادم اور اس میں عیسائیوں کا پلہ بھاری رہنے کے باعث یورپ کی مسیحی دُوَل کے مدبروں کو ان مسائل پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو انہیں آزاد اسلامی ممالک یا مفتوح مسلمان قوموں کے مقابلہ میں اپنا اقتدار قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لیے پیش آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہر جگہ مسلمانوں کی مذہبیت ان مقاصد کی راہ میں حائل ہورہی ہے۔ مسلمانوں کا جذبۂ جہاد ان کے اقدام کے لیے زبردست خطرہ ہے اور مسیحیت کا مذہبی پیغام جو افریقہ کی غیر مسلم اقوام کو نہایت آسانی سے مغربی استعمار کا مطیع ومنقاد بنانے میں کامیاب ہورہا ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ تھی کہ انگلستان کا وزیر اعظم مسٹر گلیڈ اسٹون (Glad Stone) اور فرانس وروس کے بعض مدبروں اور

پادریوں نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ جب تک قرآن حکیم موجود ہے مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کے مذہبی اور دُنیوی اقتدار کو خطرہ لاحق رہے گا۔ یورپ والے دیکھتے تھے کہ اسلامی ممالک میں جہاں جہاں وہ اپنے استعمار کا پرچم لے کر پہنچتے ہیں۔ مسلمانوں کا مذہبی جذبہ ان کی مخالفت پر کمر بستہ نظر آتا ہے اگر افغانستان محمد اکبر خان اور ہندوستان مغل مرزا اور بہادر شاہ ظفر ایسے مجاہد پیدا کرتا ہے تو سوڈان اور سمالی لینڈ میں محمد المہدی اور ملاّئے کبیر ایسے قائدین پیدا ہو کر ان کی استعماری سکیموں پر ضرب کاری لگاتے ہیں اور تیونس، الجزائر، مراقش، مصر، طرابلس، غرض ہر جگہ انہیں ایک ہی قسم کے خیالات اور ایک ہی نوع کے جذبات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ ان حالات میں انہوں نے مسلمانوں کے دلوں سے مذہبیت کا اثر زائل کرنے اور ان کے درمیان طرح طرح کے دینی فتنے کھڑے کرنے اور انہیں ترقی دینے کی تجاویز سوچنی شروع کر دیں جس کا ایک نمایاں اثر ہم اس دُنیوی طریق تعلیم میں دیکھ رہے ہیں جو ہر جگہ مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ بنا رہا ہے اور اس قسم کی کوششوں کا دوسرا نتیجہ مختلف قسم کی ملحدانہ تحریکات کی شکل میں رونما ہوا جو تخریب دینی کے لیے معرض ظہور میں لائی گئیں۔ ایسی ہی تحریکات میں سے ایک تو بہائیت اور بابیت کی وہ تحریک ہے جس نے روسی ڈپلومیسی سے ہر قسم کا فیض حاصل کر کے ایران کی وحدت ملی کو خراب کرنا شروع کر دیا تھا اور دوسری تحریک یہی فتنہ قادیان کی ہے جس کے مقاصد کی تشریح میں آگے چل کر کروں گا۔

مرزائیت کی تولید کی حقیقت سے شناسا ہونے کے لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عہد زار کے روسی استعمار نے ایران میں نفاق کا بیج بونے کے لیے محمد علی باب کو پیدا کیا جس نے ایران میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دی اور روسی خزانہ کی امداد کے بل پر اپنے پیروؤں کی ایک قوی جماعت کھڑی کر لی جس نے ایران میں بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ ایرانی مسلمان اس فتنہ کا سر بزور شمشیر کچلنے میں کامیاب ہو گئے اور اس تحریک کے سرغنے بھاگ کر دولت عثمانیہ کے ممالک میں پناہ گزیں ہوئے۔ مملکت عثمانیہ کی فضا نبوت و مہدویت اور اُلوہیت کے دعوے داروں کے لیے سازگار نہ تھی لہٰذا وہاں کچھ عرصہ نظر بند رہنے کے بعد

انہوں نے مالٹا اور قبرص کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور یورپ وامریکہ کے مختلف بلاد وامصار کا چکر لگاتے رہے۔ بہائی مذہب کے عقائد ومسلمات اور بہائی تحریک کے نشو وارتقاء کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ مرزائیت نے اسی تحریک سے ہندوستان میں نیا فتنہ برپا کرنے کا خیال حاصل کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اکثر دعاوی اور اس کا طریق استدلال تمام تر بابیوں اور بہائیوں کے دعاوی اور ان کے طریق استدلال کا چربہ تھا۔ اگر بہائی اور بابی تحریک کا مقصد روس کے استعماری مقاصد کے لیے ایران کی قومی اور ملی وحدت کو برباد کرنا تھا تو قادیانی تحریک کا مقصد ہندوستان میں برطانیہ کے استعماری مقاصد کے قیام ودوام کے لیے راستہ صاف کرنا ہے۔ ایران کے مسلمانوں نے اس خطرہ عظیم کو جلد محسوس کرلیا لیکن ہندوستان کے مسلمان جو محکوم ہو چکے تھے قادیانیت کے خطرہ کے سیاسی پہلو سے غافل رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اس فتنہ کی سیاسی حیثیت کے متعلق کچھ کہنے سے معذور بھی تھے اور انیسویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں ۱۸۵۷ء کے ناکام جہاد آزادی کے باعث وہ اس قدر دبادیے گئے تھے کہ حکمرانوں کے خوف کے باعث کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ سوڈان، سمالی لینڈ، افغانستان اور ہندوستان کے تجارب نے برطانیہ کے استعمار خواہ مدبروں کے دلوں میں یہ اندیشے پیدا کردیے تھے کہ مسلمان اپنے صحیح عقائد پر قائم رہے تو کسی نہ کسی وقت اس استعمار کے لیے زبردست خطرہ بن سکتے ہیں۔ ان کے سامنے بابی اور بہائی تحریک کا تجربہ بھی تھا جو روس کی استعماری ریشہ دوانیوں نے ایران میں کیا تھا۔ وہ اس تاک میں تھے کہ اس قسم کی کوئی تحریک ہندوستان میں شروع کرائی جائے۔ اس مقصد کے لیے برطانی استعمار کے ایجنٹوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کاربرآری کے لیے منتخب کیا جس نے ان ایجنٹوں کا اشارہ پاکر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی۔ اس امر کا ثبوت کہ مرزائے قادیانی، برطانیہ کی استعماری خواہشات کا ایجنٹ تھا۔ خود اس کی تحریرات سے پیش کیا جائے گا۔

مرزائیت کی تعلیم

سیاسی حیثیت سے برطانوی استعمار کو مسلمانوں کے جذبۂ جہاد میں ایک خوفناک

سدّ سکندری اپنے مقاصد کی راہ میں حائل نظر آتی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت نے اس جذبہ کو دبانے کے لیے قدغن کر رکھی تھی کہ کوئی شخص انگریزوں کو نصاریٰ کی اسلامی اصطلاح سے یاد نہ کرے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی قبیل کے دین فروش اور دنیا پرست مولویوں سے مذہبی حیثیت میں بادشاہ وقت کی اطاعت فرض قرار دینے کے لیے پروپیگنڈا کرایا گیا اور ''اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم'' کی نئی نئی تفسیریں سامنے آنے لگیں۔ وہابیوں کو جن میں مذہبی تقشّف زیادہ نمایاں تھا۔ باغی کا مرادف سمجھا گیا جس زمانہ میں مرزائے قادیانی اپنے عجیب وغریب دعاوی کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے آیا۔ اس وقت تک ہندوستان کے ایسے مسلمان امراء اور علماء جنہیں اسلامی حکومت کی بربادی کا احساس تھا ناپید ہو چکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے حادثہ کے بعد جس میں مسلمانوں کو خوف ناک تباہی کا سامنا ہوا، کامل ایک پشت ایسے دَور میں سے گذری جو دینی اور دُنیوی تعلیم سے یکسر بیگانہ تھا گویا نئے خیالات اور نئے اثرات کو قبول کرنے کے لیے زمین ہموار ہو چکی تھی۔ ان حالات کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس مذہب کی تبلیغ شروع کی جس کے پیش نظر مسلمانوں کے عقائد کی دنیا میں حسب ذیل انتشار پیدا کرنا تھا۔ مرزائیت کی تعلیم کی نمایاں خصوصیات جیسا کہ میں اس سلسلۂ مضامین میں تشریح کر چکا ہوں حسب ذیل ہیں:

''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تکمیل اور نعمت خداوندی کے اتمام کا عقیدہ صحیح نہیں اور نبوت ورسالت کے دروازے تاقیام قیامت کھلے ہیں، یعنی ایسے پیغمبر مبعوث ہو سکتے ہیں جو نوع انسانی کو دینی حیثیت سے نئے نئے پیغامات سنائیں گے۔ ایسے ہی پیغمبروں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ حج کے لیے مکہ معظمہ میں مسلمانوں کا اجتماع ضروری نہیں۔ یہ ثواب قادیان کی ارض حرم میں منعقد ہونے والے سالانہ جلسہ میں جا کر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس نئے پیغمبر نے کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے دین ودنیا کی حفاظت ومدافعت کے لیے جہاد بالسیف کو منسوخ قرار دے دیا ہے۔ (اگرچہ غیر مسلم ابھی تک اسلام کے مقابلہ میں

تلوار استعمال کر رہے ہیں) مسلمانوں کی اُمیدیں جو وہ مہدی آخرالزمان کے ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے سلسلہ میں لگائے بیٹھے ہیں بے بنیاد ہیں۔ کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے تھے اور مہدی آخرالزمان کے متعلق آنے والی پیش گوئیوں کی حقیقت امت مسلمہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خروج سے پہلے نہیں سمجھی۔ انگریز حکمرانوں کی غیر مشروط اطاعت اور سلطنت برطانیہ کی خیر خواہی و خدمت نئے دَور کے مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے از بس کہ روئے زمین کے تمام مسلمان اس نئے پیغمبر کی نبوت پر ایمان نہ لانے کے باعث بارگاہ الٰہی میں مقہور و مغضوب ہو چکے ہیں لہٰذا کسی قسم کی ہمدردی کے مستحق نہیں۔ ترکی مٹتا ہے تو مٹ جائے۔ ایران فنا ہوتا ہے تو ہو جائے۔ عرب پر اغیار قبضہ جما رہے ہیں تو جمالیں اور ان ممالک میں بسنے والی مسلمان قومیں غلام بنتی ہیں تو بنتی چلی جائیں۔ اس نئے اسلام اور اس کے پیرووں کو ان سے کسی قسم کا سروکار نہیں۔''

ظاہر ہے کہ اس قسم کی تعلیم دینے والے مذہب کے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان تمام عقائد کو اور ان کے دماغوں سے ان تمام خیالات کو دُور کرنے کی سعی کی جائے جو انہیں کسی نہ کسی موقع پر برطانیہ کی استعماری کوششوں سے متصادم کرنے کے امکانات کے حامل تھے۔ جہاد، مہدی آخرالزمان کے ظہور کا انتظار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی اُمید غرض ہر وہ شے جو مسلمان کے دل میں اس مغربی استعمار سے استخلاص کی اُمید پیدا کر رہی تھی محو کرنے کی کوشش کی گئی اور اخوت اسلامی کے اس جذبہ کو جو مراکشی مسلمان کو چینی مسلمان کی تکلیف کا ساجھی بنانے والا ہے، دُور کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ ان تمام اُمور کا اعتراف مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریرات میں موجود ہے جنہیں پڑھنے کے بعد کسی شخص کو اس امر میں شبہ کی گنجائش نہیں رہ سکتی کہ قادیان کا یہ متنبّی حکومت برطانیہ کا سرکاری نبی تھا اور جو کچھ اس نے کیا وہ دین کی خاطر نہیں کیا۔ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر نہیں بل کہ اس سرکار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جس کے زیر

سایہ اسے اتنا بڑا فتنہ پھیلانے کا موقع مل گیا تھا۔ حکومت برطانیہ کے کارندے جو مہدی سوڈانی کے مقابلہ میں لشکر بھیجتے اور اسے اس قدر خطرناک سمجھتے ہیں کہ اس درویش باخدا کی ہڈیاں تک قبر سے نکال لیتے ہیں۔ اس قادیانی مہدی کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوڈان کا مہدی مسلمانوں کے ان عقائد کی ایک جیتی جاگتی مخلوق تھا جو آخری زمانہ کے فتن کے متعلق ان میں موجود ہیں اور قادیان کا مہدی اس سرکار کی اس خواہش کی پیدوار تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے مہدی آخر الزمان کے ظہور کی اُمیدیں محو ہو جائیں تا کہ ان کے لیے برطانیہ کے دُنیوی استعمار پر انحصار کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہ رہ جائے۔

قادیانیت کا سیاسی پہلو

یہ حقیقت تو اظہر من الشّمس ہے کہ قادیانی مذہب کی کوئی کل دین حقہ اسلام کے مسلمہ معیار پر پوری نہیں اُترتی اور اس امت کے بانی کی پٹاری میں بے سروپا تاویلوں اور عقل انسانی کی تذلیل کرنے والی دلیلوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ نئے عقائد جن پر مرزائے قادیانی نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے متذکرہ ذیل شقوں کے ماتحت بیان کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ نبوت کا دروازہ کھلا ہے یعنی محمد عربی کی ارادت وعقیدت کا دامن اس مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی ضرورت نہیں جو مسلمانوں میں تیرہ سو سال سے چلی آ رہی ہے اور ان کے ایمان کی صحت کی شرط اولین ہے۔

۲۔ جہاد بالسیف منسوخ کر دیا گیا یعنی مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں اپنے دینی اور دُنیوی شئون کی حفاظت کے لیے جہاد نہیں کرنا چاہیے بل کہ نئے متنبّی یعنی مرزا غلام احمد کے جہاد لسانی پر اعتماد رکھنا چاہیے جس کی امت محض مناظروں اور لفظی مجادلوں کے بل پر ساری دنیا کو فتح کر لے گی۔

۳۔ حج کے لیے کعبۃ اللہ تک جانے کی ضرورت نہیں یہ ثواب قادیان جا کر بھی حاصل ہو سکتا ہے کیوں کہ مکہ اور مدینہ کی برکات اب اس نئی ارض پر نازل ہونے لگی ہیں۔

۴۔ ایسا مہدی آخر الزمان جس کے متعلق مسلمانوں کے اندر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ وہ اس وقت اسلامی لشکروں کی قیادت کرے گا جب کفار نے چاروں طرف سے ہجوم کر کے مدینہ طیبہ اور مکہ معظّمہ پر چڑھائی کررکھی ہوگی۔ پیدا نہ ہوگا کیونکہ احادیث میں جس مہدی کے آنے کا تذکرہ موجود تھا وہ قادیان میں آچکا اور اس نے جہاد کرنے کی بجائے اسے منسوخ قرار دے دیا۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دجال کو قتل اور اس کے فتنہ کا استیصال فرمائیں گے فوت ہو چکے۔ لہٰذا وہ بھی نہیں آسکتے۔ اس ابن مریم کی جگہ قادیان کا ابن چراغ بی بی آگیا اور اس نے دجال کو اس کی اطاعت اپنے پیروؤں پر فرض قرار دے کر قتل بھی کر دیا۔

۶۔ دولت بہیہ برطانیہ کی اطاعت، فرمانبرداری، خیر خواہی اور خدمت ہر حال میں اس نئے مذہب کے پجاریوں کا مذہبی فرض ہے۔

ان ''ارکانِ ستہ'' پر مرزائیت کے قصر کا سارا ڈھانچہ قائم ہے اور اس پس منظر کو ایک آنکھ دیکھ لینے کے بعد جس کا تذکرہ میں اقساط ماسبق میں کر آیا ہوں معمولی سے معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی جان سکتا ہے کہ اس نئے مذہب کی تخلیق کے سارے ڈھونگ کا مقصد کیا ہے۔ حکومت برطانیہ کے مدبروں کو اس دَور میں اپنے مقاصد کے لئے آلۂ کار بننے والے اشخاص کی ہی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت مرزائے موصوف نے بطریق احسن پوری کردی اور یہ بات ہے کہ حکومت کی مخفی و علنی توجہات کے باوجود مسلمانانِ ہند کا ایک نہایت ہی ناقابل ذکر طبقہ مرزائے قادیان کے اس دام فریب کا شکار ہوسکا اور جن مقاصد کے لیے یہ تحریک شروع کرائی گئی تھی وہ دوسرے طریقوں سے حاصل ہو گئے۔ کوشش تو یہ تھی کہ مسلمانوں سے دنیا کے ساتھ دین کی دولت بھی چھین لی جائے لیکن مسلمانوں کی اکثریت نے دین کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور یکسر معاند و مخالف فضا کے باوجود اسے محفوظ رکھا۔ اب ذرا قادیانی سیاست نہیں بل کہ برطانوی سیاست کے اس قادیانی کارنامہ کی کسی قدر تفصیل خود مرزائے قادیانی کی زبانی سن لیجئے تا کہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ قادیانیت دراصل کوئی

مذہب نہیں بل کہ ایک سیاسی فتنہ ہے جو اغیار نے مسلمانوں کو صحیح اسلام سے دُور تر لے جانے اور اسلام کو برباد کرنے کے لیے کھڑا کیا تھا۔ مرزائے قادیانی نے ایک جگہ اپنی شان نزول اور اپنے مشن کے مقاصد یوں بیان کیے ہیں:

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔'' (تریاق القلوب، صفحہ: ۱۵، خزائن جلد ۱۵، صفحہ ۱۵۵)

اس نثر کے ساتھ نظم میں ارشاد ہوتا ہے:

''اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے''

(ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ، صفحہ ۲۶، خزائن جلد ۱۷، صفحہ ۷۷، ۸۰)

گویا اس متنبّی نے بیک جنبش قلم، محمد المہدی سوڈانی، شیخ سنوسی، غازی انور پاشا، غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور اس دَور کے سیکڑوں دوسرے مجاہدین اسلام کو خدا کا دشمن اور نبی کا منکر اس لیے بنا دیا کہ ان کی مساعی مغربی استعمار کے پھیلنے کی راہ میں حائل ہوئیں۔

قادیانی جماعت کن مقاصد کے لیے تیار کی جارہی تھی۔ اس کے متعلق مرزائے قادیانی کے ایک اشتہار کی عبارت کتاب ''الہامی قاتل'' سے نقل کی جاتی ہے:

''میرا باپ اور بھائی غدر ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کی خدمت اور گورنمنٹ کے باغیوں کا مقابلہ کر چکے ہیں اور میں بذات خود سترہ برس سے گورنمنٹ کی یہ خدمت کرتا رہا ہوں کہ بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں یہ مسئلہ شائع کر چکا ہوں کہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کو جہاد کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور میں گورنمنٹ کی پولیٹکل خدمت وحمایت کے لیے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے میں نکلے گی۔'' (الہامی قاتل، نمبر۱، جلد ۱۸، صفحہ ۵، مجموعۂ اشتہارات جلد۲، صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷)

غرض مرزائے قادیانی اپنی کتب میں جابجا گورنمنٹ کے احسانات کا تذکرہ کرتا اور اس گورنمنٹ پر اپنا یہ احسان جتاتا ہے کہ میں نے مسلمانوں کے عقیدۂ جہاد کی تردید پر اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے اور ایک درخواست میں جو مرزائے قادیانی نے اپنے وقت کے لفٹنٹ گورنر کو لکھی۔ اس امر کا صاف طور پر اعتراف بھی کر لیا کہ وہ اور اس کا خاندان اور اس کی جماعت یعنی اس کے سلسلہ کا سارا تارو پود گورنمنٹ کا خود کاشتہ پودا ہے، لکھا ہے:

''التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو ارشاد فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔''

(تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، صفحہ ۲۰، مجموعۂ اشتہارات جلد ۳، صفحہ ۲۱)

اپنی جماعت کے قیام کا مقصد ایک اور مقام پر بدیں الفاظ ظاہر کیا گیا ہے:

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد

کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔" (تبلیغ رسالت، جلد ۷، صفحہ ۱۷، مجموعۂ اشتہارات جلد ۳، صفحہ ۱۹)

"اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کیے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل وجان خیر خواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچہ "شرائط بیعت" جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔"

(ضمیمہ کتاب البریہ، صفحہ ۹، ۱۰، خزائن جلد ۱۳، صفحہ ۱۰)

ان خدمات کے علاوہ جو مرزا غلام احمد قادیانی نے مسئلہ جہاد کی مخالفت اور اسلامی عقائد کی تخریب کے سلسلہ میں سرکار کے لیے انجام دیں۔ ایک اور نمایاں خدمت کا اظہار مرزائے موصوف نے بالفاظ ذیل کیا ہے:

"قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کیے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دار الحرب قرار دیتے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ ایسے لوگوں کے نام مع پتہ ونشان یہ ہیں۔"

(تحریر مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد پنجم، ص ۱۱، مجموعۂ اشتہارات جلد ۲، صفحہ ۲۲۷)

ان کھلے ہوئے اعلانات واعترافات کے بعد کون شخص ہے جو مرزائے قادیانی کو ایک سچا مبلغ دین یا مصلح قوم خیال کر سکتا ہے اور اس کے ایک نہایت ہی خطرناک سرکاری ایجنٹ ہونے میں شبہ کر سکتا ہے جو اقتباسات میں نے مرزائے قادیانی کی تحریرات سے اوپر درج کیے ہیں وہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ اس کی کتابیں اس قسم کے اظہارات سے بھری پڑی ہیں۔ لہٰذا ان مسائل کو جو مرزائے قادیانی نے مسلمانوں کے عقائد کی تخریب کے لیے محض اس نیت سے وضع کیے کہ حکومت کی اس وقت کی پالیسی کو کامیاب کرے۔ دینی مسائل قرار

دینا اور ان کی صحت وعدم صحت کی بحث میں پڑنا تحقیق حاصل ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی حیثیت گورنمنٹ کے ایک فریب کار ایجنٹ سے زیادہ تحقیق نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا جو لوگ مذہبی حیثیت سے اس کے دام فریب کا شکار ہو چکے ہیں۔ انہیں اپنی اپنی عاقبت کی فکر کر لینی چاہیے اور ان لوگوں کو جو خوشنودی سرکار کی خاطر عمداً اس گروہ میں شامل ہو چکے ہیں اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ وہ ہر طرح سے اتمام حجت ہونے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہیں گے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو عقبیٰ کو دنیا کے لیے فروخت کر چکے ہیں اور مذہب کی ضرورت سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۔(البقرۃ:۱۶)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی پس ان کی تجارت نے انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچایا نہ انہیں ہدایت ملی۔''

خاتمہ کلام

قادیانیت کے دعاوی و مسلمات کو دین حقہ اسلام کے اُصول و مبانی کے بالمقابل رکھ کر پرکھا جائے تو معمولی سے معمولی فراست رکھنے والا انسان بھی اس حقیقت نفس الامری کو جان لیتا ہے کہ قادیانیت نہ صرف ایک نفی اسلام تحریک کا نام ہے بل کہ یہ ڈھونگ تخریب الاسلام والمسلمین کے لیے خاص مقاصد کے ماتحت رچایا گیا ہے۔ اسی امر کے پیش نظر راقم الحروف نے امت مرزائیہ کے افراد کو مخاطب کر کے یہ صلائے عام دی تھی کہ ان میں کے بہت سے اشخاص اس دجالی فتنہ کے فریب وزور کا شکار ہیں۔ لہٰذا اگر وہ دین حقہ اسلام کے کھلے ہوئے حقائق سے آگاہی حاصل کرنے کے متمنی ہیں تو اپنے اشکالات پیش کریں جن کے بارے میں ان حضرات کی قلبی تسلی اور روحانی تسکین کا بعون ایزد متعال انتظام کر دیا جائے گا۔ اس صلائے عام کے جواب میں متعدد مرزائیوں کی طرف سے استفسارات موصول ہوئے جن کا جواب دینے کے لیے یہ سلسلہ مضامین شروع کیا گیا۔ الحمد للہ والمنۃ کہ مرزائیوں کے تمام موصول شدہ سوالات کا جواب قرآن حکیم اور احادیث نبویہ سے دیا جا چکا

جس کے دوران میں ان منطقی پیچیدگیوں کا تجزیہ کر کے حق کو باطل سے ممیّز کر کے دکھانے کی کوشش کی گئی۔ راقم الحروف کی یہ کوشش کس حد تک کامیاب رہی اس کا اندازہ ان مرزائی اور غیر مرزائی اصحاب کے دل کر رہے ہوں گے جنہوں نے اس سلسلۂ مضامین کی اقساط کو بالالتزام وبالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔

اسلام کھلی ہوئی حقیقتوں کا نام ہے، اس کے تمام دعاوی بیّنات یعنی واضح حقائق ہیں جن کی شناخت کے لیے دُور از کار تاویلوں اور فلسفیانہ بحثوں میں اُلجھنے کی مطلقا کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے مقابلہ میں مرزائیت جس دین کو پیش کرنے کی مدعی ہے اس کا سارا تار و پود بے سروپا تاویلات کی اُلجھنوں پر مشتمل ہے جو انسان کے دماغ کو طرح طرح بُھول بھلیاں میں پھنسا دیتی ہے۔ میں جس طرح روز روشن کے آفتاب کی موجودگی کا یقین رکھتا ہوں اسی طرح اس امر واقعہ سے بھی آگاہ ہوں کہ قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے اکثر اکابر اپنے سلسلہ کے دجالی ڈھونگ ہونے کی حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں از بس کہ اس تحریک کا مقصد ہی مسلمانوں کے عقائد کی تخریب ہے۔ لہٰذا اس کے رہنما ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ تاویلات، کتمان حق اور طرح طرح کے اشتباہات کے بل پر دین اسلام میں رخنہ اندازی کرنے کے لیے طرح طرح کے مسائل گھڑتے رہیں اور اس طریق سے ایسے لوگوں کو جو مسلّمات دینی سے پوری طرح آگاہ نہیں گمراہ کر کے اپنے دام فریب کا شکار بناتے رہیں۔ کسی نے مرزائے قادیانی ایسے اشخاص کو مخاطب کر کے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیقِ خرے چند

راقم الحروف نے یہ سلسلۂ مضامین شروع کیا اور اس کی چند اقساط نے قادیانی کیمپ میں کھلبلی ڈالنی شروع کر دی تو ''الفضل'' قادیان نے جس کا صحیح نام ''الدجل'' ہے۔ یہ لکھا کہ کسی مرزائی نے مجھ سے یہ استفسارات نہیں کیے بل کہ میں نے اپنی طرف سے یہ سوالات گھڑ کر ان کا جواب لکھنا شروع کر دیا ہے۔ مجھے ''الدجل'' کے اس الزام کا جواب دینے کی

ضرورت ہی پیش نہیں آئی - اسے خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور دجالی مسیحیت کا یہ نمائندہ تثلیثی مسیحیت کا چولہ پہن کر خود بھی مستفسرین کی صف میں آبیٹھا۔ ابتدائی اقساط کے اشاعت پذیر ہو جانے کے بعد غالباً مرزائیوں ہی کے اصرار و مطالبہ پر ''الدجل'' نے جواب لکھنا شروع کیا لیکن وہی مدعی کاذب جو میرے سلسلۂ مضامین میں جبری تعویق ہو جانے کو میرے دماغ اور اعضاء و جوارح کے شل ہو جانے پر محمول کر رہا تھا خود لاجواب ہو کر بیٹھ گیا۔ اسلام کے اس البرز شکن گرز کی پیہم ضرب رسانی نے قادیانیوں کو اتنا بدحال کر دیا کہ انہوں نے اس کے مقابلہ میں اُٹھنے کی متعدد کوششیں کیں لیکن ہر کوشش میں ناکام و نامراد گر کر رہ گئے جو مضامین اس سلسلۂ مضامین کی بعض اقساط کے جواب میں ''الدجل'' یا دوسرے قادیانیوں نے لکھے - وہ اپنی بے سروپا تاویلات کے باعث اپنی تغلیط آپ کر رہے تھے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ میرے اس استدلال کے جواب میں جو میں نے آیت ''اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا'' (النساء:۱۵۹) سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کے متعلق بیان کیا تھا- ''الفضل'' نے یہ لکھا کہ قرآن پاک میں ''قبل موتہ'' کی جگہ ''قبل موتھم'' پڑھنا چاہیے کیوں کہ ''ابن جریر'' کی روایت کے مطابق اس آیت کی قرأت ''ھم'' کے ساتھ بھی آئی ہے۔ گویا قادیانی دعاوی کی خاطر قرآن پاک کے الفاظ میں بھی تحریف کر لی جائے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ذات باری تعالیٰ پر ہے نیز یہ کہ اگر قرآت صحیحہ برقرار رکھی جائے تو ''قبل موتہ'' کے معنی ''قبل موتھم'' کرنے چاہئیں کیوں کہ صحیح معانی سے قادیانیت کے ڈھونگ کا سارا قصر دھڑام سے زمین پر آرہتا ہے۔

اس قسم کی بے سروپا تاویلیں اور موشگافیاں جو ایک خاص مقصد کے پیش نظر کی جارہی ہیں جاری رہیں گی لیکن راقم الحروف نے قادیانیوں پر جس اتمام حجت کے لیے قلم اٹھایا تھا وہ ہو چکا۔ یہ اتمام حجت ہندوستان کے بہت سے علمائے کرام جو راقم الحروف کی بہ نسبت علم دین پر زیادہ نظر رکھتے ہیں بارہا کر چکے ہیں لیکن حق بات کو صرف وہی طبائع قبول کر سکتے

ہیں جو حق کے جویا ہوں جو لوگ جان بوجھ کر طاغوت کے گروہ میں شامل ہو چکے ہیں اور جن کی زندگیوں کا مقصد ہی دین اسلام کی تخریب ہے ان کے متعلق ہدایت کی راہ پر آنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ سلسلۂ مضامین مرزائیوں کے ان افراد کے لیے سپردقلم کیا گیا تھا جو فریب خوردہ ہیں اور فریب دہندہ نہیں اور پروردگار عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت سے فریب خوردہ مرزائیوں کی آنکھیں اس سلسلۂ مضامین کے مطالعہ سے کھل گئیں اور متعدد اشخاص ان توضیحات کی بدولت جو راقم الحروف نے کیں، راہ راست پر آگئے۔ ایسے لوگوں کے لیے جن کے قلوب میں ابھی کسی قسم کے شکوک وشبہات باقی ہوں۔ میری خدمات بدستور حاضر ہیں اور جس نکتہ یا اشکال کے متعلق وہ توضیح کے طالب ہوں اس میں ان کی تشفی وتسکین کا سامان مہیا کیا جاسکتا ہے لیکن ان لوگوں کے لیے جو جان بوجھ کر اس ضلالت پر قائم ہیں۔ اللہ کی بطش شدید کے سوا میرے پاس کوئی دلیل نہیں وہ جس کا شکار ہو کر رہیں گے۔

تشکر واعتراف

مجھے اپنی کوتاہیوں کا پورا پورا اعتراف ہے۔ میں اس موقع پر ابوالحسنات مولانا حکیم سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان، مولانا عبدالحنان صاحب خطیب مسجد آسٹریلیا، مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد دروازہ شیرانوالہ کی توجہات کریمانہ کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بعض مسائل کی توضیح اور بعض حوالوں کی فراہمی میں اس ہیچ میرز کی امداد فرمانے سے دریغ سے کام نہیں لیا۔ اس امر کا اعتراف واعلان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس سلسلۂ مضامین کا یہ تاریخی عنوان یعنی **"قادیانیت کے کاسۂ سر پر اسلام کے البرز شکن گرز کی ضرب کاری"** میرے اپنے تصرفات کا نتیجہ نہیں بل کہ مولانا ظفر علی خان صاحب امتیاز "زمیندار" کا قائم کردہ ہے جو انہوں نے میرے ایک مضمون پر جو میں نے صوفیائے کرام کے شطحیات اور مرزائے قادیانی کی خرافات کے موضوع پر زمیندار کے لیے لکھا تھا۔ اظہار پسندیدگی کے طور پر جمایا تھا۔

صوفیائے عظام کی شطحیات اور مرزائے قادیانی کے اقوال

فرقۂ ضالہ مرزائیہ کی طرف سے عموماً اور اس کی شاخ لاہور کی طرف سے خصوصاً مرزا غلام احمد قادیانی کی ان شطحیات کے متعلق جن میں مرزا قادیانی آنجہانی نے اپنے کو اولوالعزم انبیائے علیہم السلام اور صحابہ کرام پر فضیلت دے کر مختلف قسم کی شیخیاں بگھاری ہیں اور جو ان کی منثور و منظوم تصنیفات میں جا بجا پائی جاتی ہیں- جواز کی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اس قسم کی باتیں اکثر ذی مرتبت صوفیائے کرام کے ساتھ بھی منسوب ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان ایسے بیہودہ اقوال کو سن کر مرزا قادیانی پر زندیق وضال ہونے کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں اور ان صوفیائے کرام کو ہمیشہ عزت واحترام کے جذبات سے یاد کرتے ہیں۔

پچھلے دنوں مدیر ''بہرہ فکاہات'' مولانا چراغ حسن حسرت اور مرزائیوں کی شاخ لاہور کے اخبار ''پیغام صلح'' کے مابین برسبیل تذکرہ یہی بحث چھڑ گئی تھی اور مولانا چراغ حسن صاحب نے لکھا تھا کہ ان اقوال میں جو صوفیائے کرام کی طرف منسوب کیے جا رہے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کی یاوہ گوئی میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ مقتدر صوفیائے کرام کی طرف جو باتیں منسوب کی جا رہی ہیں وہ شاذ، غیر معتبر اور غیر مصدقہ ہیں نیز ان کے متعلق خود ذی بصیرت و ذی علم صوفیائے کرام کی یہ رائے ہے کہ اگر بفرض محال ان اقوال کی صحت تسلیم بھی لی جائے تو ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ اقوال ان صوفیاء کی زبانوں سے عرفان الٰہی کی جستجو کی راہ میں سیر سلوک کی بعض پست منازل پر غلبہ جذب وسکر کے عالم میں سرزد ہوئے یا شیطان کے تصرف نے عالم بے خودی میں ان سے وہ الفاظ کہلائے جن پر سکر سے صحو میں آنے کے بعد انہوں نے توبہ کر لی جو صوفیا اسی حال میں گرفتار رہے اور کفر طریقت کی حالت میں مر گئے۔ ان کا معاملہ بروز محشر خدائے عزوجل کے ساتھ ہے۔ ان حضرات نے کبھی اس امر پر اصرار نہیں کیا کہ عامتہ المسلمین سے اپنی اُلوہیت یا

ربوبیت، نبوت یا مجددیت و مسیحیت تسلیم کرائیں یا اپنے ان اقوال کو مستقل دعاوی کی شکل دے کر لوگوں میں اپنی برتری اور فضیلت قائم کرنے کے لیے انہیں اپنی زندگی کا مشن قرار دے لیں۔ اس کے برعکس مرزا غلام احمد کے ہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اس شخص نے بقائمی ہوش وحواس خمسہ ایسے ایسے دعاوی کیے ہیں اور زندگی بھر ان کی صداقت پر اور انہیں دوسروں سے منوانے کے لیے پیہم اصرار کیا ہے جن میں سے ہر ایک بجائے خود انسان کو اسلام سے بعید اور ایمان سے دُور لے جانے والا ہے۔ ان میں سے چند ایک جن سے عامتہ المسلمین کا بچہ بچہ آگاہ ہو چکا ہے حسب ذیل ہیں:

ا۔ "انت منی و انا منك و انت منی بمنزلة اولادی" یعنی تو مجھ سے اور میں تجھ سے اور تو مجھے میری اولاد کی مانند ہے"۔ (دافع البلاء، صفحہ ۶، خزائن جلد ۱۸، صفحہ ۲۲۷)

۲۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام، صفحہ ۱۵۸، خزائن جلد ۳، صفحہ ۱۸۰)

۳۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء، صفحہ ۲۰، خزائن جلد ۱۸، صفحہ ۲۴۰)

۴۔

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب، صفحہ ۳، خزائن جلد ۱۵، صفحہ ۱۳۴)

۵۔ جو کوئی میری جماعت میں داخل ہوا۔ درحقیقت وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں داخل ہوا۔ (خطبۂ الہامیہ، صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹)

۶۔آسمان سے کئی تخت اُترے سب سے اونچا میرا تخت بچھایا گیا۔(تذکرہ:۳۳۹)

۷۔"لولاك لما خلقت الا فلاك ۔" (البشریٰ،جلد۲،صفحہ:۱۱۲)

۸۔"انت اسمی الا علیٰ"(تذکرہ:۳۹۲)

۹۔پس اے ناظرین میں قصر نبوت کی وہی آخری اینٹ ہوں۔
(خطبۂ الہامیہ:۱۷۸)

۱۰۔ہر نبی میں جو الگ الگ کمالات تھے وہ سب مجموعہ مجھ میں ہے۔(ملفوظات احمدیہ،جلد۴،صفحہ:۱۴۲)

۱۱۔

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

(نزول المسیح،صفحہ۹۹،خزائن جلد۱۸،صفحہ۴۷۷)

۱۲۔میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔پھر میں نے ایک آسمان بنایا اور زمین بنائی۔(آئینۂ کمالات اسلام، صفحہ۵۶۴،۵۶۵)

وغیر ذلك من الهفوات والخرافات والهذیانات۔ جن سے مرزا کی تصانیف پٹی پڑی ہیں۔

مرزائے قادیانی کی اس یاوہ گوئی کے مقابلہ میں صوفیائے کرام کے جو اقوال پیش کیے جارہے ہیں۔ان میں سے ایک تو منصور حلاج کا نعرہ "انا الحق" ہے۔دوسرے حضرت شبلی کا قول ہے:"لیس فی جبتی سوی الله" حضرت بایزید بسطامی کا قول "سبحانی ما اعظم شانی" حضرت بایزید بسطامی کی طرف منسوب کیا ہوا فقرہ "لوای رفع من لوائے محمد" حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول "قدمی علیٰ رقبة کل ولی الله" اور اسی قسم کے دوسرے اقوال ہیں جن کے متعلق صوفیائے کبیر وعارفین حقیقت کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اس قسم کے اقوال ان حضرات سے جذب کے عالم میں سرزد ہوئے۔ سیر سلوک کی راہ کے مخاطر ومہالک سے باخبر بزرگ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ

احمد سرہندی علیہ الرحمتہ نے اپنے مکتوبات میں جا بجا صوفیائے کرام کی شطحیات پر تبصرے کیے ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ عبارتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

مکتوب ۴۳ دفتر اوّل: اگر کوئی کہے کہ متقدمین مشائخ میں سے بعض کی عبارتوں میں بھی ایسے الفاظ واقع ہیں جن سے صاف طور پر توحید وجودی ثابت ہوتی ہے تو وہ اس بات پر محمول ہیں کہ ابتداء میں علم الیقین کے مقام میں ان سے اسی قسم کے الفاظ سرزد ہوئے ہیں اور آخر کار ان کو اسی مقام سے گزار کر عین الیقین تک لے گئے ہیں۔

مکتوب ۲۰۲ دفتر اوّل: دوسرے یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل۔

مکتوب ۸۰ دفتر دوم: آپ نے ''تمہید عین القضات'' کی عبارت کے معنی پوچھے تھے کہ اس میں ہے کہ جس کو تم خدا جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور جس کو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہوں وہ ہمارے نزدیک خدا ہے۔

میرے مخدوم! اس قسم کی عبارتیں جو توحید واتحاد کی خبر دیتی ہیں سکر کے غلبوں میں جو مرتبہ جمع ہے اور جس کو کفر طریقت سے تعبیر کرتے ہیں مشائخ قدس سرہم سے بہت صادر ہوتی ہیں۔ اس وقت دوئی اور تمیز ان کی نظر سے دُور ہو جاتی ہے۔

مکتوب ۹۵ دفتر دوم: آپ کا صحیفہ شریفہ پہنچا جس میں صوفیہ کی بعض باتوں کی نسبت استفسار درج تھا۔ ان تمام سوالوں کے حل میں مجمل کلام یہ ہے کہ جس طرح شریعت میں کفر واسلام ہے طریقت میں بھی کفر واسلام ہے۔ جس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت ونقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے۔ اسی طرح طریقت میں بھی کفر سراسر نقص اور اسلام سراسر کمال ہے۔

اگر کوئی شخص اس حال کے حاصل ہونے اور درجہ کمال اوّل تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کی کلام کرتا ہے اور سب کو حق اور صراط مستقیم پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز

نہیں کرتا تو ایسا شخص زندیق وملحد ہے۔

مکتوب ۴۳ دفتر سوم: قول "انا الحق قول سبحانی "قول "لیس فی حبی سوی اللہ" وغیرہ شطحیات سب اس مرتبہ جمع کے درخت کے پھل ہیں۔ اس قسم کی باتوں کا باعث محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ ہے یعنی سالک کی نظر سے محبوب کے سوا سب کچھ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محبوب کے سوا اس کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اس مقام کو "مقام حیرت" بھی کہتے ہیں۔

مرزائے قادیانی کی ہفوات

اس کے بالکل برعکس مرزائے قادیانی کی ہفوات اوّل تو اس جذب وسکر کا پتہ نہیں دیتیں جن سے ان کا مغلوب الاحوال ہونا اور اس قسم کے کلمات بولنا ظاہر ہو کیوں کہ ان میں انبیاء کرام علیہم السلام پر جا بجا اپنی فوقیت ظاہر کی گئی ہے جو صوفیاء کی شطحیات میں نظر نہیں آتی۔ وہاں معاملہ ہی دوسرا ہے اور یہاں محض نقالی اور حد سے بڑھی ہوئی نقالی ہے جو عامی سے عامی شخص کو بھی صاف نظر آرہی ہے۔ اس کے علاوہ مرزائے قادیان کے ہاں ان زندیقانہ دعاوی پر اصرار اور انہیں اپنے مریدوں سے منوانے کی پیہم کوشش نظر آرہی ہے۔ جو صوفیائے کرام کے ہاں موجود نہیں۔ صوفیائے عظام کے احوال ان کی ذات تک تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ مخلوق خداوندی سے اپنی اُلوہیت، نبوت یا مسیحیت کا اعتراف کرائیں نہ انہوں نے ان شطحیات کے مطالب کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مشن بنایا ہے جو مرزا قادیانی کے ہاں بدرجۂ اتم موجود ہے لہٰذا مرزا کی ہفوات کو صوفیائے کرام کی شطحیات سے تطبیق دینا کسی لحاظ سے بھی جائز نہیں۔

مقام سکر و مقام صحو

ممکن ہے کہ مرزائی حضرات یہ کہیں کہ مرزا کی یہ ہفوات بھی ان کے عالم سکر کا نتیجہ ہیں لیکن ان کا یہی قول مرزا کے تمام دعاوی نبوت و مسیحیت ومجددیت کے قصر کو دھڑام سے زمین پر گرادینے کے لیے کافی ہے کیوں کہ مرزا کے متعلق یہ کہا جاتا ہے اور خود اس کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ وہ فرائض نبوت کی تکمیل کے لیے مامور ہوا ہے۔ اپنے دعاوی کے لحاظ سے

وہ ان مردان خدا کی صف میں آنے کا خواہاں نہیں جو محبوب حقیقی کے ساتھ انفرادی طور پر واصل ہونے کے مقصد بلند پر اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں اور اس سیر میں انہیں جذب وسلوک سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ سکر و بیخودی میں سے بھی گذرنا پڑتا ہے۔ فنا و بقا کی منزلیں بھی طے کرنی پڑتی ہیں جن سب کے احوال و مشاہدات جدا جدا ہیں اور بہر حال ان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرزا بندگان خ ' کی ہدایت و رہنمائی کا مدعی ہے اور ایسے شخص کے لیے صحو از بس لازمی ہے۔ مجذوب اور سکر زدہ صوفی دوسروں کی رہنمائی نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ وہ خود دریائے حیرت میں غرق ہوتا ہے اور بعض ایسے کلمات بھی اس کی زبان سے نکل جاتے ہیں جن پر اس کے مرفوع الحال ہونے کے باعث نہ شریعت مواخذہ کرتی ہے اور نہ بندگان خدا کو ان سے تعرض کی ضرورت ہے جو بزرگ فرائض نبوت کو انجام دیتے ہیں۔ ان کا کوئی حال ان کا کوئی کلمہ ان کی کوئی حرکت و جنبش شریعت سے باہر نہیں ہوسکتی۔ چہ جائیکہ وہ اپنے آپ کو بیک وقت حضرت باری تعالیٰ کا باپ اور فرزند بھی ظاہر کریں اور اپنے کو اُولوالعزم انبیائے کرام سے افضل بھی جتائیں نیز اس پر اصرار سے کام لیں۔ سکر مقام ولایت کی خصوصیت ہے اور صحو فرائض نبوت کی تکمیل و بجا آوری کے لیے لازمی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوب ۹۵ دفتر اوّل میں سکر و صحو کے مقامات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ جو کچھ احکام سکر یہ سے ہے مقام ولایت سے ہے اور جو کچھ صحو سے ہے۔ مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے کہ انبیائے علیہم السلام کے کامل تابعداروں کو بھی تابعداری کے طور پر صحو کے باعث اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔''

پس مرزائے قادیانی کے متبعین اگر اپنے پیرو مرشد کے ادعائے نبوت و مسیحیت کو ظل و بروز کا مقام دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ امت محمدیہ میں منشائے نبوت و رسالت کی تکمیل کا فرض بجا لا رہے تھے تو وہ یہ کہہ کر اپنا اور اپنے مرشد کا دامن نہیں چھڑا سکتے کہ اس کی ہفوات سکر کا نتیجہ تھیں کیوں کہ ایسے شخص کے لیے صحو اور صحو مستمر نہایت ضروری ہے۔ اگر مرزا ان کے

عقیدہ کے مطابق مجذوب تھا تو اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے اور اس کی ہفوات کی پیروی کر کے جن کے لیے وہ زندگی بھر تائب نہیں ہوا اور کفر شریعت و کفر طریقت کے حال میں مرا، اپنے ایمان کو خراب نہیں کرنا چاہیے۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ مرزا نہ مجذوب تھا نہ سالک، اسے ان راستوں کی ہوا تک نہیں لگی۔ اس نے محض نقالی کر کے اپنے ایمان کو بھی برباد کیا اور دوسروں کے لیے بھی ضلالت و گمراہی کی راہیں کھول دیں۔ مرزا کی ہفوات کی کیفیت اور ان کی کثرت ادعا کا تحکم اور ان گمراہیوں پر اصرار ہی یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ مفتری اور کذاب تھا اور اسے شریعت غرائے اسلامیہ کے مواخذہ سے بچانے کے لیے کسی قسم کی تاویلات کام نہیں دے سکتیں۔

بندگان خدا کا مسلک

اس موقعہ پر اس مشہور داستان کی طرف اشارہ کرنا بے جا نہ ہوگا جس میں حضرت غوث علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور جگراؤں ضلع لدھیانہ کے ایک (مست) میاں محکم الدین کی ملاقات کا حال درج کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو جائے گا کہ طالبان معرفت وحقیقت کا مسلک ایسی شطحیات کے متعلق کیا ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

روایت کی گئی ہے کہ حضرت غوث علی شاہ جب میاں محکم الدین کی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے ان کا اسم گرامی دریافت کیا کیوں کہ میاں صاحب موصوف مجذوب تھے اور کسی کو ان کے نام کا علم نہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرا نام خدا ہے۔ اس پر شاہ صاحب خاموش ہو گئے۔ چند لمحہ کے بعد میاں محکم الدین نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ جس کا جواب شاہ صاحب نے اپنے مخصوص ظریفانہ انداز میں یہ دیا کہ اچھے خدا ہو جو اپنے بندوں کے ناموں سے بھی واقف نہیں۔ اس پر میاں محکم الدین نے بڑانا شروع کر دیا کہ تمہارا نام غوث علی باپ کا نام یہ، پردادا کا نام یہ۔ شاہ صاحب نے مجذوب کو ایک اور ایسی ہی چبھتی ہوئی بات کہہ کر روک دیا کہ صاحب رہنے دیجئے۔ معلوم ہو گیا کہ آپ رملی خدا ہیں۔ جب تک رمل نہیں پھینکتے آپ کو کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد میاں محکم الدین نے شاہ صاحب سے اپنی رسالت کا اقرار لینا چاہا۔ کیونکہ اُلوہیت تسلیم کرانے کے امتحان سے وہ صاف نکل گئے تھے اور کہا کہ محکم الدین رسول اللہ کہو۔ اس پر شاہ صاحب نے جو جواب دیا وہ ہر مسلمان کو اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ حضرت! کرم فرمایئے۔ رسول تو مدینے والے ہی کو رہنے دیجئے، وہاں آپ کی دال نہیں گل سکتی۔ وہی خدائی کا دعویٰ کیجئے کیوں کہ آپ سے پہلے بہتیرے فرعون، نمرود اور شدّاد یہ دعویٰ کر چکے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی حال میں ہو اُلوہیت کا دعویٰ کرنے سے ویسا ہی مردود ہو جاتا ہے جیسے کہ ''فراعنہ'' اور ''نمارده'' مردود ہو چکے ہیں لیکن نبوت کا دعویدار اور وہ بھی حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد اور اس کے علی الرغم ''چہ از روئے شریعت وچہ از روئے طریقت''۔ مرزا کو جو مسیح وکلیم ومحمد واحمد ہونے کا مدعی ہے۔ اضل واکفر نہ سمجھا جائے تو اور کیا سمجھا جائے۔

مادی عوامل پر انسان کی روحانیات کا اثر

مرزائے قادیان کی پیش گوئیوں پر ایک تنقیدی نظر

ایک عامی سے عامی مسلمان جو قرآن پاک کے مطالب ومضامین کو دُور از کار تاویلوں اور موشگافیوں کے بغیر سیدھے سادے طریق سے سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ان قوموں اور آبادیوں کے عبرتناک انجام سے بے خبر نہیں جن کا عصیان وطغیان عذاب وعتاب الٰہی کو جوش میں لانے پر منتج ہوا جن کے عقائد واعمال کی ظلمتیں اپنے منتہائے عروج کو پہنچنے کے بعد انہیں اس ہولناک انجام تک پہنچانے کا سبب بنیں کہ اُجڑی ہوئی بستیوں کے مٹی اور ریت کے نیچے دبے ہوئے آثار اور ان کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشیوں کے بکھرے ہوئے افسانوں کے سوا ان کی یاد تک دلانے والی کوئی چیز باقی نہ رہی اور یہ بھی اس لیے کہ نوع انسانی کی بعد میں آنے والی نسلیں ان کے احوال پر غور کر کے درس عبرت حاصل کر سکیں اور اگر انہیں اپنی فلاح وبہبود منظور ہو تو تمدن وعمران کی اس شاہراہ پر گامزن ہوں جو انہیں

دُنیوی اور اُخروی سعادتوں تک پہنچانے والی ہے اور جسے جاننے کے لیے کوئی بہت زیادہ عمیق فکر اور اُلجھے ہوئے استدلال کی ضرورت نہیں۔

اسلام کے نام لیوا جانتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ کی رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ شرک اور بت پرستی کی گمراہیوں میں پڑ کر معمورہ عالم کو طرح طرح کے فسق وفجور سے معمور کر دیا اور پکارنے والے کی پکار کو نہ سنا تو اس پر زمین کے شگاف اور آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔ جن کی راہوں سے پانی کے ایک ہیبت ناک طوفان نے حملہ کر کے تمام انسانی آبادیوں کو ڈھانپ لیا اور خدا کی ہستی سے انکار اور اس کے احکام سے سرکشی کرنے والے لوگوں کو نیست ونابود کر دیا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ قوم عاد کو ان کی سرکشی اور فتنہ انگیزی کی بناء پر سزا دینے کے لیے خدائے ذوالجلال کا قہر آٹھ دن مسلسل چلنے والی تیز آندھی کی شکل میں نازل ہوا جس نے اس قوم کے تمام گردن فرازوں کو ناگہانی موت کی نیند سُلا دیا۔ اس کے بعد جب ثمود کی قوم کو ان کے اعمال کی سزا دینے کا وقت آیا تو ان کی پیٹھ پر قدرت کا تادیبی اور تخریبی تازیانہ خوفناک گرج اور بجلی کی صورت میں لگا۔ جس نے آناً فاناً ان سب کو بے جان کر کے رکھ دیا۔ سدوم اور عمورہ کے لوگوں نے جب فسق وفجور میں یہاں تک غلو سے کام لیا کہ خلاف وضع فطرت جرائم کے مرتکب ہونے لگے تو ان کی بستیاں زلزلہ کے ہلاکت خیز جھٹکوں اور آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ سے اُچھل اُچھل کر گرنے والے سنگریزوں کی بے پناہ بارش سے تباہ ہوگئیں۔ مدائن کے لوگوں کی بدمعاملگی جب ناقابل علاج ثابت ہوئی تو ان کو دھوئیں اور ابر کی گھنگھور گھٹاؤں نے گھیر لیا اور زلزلہ نے آکر ان کی عمرانی اور انفرادی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا۔ سبا والوں کی بستیاں پہاڑوں پر سے اُمنڈ اُمنڈ کر آنے والے سیل رواں کے سامنے بہ گئیں اور وہ ملک جو سرسبزی اور شادابی میں نظیر نہ رکھتا تھا لق ودق صحرا بن کر رہ گیا۔ جس میں باغوں اور کھیتوں کی جگہ بیریاں اور جھاڑیاں اگ آئیں۔ فرعون مصر کو اس کی سرکشی کی سزا یوں ملی کہ دریائے قدیم کا وہی پانی جس نے پایاب ہو کر بنی اسرائیل کو گذرنے کے لیے راہ دے دی تھی۔ اس کے لشکروں کو اپنی ہولناک لپیٹ میں لینے کے لیے منہ تک چڑھ گیا۔

غرض نوع انسانی کی تاریخ کے یہ عبرت انگیز اور ہولناک واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ انسان کو اس کی بداعمالیوں کی سزا دینے کے لیے قدرت کے ظاہری اور مخفی عوامل میں سے کوئی ایک عامل وقت پر جوش میں آجاتا ہے اور اپنا کام کر جاتا ہے۔ عوامل قدرت کے ہاتھوں تباہ ہونے والی اقوام کی خدانا ترسی اور ان کے اخلاقی تسفل کے حالات ہمیں صحائف آسمانی کے علاوہ دوسرے تاریخی شواہد سے بھی مل رہے ہیں اور عتیقیات سے خضر حاضر کی دلچسپیاں جس قدر بڑھ رہی ہیں اسی قدر ان کی سیہ کاریوں اور فتنہ پردازیوں اور ان کے مظالم ومصائب کے حالات روشنی میں آرہے ہیں اور عصر حاضر کا انسان اس بے لوث صداقت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہورہا ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل خدائے وحدہ لاشریک نے حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے نوع انسان پر پوری پوری وضاحت کے ساتھ بیان کردی تھی کہ دنیا میں قوموں کے عروج وزوال اور ان کے فنا وبقاء کا راز کس چیز میں مضمر ہے؟

اس کے علاوہ" القدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ " پر ایمان رکھنے والی امت کے افراد جانتے ہیں کہ آفات ارضی وسماوی کے نزول میں سرکشوں کو سزا دینے کے علاوہ خدائے لایزال کی بعض دوسری مصلحتیں بھی مضمر ہوتی ہیں جن کا تعلق نیک بندوں کے امتحان، ان کے ایمان کے استحکام ان کے مدارج روحانی کی ترقی اور غفلت شعار بندوں کے لیے انتباہ کا سامان مہیا کرنے سے ہے اور جس پر قرآن کریم کی آیت

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ:۱۵۵،۱۵۶)

[اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوش خبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا]

نفسی اور آفاقی مصائب سے انبیائے کرام علیہم السلام اور امت محمدیہ کے صلحائے

عظام کو بسا اوقات سامنا ہوا اور امت مسلمہ کو اجتماعی حیثیت سے بھی بارہا خدائے بزرگ و برتر کے بھیجے ہوئے امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا ہے لیکن حضرت ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت اس فنا آموز تباہی و بربادی سے اس لیے محفوظ ہے کہ اس نے ہادی برحق کے پیغام پر لبیک کہا اور ان سرکش اقوام کی طرح خدا کے احکام سے رُوگردانی نہیں کی جو اپنے کفران وعصیان کے باعث صفحۂ ہستی سے نیست ونابود ہو گئیں کیوں کہ عوامل قدرت کی ہمہ سوز قہر پاشیاں تو ان لوگوں کے لیے مختص تھیں جنھوں نے پکارنے والوں کی پکار کو سنا لیکن اس کی تکذیب کے مرتکب ہوئے۔ قرآن حکیم کے خدا کا آخری پیغام اور رسول کریم کے "خاتم النبیین" ہونے کے معنی یہی ہیں کہ تا قیام قیامت ان دو صداقتوں پر ایمان رکھنے والے لوگ ناپید نہ ہوں گے اور اسی لیے کسی اور بشیر ونذیر کے آنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی اور جب خدا کے آخری نبی کے توسط سے ملنے والے خدا کے آخری پیغام پر ایمان رکھنے والا ایک شخص بھی باقی نہ رہے گا تو حسب دستور سابق خدا کو کسی مرسل کے بھیجنے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ اس نوع انسانی کو اس آخری امتحان سے دوچار کر دیا جائے گا جس کو " زلزلة الساعة"، "قیامة"، "طامة الکبریٰ"، "جاثیة"، "واقعة"، " قارعة "اور اس قسم کے دوسرے ناموں سے پکارا گیا ہے اور جس کے نزدیک آنے کی خبر پورے پورے وثوق اور وضاحت کے ساتھ صرف خدائے ذوالجلال کے امی النبی نے دی ہے جو "خاتم المرسلین" ہے۔

(۲)

یہی وہ اسلامی معتقدات ہیں جن کی طرف میں نے گاندھی اور ٹیگور کی اس فلسفیانہ بحث کو درج اخبار کرتے ہوئے ایک مختصر سے تمہیدی نوٹ میں اشارہ کیا تھا جو ان کے درمیان زلزلہ بہار اور اس کے اخلاقی روحانی اور مادی اسباب وعلل کے بارے میں شروع ہو گئی تھی میں نے لکھا تھا:

"مہاتما گاندھی نے "زلزلہ بہار" کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ زلزلہ اہل ہند کے ان گناہوں کا نتیجہ ہے جو ان سے چھوت چھات کی شکل میں انسانی حقوق کو

پامال کرنے کے باعث سرزد ہورہے ہیں۔ اس پر بنگالی شاعر ڈاکٹر ٹیگور نے فلسفیانہ خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مادی عوامل ومظاہر کو انسان کے اخلاق سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ایسے حادثات محض قوائے قدرت کے غیر معمولی اجتماع کا اتفاقی نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں گاندھی جی نے اپنے عقیدہ پر اصرار کرتے ہوئے ایک مضمون لکھا ہے۔ جسے ہم قارئین زمیندار کی خدمت میں اس لیے پیش کرتے ہیں کہ وہ دیکھیں کہ قرآن پاک کے مطالعہ نے گاندھی جی کے خیالات کو اسلام سے کس قدر قریب کردیا ہے۔ زلزلہ کی نوع کے حوادث اور ارضی وسماوی بلاؤں کے نزول کے متعلق خواہ وہ انفسی ہوں یا آفاقی، انفرادی ہوں یا اجتماعی ایک معمولی سے معمولی مسلمان بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ قدرت کی طرف سے انسان کے لیے سزا یا انتباہ یا آزمائش یا تزکیہ نفس وترقی مدارج روح کے لئے ایک تازیانہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور کائنات کی کوئی بات یونہی بے مقصد واقع نہیں ہوتی جیسے کہ ٹیگور کا خیال ہے بل کہ ہر جنبش اور ہر حرکت میں خدائے ذوالجلال کا کوئی مقصد پوشیدہ ہوتا ہے جسے سمجھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ گاندھی جی نے اسی اسلامی عقیدے پر اصرار کیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ایمان وحکمت کے جو موتی ہمارے ہاں عوام الناس میں ارزاں ہو چکے ہیں ان پر غیر مذاہب کے فلاسفر ابھی تک فلسفیانہ بحثیں کررہے ہیں اور انہیں سمجھنا چاہتے ہیں۔"

(۳)

میرے اس شذرہ پر لاہوری مرزائیوں کے اخبار "پیغام صلح" میں مرزائے قادیانی کے ایک مقلد خان صاحب چوہدری محمد منظور الٰہی نے زلزلہ بہار کو مرزا کی صداقت کا نشان قرار دیتے ہوئے ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے جس کا عنوان "زمیندار اینڈ کو گاندھی جی کے قدموں میں" دیا گیا ہے۔ مرزائے قادیانی کی امت کو جھوٹ بولنے، واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے اور لاطائل تاویلوں سے کام لینے میں جو مہارت حاصل ہے وہ کسی پڑھے لکھے

انسان سے مخفی نہیں۔ میرا مقصد جیسا کہ شذرہ مذکور بالا کی عبارت سے ظاہر ہے اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انسان کے روحانی ترفع وتسفل سے کائنات کے مادی عوامل کا گہرا تعلق ہونے کے مسئلہ پر ٹیگور کی بہ نسبت گاندھی کے خیالات اسلامی عقائد سے زیادہ قریب ہیں کیونکہ گاندھی نے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا ہے۔ گاندھی نے لکھا تھا کہ میرا ایمان ہے کہ مادی دنیا میں کوئی حادثہ خدا کی مرضی اوراس کے ارادہ کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوسکتا اور خدا انسان کو بلاوجہ سزا یا مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ اس کے ہر کام میں کوئی حکمت مضمر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں ذاتی طور پر زلزلہ بہار کو ہندوؤں کے ان گناہوں کا نتیجہ سمجھ رہا ہوں جو چھوت چھات کی بدولت نوع انسانی کے ایک طبقہ پر ظلم کرنے کی شکل میں ان سے سرزد ہورہے ہیں اور میں محسوس کرتا ہوں کہ روح اور مادہ کے درمیان ایک ناقابل انفصال ازدواجی تعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ ارضی وسماوی آفات کے نزول کے معاملہ میں گاندھی جی کے خیالات فلسفہ اسلام سے اقرب ہیں اور ان کے ضمیر پر آفتاب صداقت کی ضیاء اگر پورے طور پر نہیں تو بہت بڑی حد تک شعاع افگن ہوچکی ہے لیکن میرا یہ کہنا کہ گاندھی جی کے خیالات پر قرآن پاک کے مطالعہ کا اثر نظر آرہا ہے۔ زمیندار اینڈ کو کے قدموں میں سر رکھنے کے مرادف کیونکر ہوگیا اور مسیحی خلافت کی وہ کون سی اُندلسی منطق ہے جو اس اظہار کو گاندھی جی کے چرنوں میں گرنے سے تعبیر کررہی ہے۔

عالم روحانیات اور عالم مادیات کے باہمی تعلق اوران پر عوالم جبروت ولاہوت کے ارادوں کے اثرات کے متعلق امت مسلمہ کے عارفین حق جن نتائج پر پہنچے ہیں وہ کچھ اور ہی ہیں اور میں ان کا ذکر اس بحث میں لانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کیونکہ اس وقت میرا روئے سخن مرزائیوں سے ہے جنہیں اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی۔ صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ اسلامی فلسفہ کے نزدیک عالم مادیات عالم روحانیات کا اور عالم روحانیات اس کے پرے کے عوالم کا تابع ہے جن کا سراذات بحث کے ''غیر متکیف بکیفیة ما'' عالم سے جاملتا ہے۔

(۴)

''پیغام صلح'' کے مرزائی مضمون نگار کا مقصد اس تحریر سے یہ ہے کہ ہم نے آنکھیں بند کر کے ان کے اس دعویٰ کو تسلیم کیوں نہیں کر لیا کہ بہار کے لوگوں پر زلزلہ کی یہ ناگہانی آفت محض اس لیے نازل ہوئی ہے کہ اہل عالم نے اس کے قادیانی پیشوا کی مسیحیت ومہدویت یا مجددیت ومحدثیت کو تسلیم نہیں کیا۔ مرزائے قادیانی کے اقوال واعمال میں اگر کوئی معقول بات نظر آئے تو مجھے اسے معقول کہنے میں کبھی تامل نہ ہوگا لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کی تحریرات کی بُھول بھلیاں اہل خرد واہل نظر کے نزدیک خرافات کے ایک طومار سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور اس کے عجیب وغریب دعاوی محض اس لیے صحیح قرار نہیں دیے جاسکتے کہ بہار میں یا جاپان میں یا امریکہ یا دنیا کے کسی اور خطہ میں پے بہ پے زلزلے آرہے ہیں اور اہل عالم پر دیگر اقوام کی ارضی وسماوی یا انفسی وآفاقی آفات نازل ہو رہی ہیں۔ اس قسم کے حوادث مرزائے قادیانی کے خروج سے پہلے بھی واقع ہوتے رہے ہیں اور تاقیام قیامت واقع ہوتے رہیں گے اور جن لوگوں کو مبدٔ فیاض سے فراست ایمانی عطا ہوچکی ہے۔ وہ اس نوع کے حوادث کے اسباب وعلل سے بھی بخوبی آگاہ ہیں اور جانتے ہیں کہ قیامت تک کے عرصہ کے لئے جس بشیر اور نذیر کو آنا تھا وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود قدسی کی شکل میں آچکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا کے کسی گوشہ اور نوع انسانی کے کسی طبقہ کے لیے کسی اور بشیر ونذیر کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیوں کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی برپا کی ہوئی امت وسطیٰ ہی علل عالم پر شاہد اور نوع انسانی کے لیے بشیر ونذیر ہے اور ہر سچا مسلمان اپنے وجود اور اپنے اعمال صالحہ سے ان لوگوں پر اتمام حجت کر رہا ہے جو ابھی ایمان وایقان کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہوئے جب تک حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش موجود ہیں نوع انسان پر ویسی ہلاکت آفریں تباہی نہیں آسکتی جس نے نوح، عاد، ثمود اور مدین کی اقوام کو بے نشان کر دیا تھا کیوں کہ غلامان محمد کے ایمان اور ان کے اعمال صالح کے روحانی موثرات ان مادی عناصر کو قابو میں رکھنے کے لیے کافی ہیں جنہیں نوع انسانی کا عصیان جوش میں لانے کا موجب بنا

کرتا ہے۔ ہمیں بتایا جاچکا ہے کہ جب تک سطح ارضی پر ایک بھی مرد مومن باقی ہے نوع انسانی تباہ نہیں ہوسکتی اور جب دنیا ایمان داروں سے خالی ہوجائے گی تو نوع انسانی کے لیے آخری قیامت آجائے گی کیوں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نوع انسانی کی ہدایت کے لئے کسی رسول کے بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی پس زلزلہ بہار کی نوع کے حوادث کو انسان کے عصیان کا نتیجہ اور قدرت کی طرف سے انتباہ تو کہا جاسکتا ہے لیکن اسے خود ساختہ مدعی نبوت ومجددیت کی صداقت کا نشان قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۵)

زلازل اور اسی قسم کے دیگر حوادث کو مرزائے قادیانی کی صداقت کا نشان قرار دینے میں ''اندلسی'' اور ''دمشقی'' مرزائی یعنی مرزائیوں کی قادیانی اور لاہوری گدیاں متفق اللسان ہیں حالاں کہ قادیانی مرزا کو نبی اور لاہوری اسے مجدد یا محدث قرار دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ کسی ''مجدد یا محدث'' کے لیے اپنی مجددیت ومحدثیت کا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ مظاہر قدرت کو اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لیے اپنے نشان صداقت کے طور پر ظاہر کیا کرتے ہیں۔ نافرمان لوگوں کو ہلاکت وبربادی کا پیغام دینا ان انبیائے کرام علیہم السلام کا کام تھا جو ان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے مبعوث ہوا کرتے تھے۔ امت مسلمہ میں مجددین اور محدثین کا کام صحیح عقائد اسلامی کی اشاعت اور لوگوں کے تزکیہ نفس کے سوا اور کچھ نہیں۔ انہیں اس امر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ مجدد یا محدث کہلائیں یا خود لوگوں سے مجدد یا محدث منوانے کے لئے مجادلہ کرتے پھریں اور زلزلوں وغیرہ کو اپنی صداقت کا نشان جتائیں۔

یہ لوگ نوع انسانی پر نازل ہونے والی ارضی وسماوی آفات کے ظہور پر جو بغلیں بجانے اور خوشیاں منانے کے عادی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزائے قادیانی نے کمال دجل سے کام لے کر اپنے متعدد جھوٹے دعاوی کا سکہ بٹھانے کے لئے چند ایک کاہنانہ پیش گوئیاں کر رکھی ہیں۔ ان پیش گوئیوں کو مختلف حوادث پر منطبق کرنے کے لیے یہ لوگ اسی

تلبیس بازی سے کام لینے کے عادی ہیں جوان کے پیرومرشد کا شیوہ تھی۔ آخری زمانہ میں یعنی قیامت کے قریب زلزلوں کے پے در پے آنے بلکہ اس سے بھی عجیب تر واقعات کے ظہور پذیر ہونے کی پیش گوئیاں خود کلام مجید میں اور احادیث نبوی میں موجود ہیں جن کو دیکھ کر اور نا آگاہ لوگوں کے سامنے تحکمانہ انداز میں اپنی طرف سے بیان کر کے ہر شخص اپنی غیب دانی کا مظاہرہ کرسکتا ہے بل کہ فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص اس مرزائے قادیانی کی بہ نسبت زیادہ صحت اور زیادہ تیقن کے ساتھ مستقبل قریب وبعید کے حالات بیان کرسکتے ہیں جس کی ہر پیش گوئی مبہم اور شاید اور اغلباً وغیرہ کے قبیل کے الفاظ کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ زلزلہ بہار کو مرزا قادیانی کی ان پیش گوئیوں کا ظہور قرار دینا جو اس نے زلازل کے متعلق کی تھیں- قادیانیوں کی اسی منطق کا مظاہرہ ہے جس کے رُو سے وہ محمدی بیگم کے مرزائے قادیانی کے ساتھ آسمانی نکاح کرنے کی پیش گوئی کی تاویل کر کے یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا کی وفات کے باوجود ابھی محمدی بیگم کے ساتھ اس کے نکاح کا امکان باقی ہے۔ کیونکہ مرزا زلزلہ کے متعلق صاف اور صریح الفاظ میں لکھ چکا ہے کہ:

''وہ زلزلہ میری زندگی میں آئے گا۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۹۳، خزائن جلد ۲۱، صفحہ ۲۵۴)

''آیندہ زلزلہ کوئی معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۹۲، ۹۳، خزائن جلد ۲۱، صفحہ ۲۵۳)

ظاہر ہے کہ مرزائے قادیانی نے ۱۹۰۵ء والے زلزلہ سے متاثر ہو کر جس میں بھاگسو وغیرہ کے مقامات تباہ ہوگئے تھے یا امریکہ کے زلزلوں سے متاثر ہو کر جو اس کی زندگی میں آئے یہ پیش گوئی کردی تھی کہ ہندستان میں اس کی زندگی کے اندر اندر خوفناک زلزلہ آئے گا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اگر زلزلہ آ گیا تو پو بارہ ہیں اور نہ آیا تو اخلاف کوئی نہ کوئی تاویل کر لیں گے۔

(۶)

لاہوری اور قادیانی مرزائی جو مرزا کے اقوال کو راست ثابت کرنے کے لئے لاطائل تاویلوں سے کام لینے کے عادی ہیں تاکہ اس کی پیش گوئیوں کو اس کی صداقت کا نشان ظاہر کریں۔ اگر اسی چیز کو نبوت یا مجددیت کا ثبوت خیال کرتے ہیں تو انہیں مرزائے قادیانی کی بہ نسبت رسول عربی (ﷺ) کے اس ناچیز غلام کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے جس نے مرزائیوں اور ان جیسے دوسرے راہ گم کردہ انسانوں کے عقائد واعمال کی زبوں حالی سے متاثر ہو کر زلزلہ کے وقوع سے فقط آٹھ روز پیشتر غیر مشتبہ الفاظ میں 'زمیندار'' مطبوعہ ۷ جنوری ۱۹۳۴ء کے پہلے صفحہ پر بخط جلی یہ اعلان چھپوایا تھا:

بری حالت ہے بندوں کی قیامت کیوں نہیں آتی
فلک کیوں گر نہیں پڑتا زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی

جب اس قسم کی پیش گوئیوں کو معیار صداقت بلکہ دلیل نبوت ومجددیت قرار دینے والے مرزائیوں نے دیکھ لیا ہے کہ اس اعلان کے صرف آٹھ روز بعد زمین پھٹ گئی۔ اس میں کئی جگہ ہاتھیوں کو نگل جانے والی دراڑیں پڑ گئیں اور پندرہ دن کے اندر اندر موسلا دھار بارش بھی ہوئی اور شہاب ہائے ثاقب بھی کثیر تعداد میں گرتے دیکھے گئے تو کیا وجہ ہے کہ وہ مرزائے قادیانی کا دامن چھوڑ کر خدا کے متذکرۃ الصدر بندے کے معتقد نہیں بنتے۔ مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ شعر بالا کا قائل ان کے نبی یا مجدد کی طرح اس قدر کم حوصلہ نہیں کہ اپنی کسی بات کے صحیح ثابت ہو جانے پر کوئی نازودعویٰ کر بیٹھے۔ اسے فقط اسی امر پر فخر ہے کہ وہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلاموں کا غلام ہے۔

(۷)

قادیانی مرزائی تو اپنے بے بنیاد دعاوی اور بیہودہ تاویلات کے باعث مرفوع القلم ہو چکے ہیں کیوں کہ ان کے پاس کوئی ل بات دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے باقی نہیں رہی۔ ا ہوری جماعت جو قادیانیوں کی بہ نسبت زیادہ عیار واقع ہوئی ہے۔ اپنے

معتقدات کو ایسے بے ضرر سے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ بادی النظر میں وہ محل تنقیح ومورد اعتراض واقع نہ ہوسکیں لیکن جب ان کے پیش کردہ معتقدات کا تجزیہ خود انہی کے قائم کردہ اصول پر کیا جاتا ہے اور ان پر "فبہت الذی کفر" والی حالت وارد ہوجاتی ہے تو خاموش ہوجاتے ہیں۔

آج سے چند ماہ پیشتر کا ذکر ہے کہ راقم الحروف نے زمیندار میں **"مرزائے قادیانی کی ہفوات تنقید کی کسوٹی پر"** کے عنوان سے ایک مضمون لاہوری جماعت کے ان دعاوی کا بخیہ اُدھیڑتے ہوئے لکھا تھا جن میں وہ مرزائے قادیانی کی ہفوات کو صوفیائے کرام کی شطحیات کی مثل جتانے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں لیکن یہ سننے کے باوجود کہ میاں محمد علی امیر جماعت احمدیہ اور ان کے تمام لاہوری حواری میری مخلصانہ معروضات کا جواب لکھنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آج تک کوئی چیز از قسم جواب دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی حالاں کہ وہ مضمون خود انہی کے استفسار پر سپرد قلم کیا گیا تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لاہوری جماعت کے ان معتقدات پر وضاحت کے ساتھ کچھ لکھا جائے جنہیں وہ بھولے بھالے اور کم سواد مسلمانوں کو پھسلانے کے لیے ہم رنگ زمین دام کے طور پر پیش کرتے ہیں اور مرزائے قادیانی کے ادعائے نبوت کو چھپا کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ امت مسلمہ کے بعض جلیل القدر علمائے ربانی کی طرح ایک برگزیدہ عالم تھا۔ اگر مشاغل لازم سے فرصت ملی تو ان شاء اللہ العزیز ان لاہوری مرزائیوں کی دوسری جماعت کی قلعی بھی اسی طرح کھولی جائے گی۔ قادیانی خلافت کے معتقدات کی تکذیب کے لیے یہی لاہوری جماعت پیدا ہوچکی ہے اور لاہوری جماعت کے ظہور وقیام کی داستان سننی ہو تو یکم مارچ ۱۹۳۴ء کے "الفضل" کو ایک نظر دیکھ لینا چاہیے جس میں قادیانی خلافت کے اس آرگن نے میاں محمد علی امیر جماعت لاہوری کی شان میں ایک منثور قصیدہ لکھتے ہوئے یہ ظاہر کیا ہے کہ لاہوری جماعت کا امیر چور بھی ہے اور سینہ زور بھی۔ چور اس لیے کہ وہ قادیان کی انجمن احمدیہ کے تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے قرآن کا ترجمہ کر رہے تھے کہ

جھوٹ بول کر اور دھوکا دے کر قادیان سے مسودہ سمیت نکل آئے اور سینہ زور اس لئے کہ انہوں نے جلب زر کی خاطر اس بات کی ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اس ترجمہ میں مرزائے قادیان کے دعاوی کی صداقت کا ذکر تک نہ آنے پائے۔ پیغام صلح کے مضمون نگار خان صاحب چوہدری منظور الٰہی پہلے اپنے امیر کے جلب زر اس کی دروغ بافی اور فریب دہی وغیرہ کے متعلق الفضل کو جواب دے لیں۔ اس کے بعد وہ ''زمیندار اینڈ کو'' سے یہ کہنے کی جرات کریں کہ ان کا مطمع نظر حصول دنیا ہے نہ رضائے الٰہی۔ (زمیندار، ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء)

مرزائے قادیانی کے دعاوی

مجددیت ومہدویت پر ایک نظر

فرقہ مرزائیہ کی معتقداتی قلابازیاں

فرقہ ضالہ مرزائیہ کی لاہوری شاخ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی حالت قادیانیوں کی بہ نسبت بہت زیادہ قابل رحم ہے۔ یہ بے چارے اپنے پیرومرشد کے عجیب وغریب دعاوی اور اپنے معتقدات کو دین قیم وحنیف کے مسلمات سے قریب تر لاکر دکھانے کے لئے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ بزرگان دین کے اقوال وملفوظات کو ان کی ماہیت سمجھنے اور ان کی اصلیت کے متعلق تحقیقات کیے بغیر اپنے پیرومرشد کی ہفوات کے لئے سپر بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اپنے معتقدات اور اپنے پیشوا کی تعلیمات پر ایسا رنگ چڑھاتے ہیں کہ بے خبر اور کم سواد لوگوں کو وہ بے ضرر نظر آنے لگیں اور بھولے بھالے مسلمان ان کے مرشد کے بچھائے ہوئے دام دجل وتزویر کے شکار ہو جائیں۔ صاف نظر آرہا ہے کہ یہ لوگ اپنے پیشوا کے کفر اندوز دعاوی کی لغویت اور اس کی حیلہ سازیوں کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں لیکن اپنی اس غلطی کا کھلم کھلا اعتراف کرنے کی بجائے جو ان سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھوں فریب کھانے کی صورت میں سرزد ہو چکی۔ یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ طرح طرح کی مضحکہ خیز تاویلوں اور لاطائل دلیلوں کے بل پر اس کی نبوت نہیں تو مجددیت ہی کا ڈھونگ کھڑا رکھنے میں کامیاب ہو جائیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں کہ آں جہانی نے کوئی بات ایسی نہیں کی جو اسلام کے منافی اور سلف صالحین کے مسلک سے ہٹی ہوئی ہو لیکن اس کو کیا جائے کہ ان کی تغلیط وتکذیب کے لیے مرزائے قادیانی کی اپنی تحریرات کے علاوہ مرزائیوں کے گھر اور مرکز میں ایک ایسی جماعت موجود

ہے جس نے ان کے پیرومرشد کی خرافات واہیہ کو بہ افتخار تام الم نشرح کرتے رہنے کا اجارہ لے رکھا ہے اور جو تاویل بازی اور داستان سرائی میں ان سے بیباک تر اور چالاک تر واقع ہوئی ہے۔

ان لوگوں کی معتقداتی قلابازیوں کے متعلق اگر بر سبیل تفنن جس کی وہ مستحق ہیں کہا یا لکھا جائے تو چیخنے لگتے ہیں کہ ان کے ساتھ ثقاہت ومتانت کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ اگر سنجیدگی کے ساتھ ان کے اور ان کے جماعتی پیشوا کے معتقدات ودعاوی کی قلعی کھولی جائے تو یہ لوگ متانت وسنجیدگی کے ساتھ جواب دینے کی بجائے منہ چڑانے اور گالیاں دینے پر اتر آتے ہیں۔ اسی طرح جب ان کے پیرومرشد کے دعاوی نبوت ومسیحیت پر تنقید کی جاتی ہے تو یہ لوگ اس میدان سے فرار ہو کر اس کی مجددیت کے آغوش میں پناہ لینے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس کے دعوئ مجددیت کا تارو پود بکھیرا جاتا ہے تو نبوت ورسالت کی تمثیلات اور انبیائے کرام علیہم السلام سے منسوب نصائص کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ علمائے امت انہیں منقولات کی بحث میں رگیدتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تکذیب کے لیے وہی پرانی دلیلیں استعمال کرتے ہو اور اگر ان پر لات کے سلسلہ میں نئی قسم کے اعتراضات وارد کئے جائیں تو پھر یہ حیات ومماتِ مسیح کی قسم کے مسائل چھیڑ دیتے ہیں جن کے متعلق انہیں کافی سے زیادہ براہین بتائے جا چکے ہیں۔

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

(الاعراف:۱۷۶)

[ترجمہ: اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔ یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان دیں]

شطحیات وہفوات کی بحث

ان لوگوں پر ان کے بے بنیاد دعاوی کی لغویت واضح کرنے اور انہیں شمع ہدایت کی ضیاء دکھانے کے لیے خود انہی کے استفسار پر میں نے ۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء کے "زمیندار" میں

صوفیاء کرام کے ان اقوال کی حقیقت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات شریف کے حوالے دے کر روشن کی تھی جو ظاہر بیّن آنکھوں کو شریعت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ ان لوگوں نے اپنے پیرو مرشد کی کفر آلود ہفوات کے لئے جواز کا پہلو نکالنے کی خاطر ''پیغام صلح'' میں یہ لکھا تھا کہ دین اسلام کے بعض اعاظم رجال سے بھی خلاف شرع اقوال منسوب کیے جاتے ہیں لہٰذا مرزائے قادیانی کی تحریرات میں اگر ایسی لغویات نظر آتی ہیں تو انہیں بھی اسی قسم کے شطحیات پر محمول کرنا چاہیے جو بعض اولیاء اللہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ میں نے اس مضمون میں مرزائے آنجہانی کے اقوال پیش کر کے ان کا اور صوفیائے کرام کے اقوال کا فرق واضح کر دیا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ عارفین حق کے نزدیک وہ شطحیات کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ یہ مضمون پڑھ کر اس فرقہ کے لوگوں پر ''فبھت الذی کفر'' کی سی حالت طاری ہوگئی اور پھر ان کو اپنے پیرو مرشد کی ولایت مجددیت ثابت کرنے کے لیے کم از کم میرے سامنے اپنی پیش پا اُفتادہ دلیل کے لانے کی جرات نہ ہوسکی۔ تعجب ہے کہ خاں صاحب چوہدری منظور الٰہی نے ۱۹ مارچ کے ''پیغام صلح'' میں میرے دوسرے مضمون کا جواب لکھنے کی کوشش کرتے ہوئے جو مادی عوامل اور انسان کی روحانیات کے باہمی تعلق کے متعلق اسلامی زاویۂ نگاہ کی وضاحت کے لیے مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء کے زمیندار میں سپرد قلم کیا گیا پھر اس بحث کو تازہ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ انہیں چاہیے تھا کہ ایک دفعہ پھر اس مضمون کو پڑھ لیتے اور اس کے بعد یہ لکھنے کی جرات کرتے:

> ''تمہارے اولیائے کرام باوجود شطحیات یعنی خلاف شرع باتیں کہنے لکھنے کے خدا کے مقرب اور ولی ہیں تو اسی کسوٹی پر پرکھ کر حضرت مسیح موعود کو کس منہ سے جھوٹا کہہ سکتے ہو۔''

اب بھی اگر انہیں اپنے پیرو مرشد کے کفریات کی حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت ہو تو اسی مضمون کو ایک دفعہ پھر نظر غائر سے مطالعہ کرلیں اور دیکھ لیں کہ مرزا قادیانی کو اس کے اقوال کس طرح مفتری اور کذاب ثابت کررہے ہیں!!!

مجددین امت کا مسلک عمومی

خان صاحب چوہدری منظور الٰہی نے میرے دوسرے مضمون کے بعض فقرات نامکمل اور ناقص حالت میں سامنے رکھ کر جواب نویسی کے لئے جو سوالات پیدا کیے ہیں ان کا کافی وشافی جواب خود اسی مضمون میں موجود ہے۔ ان کا یہ لکھنا کہ ''تفہیمات الٰہیہ'' میں حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجددیت اور اپنے مقام عرفانی کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے اس مقام سے بے خبر رہنے والوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ خائب ہوں گے۔ مرزائے قادیانی کے عجیب وغریب دعاوی کے جواز کی سند نہیں ہوسکتا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی مجددیت منوانے کے لیے لوگوں سے مجادلہ نہیں کیا اور نہ ان کی زندگی اس امر کے لئے صرف ہوئی کہ لوگوں سے اپنے مقام ولایت کا اعتراف کراتے پھریں اور یہ کہیں کہ ان کی ولایت کی دلیل کے طور پر زلزلہ وغیرہ کی قسم کے نشانات ظاہر ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان کا یہ قول خلاف شرع بھی نہیں کہ اسے شطحیہ سے تعبیر کیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب کی زندگی دیگر صلحائے امت محمدیہ کی طرح صحیح عقائد اسلامی کی اشاعت اور لوگوں کے تزکیہ نفس کے لئے وقف رہی۔ انہوں نے مرزائے قادیانی کی طرح انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے امت کے حق میں کبھی بدگوئی سے کام نہیں لیا اور نہ مسلمانوں کو چوہدری صاحب کے پیرومرشد کی طرح ذریۃ البغایا حرام زادے، سور اور کتے وغیرہ ایسے الفاظ سے یاد کیا نہ انہوں نے جہاد کی تعلیم کو ناپاک قرار دے کر اس پر خط نسخ کھینچا اور نہ نصاریٰ کی غیر مشروط وفاداری پر اتنی کتابیں لکھیں کہ ان کی حفاظت کے لیے پچاس الماریوں کی حاجت ہو۔

حضرت شاہ صاحب کے علاوہ چوہدری منظور الٰہی نے حضرت مجدد الف ثانی پر بھی مجددیت کے ادعاء کا بہتان باندھنے کی کوشش کی ہے اور ان کے اس مکتوب کا حوالہ دے کر جس میں حضرت مجدد نے ایک مستفسر پر مجدد الف ثانی کے مقام وفضائل کی تشریح کی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ یہ سب کچھ اپنے متعلق لکھ رہے ہیں حالاں کہ انہوں نے نہ اس مکتوب میں جس کا چوہدری صاحب نے حوالہ دیا ہے اور نہ کسی دوسرے مکتوب میں یہ فرمایا ہے کہ الف ثانی کا مجدد موعود میں ہوں۔

وہ مستفسرین کو ہمیشہ یہی لکھتے رہے ہیں کہ مجدد الف ثانی کا اس دَور میں موجود ہونا ضروری ہے اور طالبین رشد وہدایت کا فرض ہے کہ وہ اسے پہچانیں۔ یہ اور بات ہے کہ حضرت مجدد صاحب کو اپنے مقام کا علم ہو اور وہ جانتے ہوں کہ الف ثانی کے مجدد وہی ہیں لیکن انہوں نے کسی جگہ اس امر کا دعویٰ نہیں کیا اگر حضرت مجدد کا کوئی دعویٰ مرزائی جماعت کی نظر سے گذرا ہو تو اسے پیش کریں۔

چوہدری منظور الٰہی صاحب نے تلبیس دلالت سے کام لیتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد کی بعض تحریرات حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق پیش کی ہیں جن میں مولانا ابوالکلام نے ان کے رتبہ مجددیت سے فائز ہونے کا اظہار کیا ہے۔ تعجب ہے کہ مولانا ابوالکلام کی تحریرات کو خود مجددین کا دعویٰ مجددیت کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔ چوہدری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجدد خود دعویٰ نہیں کیا کرتے بل کہ کام کرتے ہیں اور بصارت وبصیرت رکھنے والے لوگ انہیں ان کے کام اور روحانی اثر کی وجہ سے پہچان لیتے ہیں کہ عصر حاضر کا مجدد یہی ہے۔ چوہدری صاحب یا ان کے ہم مسلک بزرگ ذرا گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددیوں کی فہرست ان کے دعاوی مجددیت کے ساتھ پیش کر کے دکھائیں تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو سکے کہ مجددوں کو بھی دعویٰ کرنے کی ضرورت پیش آیا کرتی ہے اور ان کے لیے دعویٰ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نبی کے لئے اپنے مرسل مِّن اللہ ہونے کا اظہار لازمی ہے۔ اس کے علاوہ ذرا یہ بتانے کی زحمت بھی گوارا فرمائیں کہ مجددین امت محمدیہ سے فیض پانے والے مسلمانوں نے مرزائیوں کی طرح کبھی جماعت بندی سے کام لے کر یہ کوشش کی ہو کہ عامتہ المسلمین سے اپنے سرچشمہ فیض روحانی کی مجددیت منوائیں اور اس امر کو ایمان وایقان کی صحت کا معیار قرار دیں۔

اُمت مسلمہ کا منصب شہادت

میں نے لکھا تھا کہ چونکہ امت مسلمہ اس داعی برحق کی دعوت پر لبیک کہہ چکی ہے جو خاتم المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس لیے تا قیام قیامت کسی بشیر ونذیر کے آنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ خود امت مسلمہ کا وجود اور اس کے صلحاء کے اقوال واعمال دوسری

قوموں کے لیے بشارت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں لیکن چوہدری منظور الٰہی کی سخن فہمی ملاحظہ ہو کہ وہ پھر خاکسار سے سوال کر رہے ہیں کہ علمائے اسلام اور مجھ ناچیز ایسے اخبار نویس شب و روز دعوت الیٰ الحق کا کام کیوں کر رہے ہیں اور اسی کام کے ضمن میں عامتہ الناس کو اچھے کاموں کے صلہ میں بشارت اور برے کاموں کے صلہ میں انذار کا پیغام کیوں دیتے ہیں۔ چوہدری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس معمولی سے معمولی شخص نے حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے آستان پاک پر سرنیاز جھکا دیا ہے اس پر ان کے لائے ہوئے پیغام کی نشر و اشاعت فرض ہے اور تمام مسلمان علی قدر مراتبت اس فرض کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔ بلکہ خود ان کا وجود ہی اس امر کا کفیل ہے کہ حضرت ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ اس حقیقت کبریٰ پر قرآن پاک کی نص صریح بھی شاہد و دال ہے اور حضرت ذوالجلال والاکرام نے امت مسلمہ کو تا قیام قیامت بلکہ روز قیامت کے لئے بھی یہ رُتبہ بلند عطا فرما دیا ہے اور کہا ہے کہ؛

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرة:۱۴۳)

[اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ]

مرزائے قادیانی کا مطمع نظر

یہ باتیں میں نے ان لوگوں کے لیے لکھی تھیں جو حضرت ختم المرسلین (بابی ھو وامی) کے بعد کسی متنبّی کے دعاوی کے سامنے سرتسلیم کر رہے ہیں۔ اس لیے لاہوری مرزائیوں کو اس کے قبول کر لینے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے تھا البتہ چوہدری منظور الٰہی صاحب یہ لکھ سکتے تھے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی امت محمدیہ کا ایک فرد تسلیم کرتے ہوئے ہم یہ مان لیں کہ مرزا نے اسی حیثیت میں بشارت و انذار کا کام کیا ہے جس حیثیت میں امت مسلمہ کے دیگر افراد اس فرض کو ادا کر رہے ہیں اگر معاملہ یہیں تک ہوتا تو مسلمانان ہند کو ان فتن کا سامنا ہرگز نہ کرنا پڑتا جن میں امت مرزائیہ نے انہیں مبتلا کر رکھا ہے لیکن

اس امر سے خود مرزائیوں کو بھی مجال انکار نہیں ہو سکتی کہ مرزائے آں جہانی اور اس کی امت کا سارا زور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے دین کی صداقتوں کو آشکارا کرنے کے بجائے مرزائے قادیانی کی نبوت ومسیحیت یا مجددیت ومحدثیت کے جھوٹے دعاوی قائم وثابت کرنے پر صرف ہو رہا ہے اور یہی شے ان کے کذب وافتراء پر شاہد ودال ہے۔ صلحائے امت ومجددین ومحدثین اور ان کے پیروؤں کا شیوہ ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ اپنی پیری کے ڈھونگ رچاتے پھریں اور اسی کو زندگی بھر کا مقصد قرار دے لیں بل کہ وہ تو صداقت محمدی کے بحر ناپیدا کنار کی عام موجیں ہیں جن کے وجود کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام کی تقویت کا باعث ہوں۔

مرزائی مضمون نگار کا افتراء علی القرآن

اسی زلزلہ بہار کے قصہ کو لیجئے۔ اس بندۂ عاجز نے اس سلسلہ میں ان حقائق کی وضاحت کی جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر حضرت خیر البشر نے اپنی امت کو بتائے تھے اور قادیانی اور لاہوری مرزائیوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مرزا کی صداقت کا نشان ظاہر ہو گیا اور خیرہ چشمی اور ڈھٹائی کی انتہاء یہ ہے کہ اپنے پیر ومرشد کے واضح الفاظ کے باوجود کہ یہ نشان میری زندگی میں ظاہر ہوگا۔ اس معاملہ میں بھی محمدی بیگم والے قصہ کی سی لغو تاویلیں کر رہے ہیں اور "زلزلوا زلزالا شدیدا" کی آیت پیش کر کے نعوذ باللہ قرآن پاک کو جھٹلانے کے شیدائی نظر آتے ہیں۔ یہ مرزائی مضمون نگار لکھتا ہے کہ قرآن پاک میں "وزلزلوا زلزالا شدیدا" کے الفاظ مخالفین اسلام کے لئے زلزلہ کی پیش گوئی کے طور پر آئے لیکن مخالفین پر کوئی ویسا زلزلہ نہ آیا جیسا بہار میں آیا ہے۔ اس سے زیادہ شوخ چشمانہ افتراء کی نظیر مرزائیوں کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی کیوں کہ آیۂ مافوق الذکر سورۂ احزاب کے دوسرے رکوع میں خود مسلمانوں کے متعلق مذکور ہے جہاں خدائے تعالیٰ نے ایک تازہ مگر گذشتہ واقعہ یعنی جنگ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو میدان جنگ کے اندر فرائض منصبی کی ادائیگی پر جمے رہنے کی تاکید فرمائی اور مسلمانوں پر کفار کے ہجوم لانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا "یعنی

اس جگہ مسلمانوں کی آزمائش کی گئی اور انہیں بڑی شدت سے جھڑجھڑایا گیا۔'' (الاحزاب:۱۱)

اب آپ ہی فرمائیے کہ اس آیت کو مخالفین اسلام کے متعلق پیش گوئی قرار دینا اور پھر ''زلزال'' کے معنی کا حصر زلزلہ ارضی پر کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرنا کہ قرآن پاک کی یہ پیش گوئی لفظاً پوری نہیں ہوئی۔ انتہاء درجہ کی ضلالت اور تیرہ باطنی نہیں تو اور کیا ہے؟

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النسآء:۴۶)

[کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنیئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لیے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لیے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا]

غلامانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فراست ایمانی

میں نے لکھا تھا کہ امت محمدیہ کی فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص مرزائے کذاب کی بہ نسبت زیادہ صحت اور زیادہ تیقن کے ساتھ مستقبل قریب و بعید کے حالات بیان کر سکتے ہیں۔ اس پر مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے نفس ناطقہ چوہدری منظور الٰہی صاحب لکھتے ہیں کہ جب آپ کو ابھی تک ایسا آدمی میسر نہیں آیا تو یہ الفاظ بڑے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ شاید چوہدری صاحب نے میرے اس مضمون کو غور سے نہیں پڑھا ورنہ ان کے اس سوال کا جواب انہیں اسی سے مل جاتا۔ جہاں انہیں اس شخص کو تلاش کرنے کی تاکید کی گئی تھی جس نے زلزلہ بہار کے آٹھ دن پہلے غیر مبہم الفاظ میں فلک کے گرنے اور زمین کے پھٹنے کا اعلان کر دیا تھا۔ خیر اسے جانے دیجئے اگر چوہدری صاحب فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص سے اپنے اور اسلام کے مستقبل کا حال دریافت کرنا چاہتے ہیں تو انہیں مرزائے کذاب کا دامن چھوڑ کر غلامان محمد مصطفیٰ میں ایسے افراد کو تلاش کرنا چاہیے جو خود ان میں

فراست ایمانی پیدا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ صداقت اسلامی کا واضح اور بین نشان ہے اس کے ساتھ ہی یہ لکھ دینا بھی ضروری ہے کہ ایسے اشخاص کو مرزائے غلام احمد قادیانی کی طرح اپنی بزرگی کی دھاک بٹھانے کے لیے محمدی بیگم کے آسمانی نکاح کی پیش گوئیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان کا منصب یہ ہے کہ وہ بلا ضرورت شرعی مستقبل کے حالات بیان کریں۔

مہدی موعود کہاں ہے؟

چوہدری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر قرآن پاک اور حدیث شریف کی پیش گوئیوں کے مطابق موجودہ زمانہ قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اسی لیے ارض کا زلزال شروع ہو گیا ہے تو مسلمانوں کا مہدی اور مسیح کہاں ہے؟ اس سوال کے ساتھ ہی آپ کمال شوخ چشمی کے ساتھ لکھتے ہیں:

"کیا جب قیامت آچکے گی تب وہ صفیں لپیٹنے کے لئے آئیں گے۔"

اس بیہودہ سوال کا جواب اس کے سوا اور کیا دوں کہ وقت پر یہ سب باتیں ظاہر ہو کر رہیں گی۔ مہدی موعود جس کے ہاتھ پر پیش گوئی کے مطابق دَورِ فتن میں اسلام کی سیاسی نجات لکھی جا چکی ہے اور جس کے متعلق احادیث شریف میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ کفار کے ان لشکروں کے مقابلہ میں جو مرکز اسلام پر حملہ آور ہوں گے۔ عساکر اسلامی کا قائد اعظم اور صاحب سیف وسناں ہوگا جس کے متعلق یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ وہ مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ خود مسلمان اسے مجبور کر کے عساکر اسلامی کی قیادت کی ذمہ داری اس پر ڈال دیں گے۔ مرزائیوں کے مدعی کاذب کی طرح کوئی گدی قائم کرنے والا پیر نہ ہوگا بلکہ ایک ایسا ہمہ صفت موصوف قائد عسکری وسیاسی ہوگا جس کے جھنڈے تلے جمع ہو کر عصر حاضر کی بہترین ہستیاں کفار کے ساتھ وہی جہاد کریں گی جسے مرزائیوں کے پیرو مرشد نے منسوخ معطل اور دین اسلام کے ایک بیکار شدہ رکن قرار دے رکھا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا

يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔(الاعراف:۱۸۷)

[تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھہری ہے تم فرماؤاس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر نہ آئے گی مگر اچانک تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤاس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت لوگ جانتے نہیں۔]

مرزائیوں کی دجال پرستی

کچھ عرصہ سے میں سن رہا ہوں کہ میرے اس شعر پر:

الٰہی ہستیٔ مسلم کی ہو اب خیر دنیا میں
فرنگی لشکر دجال ہیں یاجوج ہیں روسی

اُمت مرزائیہ لاہوریہ کے افراد امیر سے لے کر مقتدی تک سب کے سب رقص شادمانی کرر ہے ہیں کیوں کہ وہ میرے اس شعر کو بھی زلزلہ بہار کی طرح مرزائے قادیانی کی صداقت کا نشان قرار دے رہے ہیں۔ اس لیے کہ کہیں مرزا نے اپنی تحریرات میں یہ لکھ دیا تھا کہ دجال سے مراد شاید یہی عیسائی پادری ہوں جن کے ساتھ اسے مجادلہ لسانی کرنا پڑتا ہے اور ریل اس دجال کا گدھا ہو۔ مرشد نے تو لفظ شاید استعمال کیا تھا لیکن مرید نے اس پر ایک کتاب لکھ ماری جس میں اقوام یورپ کو دجال اور یاجوج ماجوج ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور جب نتائج اخذ کرنے کی نوبت آئی تو لکھ دیا گیا کہ اقوام یورپ کے سیاسی استیلاء کے مقابلہ کی صورت فقط یہ ہے کہ عیسائی پادریوں کے ساتھ مناظرے کر لیے جائیں اور سمجھ لیا جائے کہ ہم حفاظت اسلام کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اب چوہدری منظور الٰہی نے میرے اس شعر کا حوالہ دے کر اس خاکسار پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے مرزائیت کے خرمن سے خوشہ چینی کی ہے۔ مرزائیوں کو اختیار ہے کہ کل میرے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے پر یہ شور مچانے لگیں کہ میں مرزائیت کا خوشہ چین ہوں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ

سخن فہمی کوئی اور شے ہے اور ہر بات کی جھوٹی سچی تاویلیں کر لینا اور شے ہے۔ میرے اس شعر کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ دنیائے اسلام کو آج جو دُوَل یورپ کی سرمایہ دارانہ سیاست اور روس کی مبنی برلا مذہبیت استعمار طلبی سے مقابلہ ہو رہا ہے اس پر احادیث میں بیان شدہ فتنہ دجال اور فتنہ یاجوج ماجوج کا اطلاق کیا جاسکتا ہے یعنی انتہائی مصیبت کا سامنا ہے۔ اگر ان کے پیرو مرشد اور اس کی امت کا عقیدہ یہ ہے کہ اقوام فرنگ جن میں انگریز بھی شامل ہیں دجال اور یاجوج ماجوج ہیں تو خدارا اس شخص کے متعلق وہ دیانت دارانہ رائے ظاہر کریں جس نے انگریزی حکومت کو ظل الٰہی سے تعبیر کرتے ہوئے مذہباً دجال اور یاجوج ماجوج کی اطاعت کرنے کی تاکید کی ہے اور جن کی خاطر اس نے جہاد ایسے فریضہ اسلامی کو منسوخ کر دیا ہے۔ کیا ایسا شخص لشکر دجال کا ایک ممتاز رکن نہیں جس نے طرح طرح کے حیلوں سے اسی دجال کی خاطر اسلامی جمعیت کو منتشر کرنے اور اسلامی عقائد کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی؟

اُمت مرزائیہ سے خطاب عمومی

پس اے راہ گم کردہ لوگو! اگر تم یوم الحساب پر یقین رکھتے ہو تو کج بحثیوں اور تاویل بازیوں سے باز آجاؤ اور بارگاہ ذوالجلال میں صدق دل سے توبہ کرو کہ آئندہ اپنی دنیا کی خاطر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ خدائے قہار کی بطش شدید تمہاری تاک میں ہے۔ دجال کی اطاعتیں اور خدمت گزاریاں تمہیں اللہ کے غضب سے نہیں بچا سکیں گی۔ تم اپنے پیرو مرشد کے باطل دعاوی کو سچا ثابت کرنے کے لیے آیات قرآنی کے مطالب میں تحریف کرتے ہو۔ انبیائے کرام کی شان میں دریدہ دہنی کے مرتکب ہوتے ہو۔ اپنے مرشد کی کذابیوں پر پردہ ڈالنے اور ان کی توجیہہ کرنے کے لیے رسولوں پر طرح طرح کے اتہام باندھتے ہو۔ مسلمانوں میں اپنے پیرو مرشد کے باطل عقائد کی نشر و اشاعت کر کے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ تمہاری باطل کوششوں کا منتہائے مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے گرو کی قائم کی ہوئی ابلیسی گدی کو برقرار رکھو۔ اپنے پیشوا کے فاحش عیوب کی کراہت کم کرنے کے لیے تم اللہ کے پاک بندوں اور نبیوں پر اتہام باندھ کر یہ ظاہر

کرنے کی کوشش کرتے ہو کہ تمہارے متنبّی پر وارد ہونے والے الزامات "نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا وسیاٰت اعمالنا" انبیائے کرام پر بھی وارد ہو سکتے ہیں حالاں کہ تم اپنے دلوں میں اور اپنی روحوں کے اندر اچھی طرح جانتے ہو اور عام لوگوں کی بہ نسبت بہتر طریق سے آگاہ ہو کہ تمہارا پیشوا مفتری اور کذاب تھا۔

اے قادیانیو! تم کس ضلالت کے گڑھے میں گرے جارہے ہو کہ کفر صریح کے مرتکب ہو کر خانہ ساز نبوت قائم کرنے کی فکر میں ہو۔ حالانکہ نبوت ورسالت کو معراج کمال ومنتہی تک پہنچے ساڑھے تیرہ سو سال کا عرصہ گذر گیا اور اے لاہوریو! تم اپنے مرشد کے دعاوی نبوت کو افترائے صریح سمجھنے کے باوجود اس لاحاصل ادھیڑ بن میں لگے ہو کہ اس کی مجددیت ہی کا ڈھونگ کھڑا رکھنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ تم کسی علمی یا نظری تحقیق کی بناء پر نہیں بلکہ اپنے پیشوا کی مسیحیت مآبی ثابت کرنے کے لیے معجزات انبیاء اور آیات الٰہی سے انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے فرزند تھے اور وہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔

دانش فروشو! تم جہالتوں اور اپنی نظر کی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے قرآن پاک کے معانی میں اپنی ہواوہوس کے مطابق تصرفات کر لیتے ہو۔ اے تاویل بازو! اپنے آپ کو اور بے خبر لوگوں کو دھوکا دینے کی کوششوں سے باز آجاؤ۔ عقائد واقوال کی ضلالتوں اور اعمال کی سیہ کاریوں سے توبہ کرو۔ خدا کے مسلمان بندے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بن کر رہو۔ ورنہ اے مرزائے قادیانی سے نسبت پیدا کرنے والے دجال پرستو! یاد رکھو کہ خدائے قدیر کا سزا دینے والا ہاتھ تمہیں زیادہ دیر تک طغیان وسرکشی کی مہلت نہ دے گا اور تم بہت جلد اپنے کیے کی سزا پاؤ گے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ ربّ العالمین

☆

پاکستان میں مرزائیت کا مقام اور مستقبل

پیروان مرزا کے لیے لمحہ فکریہ

پاکستان کی مرزائی اقلیت جو قادیان کے مدعی نبوت مرزا غلام احمد کی پیرو ہے اور ''احمدی'' کہلاتی ہے، پاکستان کے داخلی مسائل میں سے ایک نہایت ہی اُلجھا ہوا مسئلہ ہے جس کے حدود اگر ابھی سے متعین نہ کر لیے گئے تو یہ مسئلہ آگے چل کر مسلمانان پاکستان، اور دولت پاکستان، حکومت پاکستان اور خود مرزائی قوم کے لیے بہت بڑی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا پھر ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جمہور پاکستان اور حکومت پاکستان کو ان سے بہت زیادہ شدید تر ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے جو آنے والے فتنوں سے بچنے کے لیے آج آسانی سے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

مرزائیت (جس کے موٹے موٹے خدوخال ہم آگے چل کر بیان کریں گے) اپنی پیدائش کے دن ہی سے اُمت مسلمہ کے لیے شدید ترین روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہی ہے اور جب تک وہ اپنے موجودہ معتقدات و تاویلات کو بحال و برقرار رکھتی ہوئی موجود ہے۔امت مسلمہ کے لیے روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہے گی اور کسی وقت مادی طاقت حاصل کر کے مسلمانوں کے دینی اور دُنیوی شئون پر ایسی ضرب لگائے گی جس کے زخم کی تلافی کرنے کے لیے مسلمانوں کو بہت کچھ کرنا پڑے گا۔

مرزائیت کے مذہبی معتقدات، دین حقہ اسلام کا کھلا استہزاء ہیں بل کہ اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں اور حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ (بآبائنا هو و امهاتنا) کی توہین و تضحیک کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس امر کے شواہد صاف نظر آ رہے ہیں کہ مرزائیت کے پیروؤں کی گروہ بندی سیاسی اور تمدنی اعتبار سے پاکستان کے وجود اور اس کے

داخلی امن کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے جس کی طرف سے تسامح نہ صرف پاکستان کے لیے بل کہ پورے عالم اسلام اور دین حقہ اسلام کے لئے بدرجۂ غایت مضرت رساں ثابت ہوسکتا ہے۔ ہم اسلام کی، پاکستان کی، عام مسلمانوں کی اور خود اس فرقہ ضالہ کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے جذبہ سے متاثر ہو کر اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہمارا مقصد حاشا و کلا یہ نہیں کہ ہم پاکستان کی حدود میں بسنے والی دو قوموں کے درمیان منافرت کے ان جذبات کو ترقی دیں جو پہلے ہی سے طرفین کے دلوں میں موجود ہیں۔ ہمارا مقصد اپنے ملک کے داخلی کوائف کی اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں، اگر ہم اپنے ہاں کے جمہور کو جن میں مرزائی بھی شامل ہیں اپنے ارباب حکومت کو اور اصحاب فکر و بصیرت کو ان خطرات سے آگاہ نہیں کرتے جو ہمیں صاف نظر آ رہے ہیں تو ہم ان فرائض منصبی سے قاصر رہنے کے مجرم متصور ہوں گے جو ذمہ دارنہ صحافت کی جانب سے ہم پر عاید ہوتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ مرزائی جماعت کے لوگ اور ان کے ساتھ دوستی رکھنے والے کج فہم اور کوتاہ نظر مسلمان حکومت کے احتسابی دوائر کو ہمارے خلاف حرکت میں لانے کی کوشش کریں گے اور وہ دوائر بھی مرزائیوں کے اور ان کے دوستوں کی تحریک سے متاثر ہو کر ہمیں بلا وجہ و بلا سبب پریشان کرتے رہیں گے لیکن مخالفوں اور کج فہموں کی یہ روش ہمیں کلمۃ الحق کے اعلاء سے باز نہیں رکھ سکتی۔

ہم محسوس کر رہے ہیں کہ پاکستان کے لوگوں کو جن میں ارباب حکومت بھی شامل ہیں۔ ان خطرات سے آگاہ کر دینا ضروری ہے جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں لیکن ہمیں مرزائی جماعت کے رجحانات و عزائم اور اس کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد صاف نظر آ رہے ہیں۔

دجل و تلبیس کے کھیل

مرزائیت بعض مخصوص عقائد و عزائم کی ایک ایسی تحریک ہے جو طرح طرح کی ابلہ فریبیوں کے بل پر قائم ہے۔ مرزائیت کے پیرو جملہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں، دینی اُمور میں ان سے الگ تھلگ رہنا اپنے مذہبی عقیدے کی بناء پر لازمی تصور کرتے ہیں، مسلمانوں

کی نمازوں میں شریک نہیں ہوتے، ان کی میتوں کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتے، اسلام کے بنیادی ارکان وعقائد میں مسلمانوں کے ہم نوانہیں، حج بیت اللہ پر قادیان کے سالانہ اجتماع کو مرجح سمجھتے ہیں اور قادیان کے چھن جانے کے بعد پاکستان میں اپنا نیا کعبہ بنانے کی فکر میں ہیں، اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم متصور کرتے ہیں لیکن ''مسلمان'' کہلاتے ہیں۔ عامتہ المسلمین کو دھوکہ دینے کے لیے بہ وقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواداعظم کے فروعی اختلافات رکھنے والے فرقوں یا صلحائے امت میں سے کسی کے ساتھ اپنی نسبت ظاہر کرنے والی جماعتوں میں سے ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ان مسلمانوں کو جو مرزائیت کی حقیقت و ماہیت سے آگاہ نہیں۔ یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ احمدی بھی شیعہ، سنی، حنبلی، مالکی، شافعی، حنفی، اسماعیلی، اثناعشری فرقوں کی طرح امت مسلمہ ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ یا صوفیائے کرام کے خانوادوں نقشبندی، قادری، سہروردی، چشتی، صابری، نظامی، نوشاہی وغیرہ کی طرح ایک خانوادہ ہیں جو مرزا غلام احمد سے بیعت کرنے کی بناء پر ''احمدی'' کہلاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان جن کو ان کے بنیادی عقائد اور ان کی جداگانہ گروہ بندی کی ماہیت کا صحیح صحیح علم نہیں۔ ان کے اس فریب واستدلال کا شکار ہو کر انہیں بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھتے، محض دوسروں کو دھوکہ دینے کے لیے بہ وقت ضرورت ایسا کہہ دیتے ہیں۔

یہ لوگ یعنی دین مرزائیت کے پیرو، اس وقت حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں لیکن اپنے پیشوا کو ''امیر المومنین'' قرار دے کر کسی قدر ظاہر اور کسی قدر خفیہ طور پر ایک متوازی حکومت کا نظام رکھتے ہیں۔ مرزائی فرقہ کے لوگ اس حکومت کے بجائے جس کے زیر سایہ وہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اپنے ''امیر المومنین'' کے اطاعت گذار ہیں جو صرف ان کا مذہبی پیشوا نہیں بل کہ سیاسی حیثیت کا امیر بھی ہے۔ یہ لوگ ''قادیان'' کو اپنا دینی مرکز و متبرک مقام، سیاسی دارالخلافہ خیال کرتے ہیں جو اب ہندوستان کے قبضہ میں جا چکا ہے لیکن پاکستان میں ''ربوہ'' بنا رہے ہیں۔ ان کا امام اور امیر ہندوستان کو احمدیت کے فروغ

کے لیے اللہ کی دی ہوئی وسیع Base (مرکز) سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی پاکستان کو مرزائیوں کا ملک بنا لینے کی فکر میں ہے۔ یہ لوگ یعنی دین مرزائیت کے پیرو مسلمانوں کو کافر اور ان کے اسلام کو مردہ قرار دیتے ہیں اور انہی کی دینی اور ملی اصطلاحیں بلا تکلف استعمال کر رہے ہیں۔ مرزائے قادیان کو اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول جملہ انبیائے کرام علیہم السلام، صلحائے امت، صدیقین، شہداء، صحابہ کرام، اہل بیت پر ہر طرح کی فضیلت رکھنے والا شخص سمجھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی کفر و ارتداد اور الحاد بے دینی کے حکم سے بچنے کی خاطر یا لوگوں کو مبتلائے فریب کرنے کی خاطر، ظل و بروز، صوفیائے کرام کے مقامات سیر و سلوک وغیرہ کی اصطلاحوں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ غرض مرزائیت دینی اور سیاسی اعتبارات سے دجل و تلبیس کے رنگ برنگے پردوں کا ایک تماشہ ہے جو مسلمانوں کو دینی حیثیت سے نقصان پہنچانے کی غرض سے دکھایا جا رہا ہے۔ مرزائیت کی ہر بات اور ہر حرکت دجل وفریب اور منافقت پر مبنی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کے حال کی کیفیت مذہبی اور دُنیوی حیثیت سے وہی ہے جو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن حکیم میں منافقوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمائی:

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (البقرۃ:۱۴)

”اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو (مسلمانوں سے) مذاق کر رہے ہیں۔“

☆

(دوسری قسط)

اشاعت دیروز (yesterday) میں ہم لکھ چکے ہیں کہ مرزائیت دجل و تلبیس کا ایک کھیل ہے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے انہیں فریب دینے اور مادی حیثیت سے انہیں نقصان پہنچانے کی غرض اور نیت سے کھیلا جارہا ہے۔

مرزائیت کے متعدد چہرے اور متعدد زبانیں ہیں جن میں سے کبھی ایک کو، کبھی دوسرے کو مرزائیت کے پیرو دنیا کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ مرزائیوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول تھا۔ اس کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے اور جو اس پر ایمان لائے ہیں وہی ''مومن'' کہلانے کے مستحق ہیں۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ مرزائی اپنے مذہب کے بانی کو ''مسیح موعود، نبی آخر زمان، رودر گوپال، کرشن'' اور نہ جانے کیا کیا مانتے ہیں اور اس کی ذات کو تمام نبیوں، رسولوں اور جملہ ادیان کی برگزیدہ ہستیوں سے برتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو دوسری ملتوں سے الگ یکسر نئی ملت خیال کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے اور خود کو مسلمان ظاہر کر کے دُنیوی فائدے حاصل کرنے کے لیے وہ اپنے کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ مرزائی اپنے عقائد کے رُو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے جداگانہ ملت سمجھ رہے ہیں اور اسی بنیادی عقیدہ کی بناء پر اپنی مذہبی اور سیاسی تنظیم کر رہے ہیں۔ خود ان کے اکابر کے دعووں اور قولوں سے ظاہر ہے جن میں سے چند ایک ہم بر سبیل تذکرہ ذیل میں درج کیے دیتے ہیں:

ا۔ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ غرضیکہ

آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے۔''

(خطبہ میاں محمود احمد مندرجہ الفضل ج ۱۹ نمبر ۱۳، مورخہ ۳۰ر جولائی ۱۹۳۱ء)

۲۔ ''کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہود بہبود سے الگ نہیں کیا؟ کیا وہ انبیاء، جن کی سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی ان جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کر دیا۔ ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ بے شک کیا ہے۔ پس اگر مرزا قادیانی نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں، اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے علیحدہ کر دیا تو نئی اور انوکھی بات کون سی ہے۔'' (الفضل ج ۵ نمبر ۶۹، ۷۰، ص ۳، مورخہ ۲۴، ۲۷ر فروری ۱۹۱۸ء)

۳۔ ''ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدائے تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔''

(انوار خلافت ص ۹۰، مصنفہ مرزا محمود احمد)

۴۔ ''غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، اب باقی کیا رہ گیا جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں!!! دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دینی اور دوسرا دُنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دُنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیے گئے...... غرض ہر ایک طریق سے ہم کو حضرت مسیح موعود نے غیروں سے الگ کیا ہے۔'' (کلمۃ الفصل ص: ۱۶۹، مصنفہ بشیر احمد قادیانی)

ہمارا اعتراض اس بات پر نہیں کہ مرزائی اپنے آپ کو کیوں مسلمانوں سے علاحدہ ملت سمجھ رہے ہیں، ان کا یہ اعتقاد ان کو مبارک ہو اور ہم جانتے ہیں کہ حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (ان پہ ہماری جانیں اور ہمارے ماں باپ قربان) کی بعثت کے بعد نبوت و رسالت کے کسی مدعی کے دعویٰ پر ایمان رکھنے والے لوگ مسلمانوں میں

سے نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہمیں اس پر دُکھ ہے کہ یہ لوگ بہ وقت ضرورت اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک فرقہ یا مسلمانوں کی ایک جماعت کیوں ظاہر کرنے لگتے ہیں اور اپنے اس منافقانہ طرز عمل سے بے خبر اور بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب کیوں دیتے ہیں؟

تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ امت جس پر مسلمانوں سے کسی قسم کا دینی یا دُنیوی تعلق رکھنا حرام ہے۔ مصیبت اور ضرورت کے وقت امت مسلمہ کے آغوش میں پناہ لینے کی کوشش کیوں کرتی ہے؟ اور امت مسلمہ کی پناہ میں آنے کے بعد عقرب کی دُم کی طرح اس امت پر نیش زنی کیوں جاری رکھتی ہے؟ مرزائیوں کی متذکرہ صدر ذہنیت اور ان کے محولہ بالا عقائد کے ساتھ ان کا اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواد اعظم کا ایک حصہ ظاہر کرنا منافقت اور عیاری نہیں تو اور کیا ہے؟ مرزائیت کا سارا لٹریچر مسلمانوں کے خلاف منافرت انگیزی اور انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے امت کے ہتک آمیز تذکار سے بھرا پڑا ہے۔ ہم بر سبیل تذکرہ بھی غلاظت کے ان انباروں کی نمائش نہیں کر سکتے جو مرزائیوں کے بدزبان متنبّی نے اپنی تصنیفات میں ذخیرہ کر رکھے ہیں جس قوم کی بنیادیں ہی مسلمانوں کے خلاف منافرت و مغایرت کے جذبے کی خشت وگل سے اُستوار کی گئی ہوں۔ اس کا مسلمانوں میں مسلمانوں کی طرح گھل مل کر رہنا کس حد تک صحیح، جائز اور قابل برداشت سمجھا جا سکتا ہے! تاہم یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں اس قسم کی خطرناک ذہنیت رکھنے والی ایک جماعت موجود ہے جو دینی معتقدات کے لحاظ سے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے دین کے پیروؤں کی جماعت سمجھ رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی پناہ لینے کے لیے نوکریاں اور عہدے حاصل کرنے کے لیے، ناجائز الاٹ منٹس (allotments) کرانے کے لیے دُنیوی اور سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے ظاہر کرنے لگتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی یہ منافقانہ روش مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جذبات وحسیات کی تلخی اور کشیدگی کو نہ صرف جاری رکھے گی بلکہ ترقی دیتی چلی جائے گی۔ لہٰذا دین مرزائیت کے

پیرووں کو سب سے پہلے اپنے مذہبی معتقدات کا معاملہ صاف کر لینا چاہیے اور دجل و تلبیس منافقت، تاویل اور فریب استدلال کے تمام ہتھکنڈوں کو بالائے طاق رکھ کر جنہیں وہ اپنی امت کے ظہور کے وقت سے لے کر استعمال کرتے چلے آ رہے ہیں۔ واضح اور معین الفاظ میں اعلان کر دینا چاہیے کہ وہ کیا ہیں اور کیا بن کر پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں؟

اگر وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے مسلمانوں سے الگ ایک قوم بن کر رہنا چاہتے ہیں تو انہیں صاف طور پر اپنی اس خواہش کا اعلان کر دینا چاہیے تاکہ پاکستان کے جمہور اور پاکستان کے آئین و قانون کے نزدیک ان کا مقام معین ہو جائے۔

اگر وہ مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ یا ایک جماعت بن کر رہنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے ان عقائد باطلہ سے دست برداری کا کھلم کھلا اعلان کر دینا چاہیے جن کی انہیں مسلمان کہلانے کی خاطر طرح طرح کی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔

☆

(تیسری قسط)

مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

گذشتہ صحبت میں ہم دینی اور مذہبی حیثیت سے مرزائیوں کی منافقانہ روش پر روشنی ڈال چکے ہیں اور دکھا چکے ہیں کہ اس جماعت کے افراد مذہبی عقیدے کی رُو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھنے پر مجبور ہیں لیکن دُنیوی فوائد کے حصول کی خاطر، حسب ضرورت خود کو مسلمانوں ہی کے سواد اعظم کا ایک فرقہ یا ان میں کی ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا مذہبی حیثیت سے پاکستان میں ان کے مقام وموقف کی تعیین خود ان کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے تاکہ حدیں متعین ہو جائیں تو اس مسلسل اور متواتر کشمکش اور بحث وجدال میں کمی واقع ہو جائے جو مرزائیت کے پیدائش کے دن سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جاری ہے اور دونوں قوموں کے لئے اذیت کا موجب بنی رہی ہے۔

آج ہم سیاسی اعتبار سے اس فرقہ کی مغشوش ذہنیت اور منافقت پر روشنی ڈالتے ہیں جس کی طرف حال ہی میں ملک کے مقتدر اخبارات ایک اُچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ دین مرزائیت پچھلے دَور کی برطانوی حکومت کی سیاسی مصلحتوں کا ''خود کاشتہ پودا'' ہے جس کا اعتراف خود اس مذہب کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ پچھلی صدی کے دوران میں برطانیہ کی استعمار خواہانہ سیاست کو جس نے زوال پذیر اسلامی ملکوں کو یونین جیک کے زیر سایہ لانے کی زبردست مہم جاری کر رکھی تھی، اسلامی ملکوں میں جابجا مسلمانوں کے جذبہ ٔجہاد کا مقابلہ درپیش تھا اور برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر گلیڈ سٹون (William Ewart Gladstone) نے پارلیمنٹ میں قرآن کریم کو اپنے ہاتھ میں لے کر یہ کہا تھا کہ جب تک یہ کتاب موجود ہے اس وقت تک برطانیہ

کو اسلامی ملکوں پر تسلط جمانے میں دقتیں پیش آتی رہیں گی۔ اس دور میں انگریز ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو پامال کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا اور پٹے ہوئے اور سہمے ہوئے مسلمان دل سے فرنگی حکومت کے استیلاء کو برا محسوس کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے صحیح الخیال علماء ہندوستان کو ''دارالحرب'' قرار دے رہے تھے۔ ان حالات میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی، مسیح موعود، نبی اور رسول ہونے کے دعوؤں کے ساتھ مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت تیار کرنے کا کام شروع کر دیا جو برطانیہ کی حکومت کو ''من جانب اللہ''، ''آیۂ رحمت'' سمجھے، اس کی غیر مشروط وفاداری کا دم بھرے، جہاد بالسیف کے عقیدہ کو مذہباً باطل ٹھہرا کر حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرے کیوں کہ مسلمانوں کا یہی وہ جذبہ تھا جو دنیا میں ہر جگہ برطانیہ کی استعماری سیاست کی راہ میں مزاحم ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے اسی جذبہ سے برطانیہ کی حکومت کو ہندوستان میں خطرہ تھا کہ کہیں یہ جذبہ ملک میں پھر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کی سی کیفیت پیدا نہ کر دے۔ مرزائیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانوں کے ان عقائد پر ضرب لگانے کے لئے سرکار انگریزی کی وفاداری اور جہاد بالسیف کے عقیدے کی تنسیخ کے حق میں اتنا لٹریچر تصنیف کیا جس سے خود اس کے قول کے مطابق پچاس (۵۰) الماریاں بھر سکتی تھیں۔ اس نے اپنی تحریروں میں بڑے فخر سے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے جہاد کے عقیدہ کی تردید میں اشتہارات چھپوا چھپوا کر روم، شام اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھجوائے۔ صرف یہی نہیں بل کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دین مرزائیت کی بنیاد رکھنے کے بعد اپنے مریدوں کی جو پہلی فہرست شائع کی اس کی تمہید میں صاف طور پر یہ لکھ دیا کہ سرکار عالیہ اور اس کے حکام اپنے ان وفادار بندوں کا خاص خیال رکھے اور ان پر ہر طریق سے مہربان رہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے سرکار انگریزی کے سائے کو اپنی نبوت و رسالت کے لیے ''ربوہ'' یعنی جائے پناہ قرار دیا اور خدمت سرکار کے جوش میں نبی ہونے کا دعویٰ رکھنے کے باوجود جاسوسی اور مخبری کی رضا کارانہ خدمات سرانجام دیں جو اس کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہیں جو اس کی کتاب (تبلیغ رسالت ج ۵، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۲۷) میں اب بھی موجود ہے:

قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداس پور پنجاب

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کیے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو ''دارالحرب'' قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ اس لیے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹکل خیر خواہی کی نسبت اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کیے جائیں جو اپنے عقیدے سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں کیوں کہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر ان لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ جو ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو ''دارالحرب'' قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہوگا اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اسی عقیدہ کا آدمی ہے لیکن ہم گورنمنٹ میں بہ ادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پالیٹکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی اور بالفعل یہ نقشے

جن میں ایسے لوگوں کے نام درج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔
صرف اطلاع دہی کے طور پر ان سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں۔ فقط یہی مضمون درج ہے۔ ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں۔
نمبر شمار...... نام معہ لقب وعہدہ:...... سکونت...... ضلع...... کیفیت۔"

(چوتھی قسط)

مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

قسط ماسبق میں ہم اجمالی طور پر بیان کر چکے ہیں کہ دین مرزا برطانیہ کی استعماری سیاست کا ایک خود کاشتہ پودا ہے یعنی ایک ایسی سیاسی تحریک ہے جو انگریزوں کے مقبوضہ ہندوستان میں ایک ایسی مذہبی جماعت پیدا کرنے کے لیے شروع کی گئی جو سرکار برطانیہ کی وفاداری کو اپنا جزو ایمان سمجھے۔ غیر اسلامی حکومت یا نا مسلم حکمرانوں کے استیلاء کو جائز قرار دے اور ایک ایسے ملک کو شرعی اصطلاح میں دارالحرب سمجھنے سے عقیدہ کا بطلان کرے جس پر کوئی غیر مسلم قوم اپنی طاقت وقوت کے بل پر قابض ہوگئی ہو۔ انگریز حکمرانوں کی قہاریت اور جباریت کو مسلمان از روئے عقیدہ دینی اپنے حق میں اللہ کا بھیجا ہوا عذاب سمجھتے تھے اور ان کی رضا کارانہ اطاعت کو گناہ متصور کرتے تھے۔ انگریز حکمران مسلمانوں کے اس جذبے اور عقیدے سے پوری طرح آگاہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس سرزمین میں ایک ایسا پیغمبر کھڑا کردیا جو انگریزوں کو "اولی الامر منکم" کے تحت میں لا کر ان کی اطاعت کو مذہباً فرض قرار دینے لگا اور ان کے پاس ہندوستان کو دارالحرب سمجھنے والے مسلمانوں کی مخبری کرنے لگا۔ جس طرح باغبان اپنے خود کاشتہ پودے کی حفاظت و آبیاری میں بڑے اہتمام سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح سرکار انگریزی نے دین مرزائیت کو فروغ دینے کے لئے مرزائی جماعت کی پرورش کرنا اپنی سیاسی مصلحتوں کے لئے ضروری سمجھا اور اس دین کے پیرووں سے مخبری، جاسوسی اور حکومت کے ساتھ جذبۂ وفاداری کی نشرواشاعت کا کام لیتی رہی۔ ۱۹۱۹ء میں جب مولانا محمد علی جوہر نے خلافت اسلامیہ ترکی کی شکست سے متاثر ہوکر مسلمانوں کو انگریزوں کی قابو چیانہ گرفت سے چھڑانے اور ارض مقدس کو عیسائیوں کے

ہاتھ میں جانے سے بچانے کے لیے تحریک احیائے خلافت کے نام سے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی مہم شروع کی اور عام مسلمان مولانا محمد علی اور دیگر زعمائے اسلام کی دعوت ونفیر پر کان دھر کر انگریزی حکومت سے ترک موالات کرنے پر آمادہ ہو گئے تو مرزائی جماعت نے اس دور کے وائسرائے کے سامنے سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے سرکار انگریزی کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کے اس جہاد آزادی کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ کے خادم موجود ہیں جو سرکار انگریزی کی وفاداری کو مذہبی عقیدہ کے رُو سے اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ چوہدری ظفر اللہ خان کا سیاسی عروج جسے پاکستان کی حکومت نے اپنا وزیر اُمور خارجہ بنا رکھا ہے۔ اس نقطہ سے شروع ہوتا ہے کیوں کہ مذکورہ بالا سپاس نامہ اسی چوہدری نے پڑھا تھا جو اس زمانہ میں ایک معمولی پایہ کا وکیل تھا۔ اس سپاس نامہ کی بدولت وہ برطانوی سرکار کی نظروں میں چڑھ گیا جس نے اسے اتنا نوازا اتنا نوازا کہ آج پاکستان کی حکومت نے بھی اسے اپنا وزیر خارجہ بنا رکھا ہے۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، ہم یہ کہہ رہے تھے کہ انگریزی حکومت کے عہد میں مرزائیوں کی سیاست کا جو انداز تھا وہ اوپر مذکور ہوا۔ اس پس منظر کے ساتھ مرزائیت کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ کیوں کہ عوامی تحریکوں نے سرکار انگریزی کو مجبور کر دیا کہ وہ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مطالبۂ آزادی کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بھارت اور پاکستان کی دو آزاد مملکتیں پیدا ہونے دے۔ یہاں سے بھارت اور پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی منافقانہ سیاست کا آغاز ہوا۔ جب تک مرزائی جماعت کے اکابر کو اس امر کا یقین نہ ہو گیا کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ اس وقت تک وہ ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کے حامی بنے رہے بل کہ مرزائیوں کے دین کا موجودہ پیشوا مرزا بشیر الدین محمود اپنے پیروؤں کو حسب معمول اپنے رویاؤں اور الہاموں کے بل پر یہ نکتہ سمجھاتا رہا ہے کہ اکھنڈ ہندوستان ''احمدیت'' کے فروغ کے لیے اللہ کی دی ہوئی وسیع بیس (base) ہے۔ اس لیے مرزائیوں کو چاہیے کہ وہ اس معاملہ میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت

کرتے ہوئے ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کی کوشش جاری رکھیں لیکن جب اس نے دیکھا کہ پاکستان تو بن کر رہے گا اور ہندو اور سکھ ان کی مشارکت کو قبول نہ کریں گے تو مرزا محمود نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم پاکستان کی حمایت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا حق ہے۔ اس مقام پر یہ نکتہ نوٹ کر لینے کے قابل ہے کہ اکھنڈ ہندوستان کی حمایت کا جذبہ تو مرزا محمود کے رؤیا اور الہام پر مبنی تھا لیکن پاکستان کی حمایت کا اظہار محض واقعات کی رفتار کا نتیجہ ہے جس کے لیے مرزائیوں کے پاس کوئی رؤیائی یا الہامی سند موجود نہیں۔

پاکستان میں اس مغشوش ذہنیت کے ساتھ داخل ہونے کے بعد مرزائیوں نے مسلمانوں کے بھیس میں ڈاکوؤں کی ایک منظم جماعت کی طرح اس لوٹ گھسوٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جو قیام پاکستان کے ابتدائی اضطرابی دَور میں عام ہو گئی تھی۔ جائز اور ناجائز الاٹ منٹوں کے بل پر انہوں نے جلد ہی اپنی حالت درست کر لی اور مرزا محمود نے پنجاب کے انگریز گورنر سر فرانسس موڈی (Francis Mudie) سے دریائے چناب کے کنارے ''ربوہ'' کے نام سے مرزائیت کا نیا مرکز بنانے کے لیے کوڑیوں کے مول زمین کا ایک قطعہ خرید لیا اور نو آبادی کی بنیاد رکھ دی۔ ادھر قائد اعظم نے جنہیں عمر بھر مرزائیوں کی منافقانہ سیاست اور چوہدری ظفر اللہ خان کی پست ذہنیت کے مطالعہ کا موقعہ نہ ملا تھا، غالباً انگریزوں کی سفارش پر چوہدری ظفر اللہ خان کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنا لیا۔ ان کیفیات نے مرزائیوں کے حوصلے بہت بلند کر دیے اور وہ اپنے آپ کو پاکستان کے مستقبل کا حکمران سمجھنے لگے۔ ان کی تنظیمی سرگرمیوں کا رُخ ان دو مقاصد کی طرف منعطف ہو گیا کہ اپنی جماعت کو پاکستان کا حکمران طبقہ بنا لیں اور مرزائیت کے مرکز قادیان کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھیں۔ پاکستان سے وفاداری پاکستان کی خیر خواہی اور پاکستان کا استحکام ان کے سیاسی عزائم میں نہ کبھی پہلے داخل تھا نہ اب داخل ہوا۔ غرض مرزائی پاکستان میں آباد ہونے اور اس کے سایہ عاطفت میں ہر قسم کی آسائشیں اور رعایتیں حاصل کرنے کے باوجود سیاسی اغراض و مقاصد میں ملت اسلامیہ کے سواد اعظم سے اسی طرح

الگ کھڑے ہیں جس طرح وہ مذہبی حیثیت سے الگ ہیں۔ سیاسی اعتبار سے ان کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کرلیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے اس نکتہ کی وضاحت ہم آئندہ اقساط میں کریں گے۔

(پانچویں قسط)

اکھنڈ ہندوستان اور قادیان

پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت تو اسی امر سے ظاہر ہے کہ ان کا موجودہ پیشوا اپنے ایک رؤیا کی بناء پر اکھنڈ ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کے لیے خدا کی دی ہوئی ایک وسیع بیس (base) سمجھتا تھا اور شاید اب بھی سمجھ رہا ہو کیوں کہ اس نے پہلے اس خیال یا عقیدہ کی تردید اب تک نہیں کی۔ صرف اتنا کہا کہ اپریل ۱۹۴۷ء تک میں ذاتی طور پر اکھنڈ ہندوستان کا حامی تھا لیکن مئی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے نصب العین کا حامی بن گیا۔ اس کے علاوہ قادیان کی بستی کے ساتھ ان کی مذہبی عقیدت کا معاملہ بھی سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کی ذہنیت کو مغشوش رکھنے کی خبر دے رہا ہے کیوں کہ مرزائی قادیان کو اسی طرح اپنا قبلہ وکعبہ، مقدس مقام اور متبرک سمجھتے ہیں جس طرح مسلمان مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور القدس کو سمجھتے ہیں اور مرزائیوں کا یہ متبرک مقام بھارت کے حصے میں جا چکا ہے جس کے تحفظ کے لیے وہ ہمیشہ بھارت کی حکومت کے دست نگر اور محتاج رہیں گے۔

مرزائیت کے مرکز کا بھارت کی ہندو حکومت کے قبضے میں ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ مرزائیوں کی مذہبی جان ہندوؤں کی مٹھی میں ہے اور اس جان کی خاطر مرزائی بھارت کی ہندو حکومت کی ہر طرح خوشامد اور چاپلوسی کرتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان مرزائی نے پاکستان کا وزیر خارجہ بننے کے بعد بھارت کے ارباب حکومت سے قادیان سے سکھوں کے متبرک مقام ننکانہ کا تبادلہ کرنے کی بات چیت کی تھی۔ جس کا حال انہی دنوں بھارت کے اخباروں نے شائع کر دیا تھا۔ چوہدری ظفر اللہ خان کا مدعا یہ تھا کہ ننکانہ صاحب کا قصبہ بھارت کو دینے کے لیے

پاکستان کی مملکت کا ایک معتدبہ ٹکڑا بھارت کے حوالے کردیا جائے تاکہ مرزائی قادیان کی بستی کو حاصل کرلیں۔ مرزائیوں کی یہ خطرناک تجویز حکومت پاکستان کے کسی ہوش مندرکن کی بروقت فراست کے باعث عملی صورت اختیار نہ کرسکی لیکن چوہدری ظفراللہ خان نے ننکانہ میں سکھ سیواداروں کی ایک جماعت کوسکھوں کے متبرک مقامات کی دیکھ بھال کی اجازت دے کر بھارت کی حکومت سے پاکستان کے لیےنہیں اور پاکستان کے مسلمانوں کے لیےنہیں بلکہ اپنی مرزائی قوم کے لئے یہ حق حاصل کرلیا کہ مرزائی درویشوں کی ایک تعداد قادیان میں بودوباش رکھے۔

پاکستان کے وزیرخارجہ چوہدری ظفراللہ خان کے متذکرہ صدر کارنامے کے بعد یہ حقیقت الم نشرح ہوجاتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ قادیان کی خاطر پاکستان کا بڑے سے بڑا مفاد بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں چنانچہ ہر مرزائی نے اپنے پیشوا کو اس مضمون کا تحریری حلف نامہ دے رکھا ہے کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہرقسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہے گا، اس عہد نامہ کے الفاظ بصورت ذیل ہیں:

ہمارا عہد

''میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے۔ میں اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہرقسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیت یہی ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطاء فرما۔''

بظاہر یہ عہد نامہ بے ضرر سا نظر آتا ہے اور کہا جائے گا کہ اگر مرزائی اپنے دینی مرکز کو

دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کے لیے ہر قسم کی کوشش جاری رکھنے کا عہد کرتے ہیں تو اس میں ہرج کی کون سی بات ہے۔ ہمارے نزدیک اس میں پاکستان کے لیے اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ہرج کی بات یہ ہے کہ قادیان کے حصول کے لیے ہر قسم کی کوشش کرنے کے ضمن میں ایسی کوششیں بھی آجاتی ہیں جو پاکستان اور مسلمانان پاکستان کے مفاد کو خطرہ میں ڈالنے والی ہوں مثلاً مرزائی ایک وقت ننکانہ صاحب سے قادیان کا تبادلہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور کسی وقت وہ قادیان حاصل کرنے کے لیے ہندوؤں سے ہندوستان کو پھر سے اکھنڈ بنانے کی جدوجہد کا سودا کر سکتے ہیں یا بھارت سرکار سے قادیان کی واپسی کا وعدہ لے کر پاکستان میں بھارت کا ففتھ کالم (fifth column) بننے کے لیے آمادہ ہو سکتے ہیں۔

ہمارے نزدیک مرزائیوں کی یہ ذہنیت و کیفیت اس قابل نہیں کہ اسے سرسری طور پر نظر انداز کر دیا جائے۔ ان کے دینی مرکز کی یہ ضعیف اور ان کا خود پاکستان میں رہنا ایسی کیفیات ہیں جو انہیں ہمیشہ پاکستان کا وفادار شہری بننے سے روکتی رہیں گی اور پاکستان کے متعلق ان کی مغشوش ذہنیت ہمیشہ انہیں پاکستان کے متعلق سیاسی منافقت کی روش جاری رکھنے پر آمادہ کرتی رہے گی۔

☆

(چھٹی قسط)

متوازی نظام حکومت

گذشتہ اقساط میں ہم روشن شواہد اور بیّن دلائل سے دکھا چکے ہیں کہ مرزائیت مذہبی اعتبار سے دجل و تلبیس کے ایسے کھیلوں کا دوسرا نام ہے جو تاویلات اور فریب استدلال کے بل پر رچائے جا رہے ہیں۔ اس کے معتقدات، دین اسلام کے بنیادی معتقدات سے یکسر متغائر اور مسلمانوں کے لیے شرعاً و ایماناً ناقابل برداشت ہیں۔

ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ مرزائی از روئے عقیدۂ مذہبی اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھتے ہیں لیکن دُنیوی فوائد حاصل کرنے کے لیے پہلے بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کے سوادِ اعظم کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی منافقانہ کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم سیاسی اعتبار سے مرزائیت کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر کو واضح کر چکے ہیں کہ پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش اور ملت اسلامیہ کی سیاسی رفتار کے متعلق ان کی روش صریح منافقت پر مبنی ہے۔ سیاسی اعتبار سے وہ من حیث الجماعت مسلمانوں سے الگ اغراض و مقاصد رکھتے ہیں جو کسی نہ کسی وقت مسلمانوں کے مقاصد سے متصادم ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتے ہیں۔ آج ہم ان کی سیاسی تنظیم کا تجزیہ کر رہے ہیں جو مذہبی تنظیم کے نام پر چلائی جا رہی ہے اور جو پاکستان میں اس کے جمہوری نظام حکومت کے مقابلے میں متوازی نظام حکومت قائم کر چکی ہے یا کر رہی ہے۔

امیر المومنین

اس سلسلے میں سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم حقیقت یہ ہے کہ مرزائیوں نے اپنے مذہبی پیشوا اور اپنے سیاسی لیڈر کو ''امیر المومنین'' کا لقب دے رکھا ہے۔ مسلمانوں کی روایات میں ''امیر المومنین'' کا لقب اس بلند ترین سیاسی مقام کا مظہر ہے جو عصر حاضر کے

جمہوری نظام ہائے حکومت میں صدر جمہوریت کو حاصل ہوتا ہے۔ ’’امیر المومنین‘‘ کی اصطلاح خالصتاً سیاسی اصطلاح ہے جس کا استعمال صرف اسی شخصیت کے لئے حصر ہونا چاہیے، جسے مسلمانوں نے خود منتخب کر کے ’’امیر‘‘ یعنی طے شدہ حکومتی اختیارات کا حامل ومجاز بنا دیا ہو۔ مرزائیوں کی طرف سے اپنے پیشوا کے لیے ’’امیر المومنین‘‘ کے لقب کا استعمال ہی ان کے اس معہود ذہنی کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہ پاکستان میں جمہور پاکستان کے مشورے کے بغیر اس کا ایک امیر بنائے بیٹھے ہیں اور ملت پاکستان کے نظام حکومت کو باطل سمجھتے ہیں۔ کسی اسلامی مملکت میں دو ہی اقسام کے شخص اپنے آپ کو ’’امیر المومنین‘‘ کہلا سکتے ہیں: ایک وہ جن کے دماغوں میں اختلال ہو اور اختلال دماغی کے باعث وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ اس جلیل القدر عہدہ پر فائز ہونے کے حق دار وہ ہیں لیکن واقعات نے انہیں ایسا بننے نہ دیا۔ دوسرے وہ لوگ جو ملک کا امر یعنی حکومتی اقتدار غصب کرنے کے خواہش مند ہوں اور اس کے لیے ساز باز و تیاری اور کوشش کرنے کے سلسلہ میں پہلے قدم کے طور پر حکومت مؤقتہ قائم کر کے خود امیر المومنین بن بیٹھیں۔

ظاہر ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود حواس باختہ لوگوں کے زمرے میں سے نہیں بل کہ ایک عیار آدمی ہے جو پاکستان میں ’’امیر المومنین‘‘ بننے کے خواب دیکھ رہا ہے اور مقصد کے حصول کے لیے جمہور پاکستان کے بنائے ہوئے نظام حکومت کے مقابلے میں اپنا الگ نظام حکومت قائم کر رہا ہے تا کہ وقت آنے پر اپنے مؤقتہ نظام حکومت کو نافذ کر سکے۔ مرزا بشیر الدین محمود کا ’’امیر المومنین‘‘ کہلانا تو کئی اعتبارات سے قابل اعتراض بات ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ’’امیر المرزائین‘‘ یا ’’امیر الاحمدیین‘‘ کا لقب بھی اختیار کرتا تو جمہور پاکستان اور حکومت پاکستان کے لیے یہ دیکھنا ضروری تھا کہ آیا یہ شخص متوازی نظام حکومت چلانے کا مرتکب تو نہیں ہو رہا اور ’’امیر‘‘ کہلانے کے متعلق اس کی خواہش سیاسی بغاوت کے ارادوں کی حامل تو نہیں؟

مرزائی تنظیم کا رنگ وروغن

صرف یہی نہیں کہ مرزائی اپنے پیشوا کو ’’امیر المومنین‘‘ کے لقب سے پکارتے ہیں بل

کہ مرزائیوں کے اس امیر نے ایک قسم کا متوازی نظام حکومت بھی قائم کر رکھا ہے۔ جس میں حکومتی نظام کی طرح الگ الگ شعبے اور نظارتیں موجود ہیں: نظارت اُمور داخلہ، نظارت اُمور خارجہ، نظارت نشر واشاعت، نظارت اُمور عامہ، نظارت اُمور مذہبی وغیرہ کے نام سے مرزائیوں کی اس امارت کے باقاعدہ شعبے کام کر رہے ہیں اور تمام مرزائی بہ درجۂ اوّل اپنے ''امیر المومنین'' اور اپنے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں اور ملکی نظام حکومت کے کاموں میں اسی کے حکم اور اسی کی اجازت سے حصہ لیتے ہیں، ان میں سے کوئی ملکی وزیر بنا لیا جاتا ہے یا کسی بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے، فوج میں بھرتی ہوتا ہے یا کوئی اور ملازمت اختیار کرتا ہے تو معہود ذہنی کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے امیر المومنین کا تابع فرمان ہے جس نے اسے مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش برد کی غرض سے ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ یہ بات کہ مرزائی جماعت کے لوگ بہ درجۂ اوّل اپنے امیر المومنین کے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں۔اس امر سے ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی حکومت اس شخص کو اپنی تنظیم سے خارج کر دیتی ہے جو امیر المومنین کی اجازت کے بغیر یا اس کے حکم کی پروا نہ کرتے ہوئے پاکستان کی کوئی ملازمت اختیار کر لیتا ہے۔اس حقیقت کے شواہد مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' کی ورق گردانی سے بہت مل سکتے ہیں۔ مرزائیوں کے اس معہود ذہنی کا ثبوت حضرت علامہ اقبال کے ایک بیان سے بھی ملتا ہے جو انہوں نے ۱۹۳۳ء میں کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہونے کے بعد دیا۔اس بیان میں حضرت علامہ اقبال اپنے استعفیٰ کے وجوہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقہ کے امیر کے سوا کسی دوسرے کی اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں چناں چہ احمدی وکلاء میں سے ایک صاحب نے جو میر پور کے مقدمات کی پیروی کر رہے تھے حال ہی میں اپنے ایک بیان میں واضح طور پر اس خیال کا اظہار کر دیا۔انہوں نے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی ''کشمیر کمیٹی'' کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان

کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کے اس بیان سے اندازہ لگایا کہ تمام احمدی حضرات کا یہی خیال ہوگا اور اس طرح میرے نزدیک ''کشمیر کمیٹی'' کا مستقبل مشکوک ہوگیا۔''

(ساتویں قسط)

متوازی نظام حکومت

حضرت علامہ اقبال کا متذکرۃ الصدر بیان (جو ہم سابقہ قسط میں درج کر چکے ہیں) اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ مرزائی جہاں کہیں ہو اور جس نظام کار میں کام کر رہا ہو وہاں بھی اپنے ہی امیر کے حکم پر چلنا ضروری سمجھتا ہے اور وہیں سے احکام حاصل کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے افراد کشمیر کمیٹی میں ہوں یا مسلم لیگ میں، ملکی سرکاری ملازمت میں ہوں یا پاکستان کی افواج میں، قانون ساز اسمبلیوں میں ہوں یا مجلس وزراء میں، ہر جگہ اپنے فرقہ کے ''امیر المومنین'' کے تابع فرمان ہیں اور اس دوسرے نظام کی اطاعت وفاداری کو جس میں وہ منافقانہ ذہنیت کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں اپنے اس نظام حکومت کی اطاعت و وفاداری کا تابع خیال کرتے ہیں جو انہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی حیثیت سے قائم کر رکھا ہے۔

مرزائیوں کے اس ذہنی تحفظ کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزائی افسر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ اور اپنے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش کرد کے لیے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے مرزائی ملازمین کے اس ذہنی تحفظ کے بہت سے ثبوت مہیا کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہم بر سبیل تذکرہ اپنے دعوے کی تائید میں صرف چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

چوہدری ظفر اللہ خان کی منافقت

سب سے پہلے پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان ہی کو لیجیے۔ اس شخص پر مرحوم و مغفور قائد اعظم نے احسان کیا اور اسے کسی قسم کی عوامی تائید کے بغیر پاکستان کا وزیر اُمور خارجہ بنالیا تا کہ اقوام متحدہ کی بحثوں میں حکومت پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وکالت کا

وظیفہ ادا کرے۔ راقم الحروف چوہدری ظفر اللہ خان کی قانونی قابلیتوں اور وکیلانہ صلاحیتوں کا بھی چنداں قائل نہیں اور سمجھتا ہے کہ اس کام کے لیے چوہدری ظفر اللہ خان کی بہ نسبت بہتر صلاحیتوں کا کوئی اور شخص مقرر کیا جا سکتا تھا جو اس کام کو احسن طریق سے سرانجام دے سکتا لیکن قائداعظم مرحوم کی نگاہ انتخاب چوہدری ظفر اللہ خان پر پڑی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ مرزائی وکیل وزارت خارجہ کے منصب پر فائز ہو جانے کے بعد اپنی سرگرمیوں کو پاکستان کی خدمت کے لیے وقف کر دیتا جس کے خزانے سے وہ بھاری بھر کم تنخواہ اور الاؤنس لے رہا ہے لیکن اس نے اپنے بلند منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے باہر کے ملکوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش شروع کر دی کہ پاکستان میں ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے جس کے حکم سے وہ UNO کی بحثوں میں پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وکالت کرنے پر مامور ہے اور اس کی اجازت کے بغیر وہ عرب ممالک کی ''مجلس متحدہ کبیر'' کی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتا کہ انجمن اقوام متحدہ کے دوائر کی تعطیل کے دنوں میں بھی وہیں ٹھہرے اور بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں فلسطین کے مسائل کے متعلق عرب ملکوں اور پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت اور نشر و اشاعت کرے۔ چوہدری ظفر اللہ خان کی اس عیارانہ چال سے متاثر ہو کر فلسطین کے عربوں کی انجمن نے مرزائیوں کے ''امیر المومنین'' کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست بہ زبان برق بھیجی کہ:

''آپ پاکستان کے وزیر خارجہ کو UNO کے کام کے تعطل کے دوران میں واپس نہ بلائیں بل کہ اسے یہیں رہنے کا حکم صادر فرمائیں۔''

چوہدری ظفر اللہ خان کی یہ حرکت یقیناً اس قابل تھی کہ پاکستان کی حکومت اس سے اس کا جواب طلب کرتی۔ اگر پاکستان میں کوئی حقیقی امیر المومنین ہوتا تو اپنی حکومت کے اس وزیر خارجہ سے بھی جواب طلب کرتا اور اس خود ساختہ ''امیر المومنین'' سے بھی پوچھ لیتا جو لاہور کی ایک الاٹ شدہ بلڈنگ میں بیٹھ کر حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ کے نام احکام صادر کرنے کی جرأت کا مرتکب ہو رہا ہے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ابھی پاکستان کا بنیادی دستور حکومت وضع ہو کر نافذ نہیں ہوا، اور اس کے موجودہ ارباب حکومت بیدار مغز نہیں جو

پاکستان کے متعلق عزائم بد رکھنے والے اور جمہور کے برپا کیے ہوئے نظام حکومت کے سائے میں ایک متوازی نظام حکومت چلانے والے لوگوں کی حرکات کا نوٹس لیں۔

ڈپٹی سیکرٹری اور ڈپٹی کسٹوڈین

مرزائیت کے فروغ کے لیے سرکاری حیثیت کے استعمال کی ایک افسوس ناک مثال حال ہی میں حکومت پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری شیخ اعجاز احمد اور کراچی کے ڈپٹی کسٹوڈین (Deputy Custodian) چوہدری محمد عبداللہ خان برادر اصغر چوہدری ظفر اللہ خان نے پیش کر دکھائی۔ ۲۰ رفروری کو مرزائیوں نے ملک کے متعدد مقامات پر ''یوم مصلح موعود'' منایا، اس روز مرزائیوں نے کراچی کے ''خالق دینا ہال'' میں بھی ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی صدارت شیخ اعجاز احمد ڈپٹی سیکرٹری فوڈ ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ پاکستان نے کی اور اس میں چوہدری عبداللہ خان ڈپٹی کسٹوڈین کراچی نے بھی تقریر کی۔ اپنے مذہبی تبلیغی جلسے میں سرکاری اور حکومت کے بڑے عہدے داروں کی شمولیت تو ایک حد تک جائز اور قابل عفو سمجھی جا سکتی ہے لیکن اس سلسلہ میں مرزائیوں نے کراچی میں جو قد آدم پوسٹر شائع کیے ان میں جلی قسم سے ان سرکاری عہدے داروں کے نام اور عہدے خصوصیت کے ساتھ درج کر دیے گئے اور ان دونوں سرکاری عہدے داروں نے جلسہ میں نمایاں اور ذمہ دارانہ حیثیت سے شرکت کی تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو کہ حکومت پاکستان سرکاری حیثیت کے استعمال کی اس حرکت پر کراچی کے اخبار ''نوروز'' نے احتجاج کی صدا بلند کی لیکن مرزائی ایسے احتجاجوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ اُن کے متوازی نظام حکومت کی ہدایات یہی ہیں کہ پہلے عہدے حاصل کرو اور پاکستان کے نظام ملازمت سرکار میں منسلک ہو جاؤ، پھر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ کے لیے استعمال کرو تاکہ کسی وقت مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت جمہور پاکستان کے ازروئے آئین وقانون قائم کیے ہوئے نظام حکومت کو برطرف کر کے اس کی جگہ خود لے سکے۔

ملازمت کے لیے اجازت کی شرط

متذکرہ مثالیں یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی سے زیادہ ہیں کہ جو مرزائی پاکستان کے

سرکاری عہدوں پر فائز ہیں یا سرکاری ملازمتوں میں کام کررہے ہیں وہ اپنے آپ کو اس نظام حکومت کا ملازم نہیں سمجھتے جس کے خزانہ میں سے وہ تنخواہیں لے رہے ہیں بل کہ وہ اپنے آپ کو اس متوازی نظام حکومت کا ملازم خیال کرتے ہیں جو مرزائیوں نے الگ قائم کررکھا ہے جس کا ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے، نظارتیں بھی ہیں، محکمے اور شعبے بھی قائم ہیں۔ یہ نظام حکومت اپنی رعایا میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے اس قدر متعصب ہے کہ اگر کوئی مرزائی اس نظام حکومت سے اجازت لیے بغیر کوئی سرکاری ملازمت قبول کرلیتا ہے تو اسے جماعت سے خارج کردیا جاتا ہے اور اس کو مقاطعہ کی سزا دے دی جاتی ہے۔ ایسے حکم کی ایک مثال ہم ذیل میں درج کررہے ہیں۔ جو مرزائیوں کے سرکاری گزٹ (الفضل ج ۳ نمبر ۱۸۳ ص ۴، مورخہ ۱۲؍ اگست ۱۹۴۹ء) پر شائع ہوئی۔ وھو ہذا!

''چونکہ شریف احمد گجراتی واقف زندگی ابن ماسٹر محمد الدین صاحب لائبریرین تعلیم الاسلام کالج لاہور بغیر اجازت متعلقہ دفتر والٹن سکول لاہور میں سٹیشن ماسٹری کی ٹریننگ کے لیے داخل ہوگئے تھے، ان کے اس فعل پر حضور نے انہیں اخراج از جماعت اور مقاطعہ کی سزا دی ہے۔ احباب کی آگاہی کے لیے اعلان کیا جاتا ہے۔

ناظر: اُمور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ''

پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کی غفلت اور کم نگاہی کا نتیجہ ہے کہ مرزائی جماعت نے پاکستان میں آکر پاکستان کے نظام حکمرانی کے مقابلے میں اپنا ایک متوازی نظام قائم کرلیا اور پاکستان کی سرکار کے مرزائی ملازم جو ہر صیغہ اور ہر شعبہ میں بڑے بڑے عہدوں اور کلیدی اسامیوں پر فائز نظر آتے ہیں، پاکستانی سرکار کے بجائے مرزائیوں کے اپنے نظام حکومت کے ظاہری اور مخفی احکام پر چلنے لگے، پاکستان کے وزیر خارجہ نے تو علی الاعلان بیرونی اسلامی ملکوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا بل کہ ظاہر کردیا کہ پاکستان میں ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے جس کے حکم اور ہدایت سے وہ پاکستان کی وزارت اُمور خارجہ کے وظائف ادا کررہا ہے۔ ظاہر ہے کہ عربوں کی انجمن نے چوہدری ظفر اللہ خان سے لیک

سکسس (Lake Success) میں قیام کرنے اور مسئلہ فلسطین کے متعلق بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں عربوں کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت کرنے کی جو درخواست کی تھی وہ ان کی پرائیویٹ یا مرزائیانہ حیثیت سے نہ تھی بل کہ ان کی درخواست پاکستان کے اس وزیرِ اُمور خارجہ سے تھی جو انجمن اقوام متحدہ کے دوائر میں پاکستان کی نمائندگی کرنے پر مامور تھا۔ اس درخواست کے جواب میں چوہدری ظفر اللہ خان کا یہ کہنا کہ مجھے ٹھہرانے کی ضرورت ہے تو حکومت پاکستان سے نہیں بل کہ ''امیر المومنین'' سے استدعا کرو۔ مرزا بشیر الدین محمود کو پاکستان کا ''امیر المومنین'' ظاہر کرنے کی کوشش نہیں تو اور کیا ہے۔

☆

آٹھویں قسط

فرقان بٹالین

اور لیجیے مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت صرف امیر المومنین اور محکمے، شعبے اور نظارتیں ہی نہیں رکھتا بلکہ اس نے باقاعدہ فوج کی بنیاد بھی رکھ لی ہے چناں چہ آزاد کشمیر کی افواج میں مرزائیوں کی ایک الگ پلٹن ''فرقان بٹالین'' کے نام سے قائم ہو چکی ہے۔ جس کو آزاد کشمیر کی حکومت سے اسلحہ، گولی بارود، وردی اور راشن مہیا کیا جاتا ہے۔ کہا جائے گا کہ اگر مرزائی اپنے شوق سے کشمیر کے جہاد آزادی میں حصہ لے رہے ہیں تو ان کی الگ بٹالین بنا دینے میں ہرج کی بات ہی کیا ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے مرزائی مجاہدین کو الگ بٹالین بنانے کی اجازت کس بناء پر دی؟ کیا مرزائی دوسرے مجاہدین کی طرح آزاد کشمیر کی افواج میں عام لوگوں کی طرح بھرتی نہیں ہو سکتے تھے؟

ہو سکتے تھے لیکن مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کو اپنی جداگانہ تربیت یافتہ فوج تیار کرنا مقصود تھا۔ اس لیے مرزائی اکابر نے آزاد کشمیر کی کم نظر حکومت سے فرقان بٹالین بنانے کی اجازت حاصل کر لی تاکہ مرزائی جوان جنگی تربیت حاصل کر لیں اور جب مرزا بشیر الدین محمود کو کوئی نیا خواب آئے یا وہ کوئی نیا رؤیا دیکھنے کا دعویٰ کر بیٹھے تو یہ فوج مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے کام آ سکے۔

صیغۂ راز یا خفیہ اُمور

مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت میں مختلف محکمے اور نظارتیں اور دارالقضاء یعنی فیصلے صادر کرنے والے ادارے ہی نہیں بلکہ ان کے ہاں دوسرے حکومتی نظاموں کی طرح ''راز'' کا ایک صیغہ بھی ہے۔ چنانچہ ''الفضل'' جنوری کے صفحات ۳،۴ پر مقامی امیروں (مرزائی گورنروں) اور مقامی جماعتوں کے پریذیڈنٹوں (صدور) وغیرہ کے وظائف

واختیارات کے متعلق جو نظام نامہ شائع کیا گیا اس میں حسب ذیل قواعد کی شقیں بھی موجود ہیں:

''۵۔ایسی صورت (یعنی ویٹو پاور Veto Power کے استعمال کی صورت) میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ایک باقاعدہ رجسٹر میں جو سلسلہ کی ملکیت تصور ہوگا اپنے اختلاف کی وجوہ ضبط تحریر میں لائے یا اگر ان وجوہ کا اس رجسٹر میں لکھنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف سمجھے تو کم از کم یہ نوٹ کرے کہ میں ایسی وجوہ کی بناء پر جن کا اس جگہ ذکر کرنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف ہے۔ کثرت رائے کے خلاف فیصلہ کرتا ہوں۔

۶۔لیکن اس مؤخر الذکر صورت میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اختلاف کی وجوہ تحریر کر کے بصیغۂ راز مرکز میں ارسال کرے۔''

مرزائیوں کے نظام حکومت کے ان قواعد سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس مذہبی جماعت کی بعض باتیں بصیغۂ راز بھی ہیں جن کی رُوداد کو وہ رجسٹر میں درج کرنا خلاف مصلحت سمجھتے ہیں۔ یہ سب مرزائیوں کی تنظیم کی ظاہری علامات ہیں جو ثابت کر رہی ہیں کہ اس جماعت کے لوگوں نے ایک متوازی نظام حکومت قائم کر رکھا ہے اور مرزائی جہاں بھی ہے، اس نظام حکومت کا تابع اور وفادار ہے اور اس کی ترقی اور تحکیم کے لئے کام کر رہا ہے۔

قادیان کا ایک نظارہ

مرزائیوں کے رجحانات، عزائم اور اعمال کو پوری طرح جانچنے اور سمجھنے کے لیے ایک نگاہ ان کے ان مصدقہ کوائف پر بھی ڈال لی جائے جو زمانہ قبل از تقسیم کے ایک عدالتی فیصلہ میں ثبت ہو چکے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ گورداس پور کے سیشن جج نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مشہور مقدمہ کا فیصلہ لکھتے ہوئے جس میں فاضل جج نے شاہ صاحب موصوف کو مرزائیوں کے خلاف منافرت پھیلانے کے جرم کا مرتکب ٹھہرایا۔ مرزائیوں کی تنظیم پر بھی تبصرہ کیا۔ جس کے ضمن میں اس نے لکھا:

''قادیانی مقابلتاً محفوظ تھے۔ اس حالت نے ان میں متمردانہ غرور پیدا کر دیا،

انہوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے ایسے حربوں کا استعمال شروع کیا جنہیں ناپسندیدہ کہا جائے گا۔ جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا۔ انہیں مقاطعہ، قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت انگیزی کی فضاء پیدا کی بل کہ بسا اوقات انہوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔ قادیان میں رضا کاروں کا ایک دستہ (والنیٹر کور Volunteer Core) مرتب ہوا اور اس کی ترتیب کا مقصد غالباً یہ تھا کہ قادیان میں "لمن الملك اليوم" کا نعرہ بلند کرنے کے لیے طاقت پیدا کی جائے، انہوں نے عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لیے، دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کی، دیوانی مقدمات میں ڈگریاں صادر کیں اور ان کی تعمیل کرائی گئی، کئی اشخاص کو قادیان سے نکالا گیا۔ یہ قصہ یہیں ختم نہیں ہوتا بل کہ قادیانیوں کے خلاف کھلے ہوئے طور پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے مکانوں کو تباہ کیا، جلایا اور قتل تک کے مرتکب ہوئے۔ اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو "احرار" کے تخیل ہی کا نتیجہ نہ سمجھ لیا جائے۔ میں چند ایسی مثالیں بیان کر دینا چاہتا ہوں جو مقدمہ کی مسل میں درج ہیں۔"

یہاں چند مثالیں بیان کرنے کے بعد جو عدالت کی رائے میں پایۂ اثبات کو پہنچ چکی تھیں اور مسل پر لائی جا چکی تھیں فاضل جج نے لکھا:

"یہ افسوس ناک واقعات اس بات کی منہ بولتی شہادت ہیں کہ قادیان میں قانون کا احترام بالکل اُٹھ گیا تھا، آتش زنی اور قتل تک کے واقعات ہوئے تھے۔ مرزا نے کروڑوں مسلمانوں کو جو اس کے ہم عقیدہ نہ تھے شدید دُشنام طرازی کا نشانہ بنایا۔ اس کی تصانیف ایک اسقف اعظم کے اخلاق کا انوکھا مظاہرہ ہیں جو صرف نبوت کا مدعی نہ تھا بل کہ "خدا کا برگزیدہ انسان" اور "مسیح ثانی" ہونے کا مدعی تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ (قادیانیت کے مقابلہ میں) حکام غیر معمولی حد تک مفلوج

ہو چکے تھے۔ دینی اور دُنیوی معاملات میں مرزا کے حکم کے خلاف کبھی آواز بلند نہیں ہوئی۔ مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایت پیش ہوئی لیکن وہ اس کے انسداد سے قاصر رہے۔ مسل پر کچھ اور شکایات بھی ہیں لیکن ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیرضروری ہے۔ اس مقدمہ کے سلسلہ میں صرف یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ قادیان میں جور وستم رانی کا دَور دورہ ہونے کے متعلق نہایت واضح الزمات عاید کیے گئے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً کوئی توجہ نہ ہوئی۔''

قصہ مختصر متوازی نظام حکومت بنا کر چلنا مرزائیوں کی پرانی عادت ہے۔ سوال یہ ہے کہ سرکار انگریزی نے تو اپنے خود کاشتہ پودے کی ترقی کے لیے مرزائیوں کو متوازی نظام حکومت بنانے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ کیا پاکستان کی حکومت بھی اس امر کو گوارا کرسکتی ہے کہ مرزائی اس ملک میں بیٹھ کر متوازی نظام حکومت چلائیں جو کسی وقت پاکستان کی صحیح حکومت اور پاکستان کے عوام کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے اور بن کر رہے گا!!!

☆

نویں قسط

پاکستان کے لیے ایک مستقل خطرہ

ہم نے اقساط ماسبق میں ''مرزائیت'' کے خدوخال کا جو نقشہ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا ہے اور مرزائی جماعت کی تنظیم کا جو تجزیہ کر دکھایا ہے وہ ٹھوس حقائق پر مبنی ہے اور ایسا کرتے وقت ہم نے کسی قسم کی مبالغہ آرائی، داستان سرائی اور متعصّبانہ قیاس آرائی سے کام نہیں لیا۔ ہر دعویٰ کے ساتھ ہم نے محض برسبیل تذکرہ خود مرزائی اکابر کے اعمال واقوال کے ناقابل تردید حوالے پیش کر دیے ہیں۔ انہی بیّن اور روشن شواہد کی بناء پر ہم نے وہ نتائج اخذ کیے ہیں جو مرزائیت اور مرزائیوں کی تنظیم کے خطرناک رجحانات وعزائم کا پتہ دے رہے ہیں۔ اپنی صحافتی ذمہ داریوں کے پیش نظر ہمارا فرض منصبی یہ ہے کہ جمہور پاکستان اور اس کے ارباب فکر وقیادت نیز ارکان اعضائے حکومت کو اس کیفیت کی طرف توجہ دلائیں جو پاکستان میں دجل وتلبیس اور فریب ومکاری کے پردوں کے پیچھے نشوونما پا رہی ہے اور اس کا بروقت انسداد نہ کیا گیا تو کسی دن پاکستان کو کئی قسم کے خطرات سے دوچار کرنے اور پاکستان کے باشندوں کو بے طرح مبتلائے آلام بنانے کا موجب بن سکتی ہے۔ بلاشبہ ہم مرزا بشیر الدین محمود یا اس کے باپ کی طرح یہ پیشین گوئی کسی وحی، الہام، رؤیا یا خواب کی بناء پر نہیں کر رہے ہیں بل کہ اس بصیرت کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ ایسا کہہ رہے ہیں لیکن ہم کہے دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد الہامی پیش گوئیاں اور مرزا بشیر الدین محمود کی رؤیائی تعبیریں تو غلط ہو سکتی ہیں لیکن ہمارا یہ پیش اندازہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہو کر رہے گا کہ مرزائیت مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف وآلام سے بچنے کا واحد طریق یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود ابھی سے متعین کر دی جائیں اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت

سے کڑی نگاہ رکھی جائے ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔ وما علینا الا البلاغ

حرف مطلب

اقساط ماسبق میں ہم نے مرزائیت کا جو تجزیہ کیا ہے اس کا لب لباب بہ صورت ذیل بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔مرزائی مسلمانوں سے الگ ایک اور قوم ہیں جس کا بنیادی اعتقادی نکتہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ہے لیکن یہ قوم دُنیوی فوائد حاصل کرنے کے لیے بہ وقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کے متعدد فرقوں کا ایک فرقہ ظاہر کرنے لگتی ہے جو فروعی اختلافات یا بزرگان دین سے نسبتی امتیاز ظاہر کرنے کے باعث بن چکے ہیں۔

۲۔دین مرزائیت کے پیرو مسلمانوں کی دینی اور ملی اصطلاحات ان کے صحیح محل کے علاوہ اپنے اکابر کے لیے بالاصرار استعمال کر کے دین اسلام اور عامتہ المسلمین کی غیرت کا استہزاء کرتے ہیں اور اس طرح مسلسل اشتعال انگیزی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے لیے صلوٰۃ وسلام، مرزا کے ساتھیوں کو ''صحابہ کرام'' کا لقب دے کر ان کے لیے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کی دعا کا استعمال، مرزا قادیانی کی بیویوں کے لیے ''امہات المؤمنین'' کا لقب، مرزا قادیانی کی بیٹی کے لیے ''سیدۃ النساء'' کا لقب، اپنے پیشوا کے لیے ''امیر المومنین'' کا لقب اور مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے لیے ''خلافت'' کی اصطلاح بلا تکلف استعمال کر رہے ہیں۔ان کی یہ حرکتیں پاکستان کی مسلمان اکثریت کے لیے ناقابل برداشت ہیں اور ان کے استعمال پر مرزائیوں کا اصرار ایک قسم کی شرارت ہے جو فساد انگیزی کی نیت سے مسلسل کی جارہی ہے۔

۳۔پاکستان کی اسلامی مملکت کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش ہے۔وہ اکھنڈ ہندوستان کو ''احمدیت'' کے فروغ کے لیے ''خدا کی دی ہوئی وسیع بیس (base)'' سمجھنے

پر مجبور ہیں اور پاکستان کی حمایت محض منافقت کے انداز میں کررہے ہیں۔ قادیان حاصل کرنے کی خاطر وہ بھارت کی حکومت سے ہر قسم کا سودا کرنے کے لیے تیار ہیں اور اس مقصد کی خاطر پاکستان کے ہر مفاد کو بلکہ خود پاکستان کو بھی قربان کرنے کے لیے آمادہ ہیں۔

۴۔ مرزائیت کے دینی اور دُنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ایسی تنظیم اُستوار کررکھی ہے جو صریح طور پر پاکستان کے نظام حکومت کے مقابلے میں مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت بن چکی ہے۔

۵۔ پاکستانی سرکار کے مرزائی ملازم اپنے آپ کو پاکستان کے نظام حکومت کا تابع فرمان نہیں سمجھتے بل کہ اپنے ''امیر المومنین'' کی حکومت کا تابع خیال کرتے ہیں، ان کی یہ ذہنیت پاکستان کے تحفظ کے لیے بہ درجہ غایت خطرناک ہے۔

یہ وہ کیفیات ہیں جن کے موجود ہونے سے کسی کو خواہ وہ کتنا بڑا مرزائی یا ان کا دوست یا ان کا تنخواہ دار ہو۔ مجال انکار نہیں ہوسکتی اور ان کی کیفیات کی طرف مسلمانوں کے دینی عالم، سیاسی مفکر، واعظ، خطیب اور مقرر نیز مسلمانوں کے اخبارات کم وبیش توجہ مبذول کرتے رہے ہیں لیکن پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کو دینی حیثیت کے ان فتنوں اور سیاسی نوعیت کی ان شرارتوں کی طرف توجہ مبذول کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی جو پاکستان کے خرمنوں کے لیے برق خرمن کی طرح پرورش پارہی ہے۔ ان کیفیات وخطرات سے پاکستان کو بچانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنی دینی پوزیشن اور اپنے سیاسی عزائم پر از سر نو غور کریں اور ان تمام لغویتوں کو جو انہوں نے انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کے دینی معتقدات کی تخریب اور ان کی دُنیوی حیثیتوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے انگریزوں ہی کی شہ پر اختیار کررکھی تھیں۔ خود ہی ترک کر کے مسلمان بن جائیں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا بشیر الدین محمود کی ساری خرافات کو دریائے چناب کے پانی میں بہادیں جس کے کنارے وہ اپنا نیا مرکز ''ربوہ'' کے نام سے تعمیر کررہے ہیں۔

مرزائے قادیان کی ہفوات واہیہ کو برقرار رکھتے ہوئے حسب ضرورت وحسب موقع ان کی توجیہیں اور تاویلیں کرنے سے یہ گتھی سلجھ نہیں سکتی اگر وہ رُشد وہدایت کی سیدھی راہ اختیار کرنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے پرانے قصے انگریزی حکومت کے اقتدار کے ساتھ اسی جگہ دفن کردینے چاہئیں جہاں زمانے کی رفتار نے انگریزوں کا اقتدار دفن کردیا ہے کیوں کہ ''مرزائیت'' کا ڈھونگ انہی کی خاطر رچایا گیا تھا اور انہی کے حکم وایما سے رچایا گیا تھا لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں، ان کی آنکھوں اور ان کے کانوں پر مہریں لگادی ہیں اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز کی سیاست کی بجائے اللہ کا بھیجا ہوا رسول، نبی، مسیح، مہدی، کرشن اور نہ جانے کیا کیا ماننے پر مصر ومقرر رہنا ضروری سمجھتے ہیں تو انہیں اپنے آپ کو مسلمانوں میں کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی تلبیسی کوششیں یک قلم ترک کردینی چاہئیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ کا رسول ماننے والی ایک قوم قرار دے لینا چاہیے۔ اسی صورت میں ''مرزائی'' کہلائیں یا ''احمدی''، لیکن ان کو مسلمانوں کی دینی اور ملی مصطلحات استعمال کرنے کا وتیرہ خود ہی ترک کردینا چاہیے۔ مسلمانوں کی دینی وملی اصطلاحوں کے بجائے وہ اپنی ہی اصطلاحیں وضع کرلیں اور مرزا کے لیے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' اور اس کی بیویوں کے لیے ''امہات المؤمنین'' اس کے ساتھیوں کے لیے ''صحابہ کرام'' اور اس کی بیٹی کے لیے ''سیدۃ النساء'' اور اس کے متعلقین کے لیے ''رضی اللہ تعالیٰ'' کی قبیل کے القاب اور دعائیں استعمال کرکے اسلام کی روایات سے تلعب واستہزاء نہ کیا کریں، اس طرح مسلمانوں کے دل دُکھا کر انہیں اشتعال نہ دلائیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزائیوں کو اپنی وہ بدرجۂ غایت بری عادت بھی ترک کرنی پڑے گی جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کارخانۂ نبوت کو صحیح اور ممکن ثابت کرنے کے لئے انبیاء کرام اور صلحائے عظام کی توہین کی صورت میں اپنے اندر راسخ کررکھی ہے۔ ایک غیر مسلم قوم بن کر مرزائی لوگ اپنے دین کی تبلیغ اور اپنے دُنیوی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کے لیے پاکستان کی مسلم اکثریت سے ایسے تحفظ حاصل کرسکتے ہیں جو ان کے لیے ضروری ہوں اور ملک کی دوسری

غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل ہوں لیکن انہیں اپنی ایسی حرکات سے باز آنا پڑے گا جو مسلمانوں کی اکثریت اور پاکستان کی دوسری اقلیتوں کی دل آزاری کا موجب ہیں۔ مرزائیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ابھی سے اپنی دینی اور دُنیوی حیثیت پر از سر نو غور کر لیں کیوں کہ پاکستان میں انہیں مسلمانوں کے دین سے استہزاء اور تلعب کرنے اور ان کی دل آزاریاں کر کے ان کے کلیجے چھلنی کرنے کا وہ لائسنس نہیں ملے گا، نہ ہی مل سکتا ہے جو انہیں پچھلے دَور کی انگریزی حکومت کے عہد میں حاصل رہا ہے۔

دسویں قسط

تتمۂ کلام

راقم الحروف کا خیال تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہاموں اور مرزا بشیر الدین محمود کے رؤیاؤں کے علی الرغم پاکستان کے بن جانے کے بعد اور مرزائیوں کو پاکستان کے سوا اور کسی جگہ جائے پناہ نہ ملنے کے بعد مرزائی دین کے پیرو خود ہی دین حقہ اسلام اور امت مسلمہ کے متعلق اپنی بیہودہ اور از سرتا پا لغو بلکہ شرارت افروز اور فتنہ پرور روش پر خود ہی غور کر کے مائل بہ اصلاح ہو جائیں گے اور سوچ لیں گے کہ پاکستان کی جمہوری اسلامی مملکت میں بودوباش رکھنے کے لئے ان کو ضروری ہے کہ دینی اور سیاسی حیثیت کی فساد آرائیوں کا وتیرہ ترک کر دیں لیکن مرزائیوں نے بدلے ہوئے حالات میں اپنے مقام، موقف اور مستقبل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی بجائے پاکستان میں آ کر اپنی مفسدانہ سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ اپنے آپ کو پاکستان کا حکمران بنا لینے کے خواب دیکھنے لگے۔ پنجاب کے فرنگی گورنر فرانسس مودی (Francis Mudie) نے انہیں پاکستان میں اپنا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول سرکاری زمین دے دی۔ مسلمان مہاجرین کے لئے اس قسم کی کوئی گنجائش آج تک نہیں نکالی گئی۔ الاٹ منٹوں کے سلسلے میں ابتدائی دَور میں جو اندھیر مچا اس سے مرزائی افسروں نے خوب ہی فائدہ اٹھایا اور مرزائیوں کو اچھے اچھے مکان، اچھے اچھے کارخانے، عمدہ باغات اور بڑی بڑی دکانیں ناجائز طریقوں سے الاٹ کر دیں۔

چوہدری ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ بنا لیا گیا تو مرزائیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور وہ سمجھنے لگے کہ پاکستان تو ان کے لیے اور ان کے "امیر المومنین" ہی کے لیے بنایا گیا ہے، مسلمانوں کو تو خدا نے محض ان کے طفیل اور انہی کے صدقے میں اس لیے بچا لیا ہے کہ وہ مرزائیوں کے محکوم بن جائیں اور مرزائیت کے فروغ اور ترقی کے لئے غذا کا کام دیں۔

عامتہ المسلمین کو اور پاکستان کی حکومت کو غافل اور دوسرے معاملات میں اُلجھا ہوا دیکھ کر مرزائیوں نے اپنے اس متوازی نظام حکومت کو مستحکم بنانے کا عمل شروع کر دیا جو انہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی طور پر قائم کر رکھا ہے۔ جسے ہم دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے اوپر ثابت کر آئے ہیں اگر مرزائی اپنی تنظیمی اور جنگی طاقت کی آزمائش کرنے کے لیے سیال کوٹ کا وہ تبلیغی جلسہ منعقد نہ کرتے جس میں چند اضلاع کی مرزائی جمعیتیں مسلح ہو کر اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پوری تیاری کر کے حتیٰ کہ زخمیوں کی مرہم پٹی تک کا انتظام کر کے شامل ہوئی تھیں تو یہ لوگ اندر ہی اندر اپنا کام کرتے رہتے اور مسلمانوں کے اخبارات کی توجہ ابھی چندے اور اس فتنہ کی طرف منعطف نہ ہوتی جو پاکستان کے اندر پاکستان کی تخریب کرنے کے لیے پرورش پا رہا ہے۔ مرزائیوں کا سرکاری گزٹ ''الفضل'' اس حقیقت کو تسلیم کر چکا ہے کہ اگر سیال کوٹ کے حکام غفلت سے کام لیتے اور مرزائیوں کے فتنہ آرائی کے ارادوں کے پیش نظر پولیس کی جمعیت کا انتظام نہ کر لیتے تو مرزائی مسلمانوں کی ایسی سرکوبی کر دیتے کہ مرزائیت کی مخالفت کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتے۔

قصہ مختصر سیال کوٹ کے ہنگامہ نے جو ۱۵رجنوری کو رونما ہوا، ہمیں اس امر کی ضرورت کا احساس دلا دیا کہ مرزائیوں کی سرگرمیوں اور ان کے ارادوں کا پوری طرح جائزہ لیں اور حسن ظن میں مبتلا نہ رہیں کہ مرزائیوں نے خود ہی اپنے آپ کو سدھارنے کی ضرورت محسوس کر لی ہوگی۔ اس جائزہ کے نتائج ہم نے دلائل وشواہد کے ساتھ گزشتہ نو (۹) قسطوں میں عامتہ المسلمین کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے مستقبل کو آنے والے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مرزائی خود ہی اپنے مقام اور موقف کی تعیین وتحدید کر لیں اور پاکستان کے وفادار، شریف اور امن پسند باشندوں کی طرح اس کے سایۂ عاطفت میں زندگی بسر کرتے رہیں۔ ایسا کرنے کی دو (۲) واضح صورتیں ہم قسط نمبر ۹ میں پیش کر چکے ہیں۔ مرزائیوں کو ان دونوں صورتوں پر اچھی طرح غور کر کے اپنے مستقبل کی روش کا فیصلہ کر لینا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لیے تیار

نہیں ہو سکتے اور اپنے مسلک پر جو مسلمانوں کے لیے بہ درجہ غایت دل آزار اشتعال انگیز اور ناقابل برداشت ہے۔ اصرار کرنے کے خواہاں ہیں تو عامتہ المسلمین کو چاہیے کہ وہ مملکت پاکستان کو آنے والے خطروں اور فتنوں سے بچانے کے لئے ابھی سے ہوشیار ہو جائیں اور دستور ساز اسمبلی کی وساطت سے ان اُمور کا فیصلہ کرانے کے لیے آواز بلند کریں جو دینی اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان موضوع بحث وجدال ہیں۔ مسلمانوں کو اس امر پر ٹھنڈے دل ودماغ اور پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ وہ:

۱۔ کسی غیر مسلم اقلیت کو کس حد تک اس امر کی اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ انبیائے کرام علیہم التحیۃ والسلام کی توہین کے ارتکاب کو اپنا حق سمجھے۔

۲۔ حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ ختم الرسل وسید المرسلین ہونے کا صریح انکار کرنے کے باوجود مسلمان کہلائے، نہ صرف مسلمان کہلائے بل کہ اس کی بناء پر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے۔

۳۔ مسلمانوں کی دینی اور ملی اصطلاحات کو جو امت مسلمہ کے ساڑھے تیرہ سو سال کے عمل سے تخصیص کا مقام حاصل کر چکی ہیں۔ اپنے اکابر کے لیے استعمال کرتی رہے مثلاً مرزا غلام احمد کے لیے "علیہ الصلوٰۃ والسلام" مرزا کے ساتھیوں کے لیے "صحابہ" اور "رضی اللہ تعالیٰ عنہم"، مرزا کی بیوی کے لیے "ام المؤمنین"، مرزا کی بیٹی کے لیے "سیدۃ النساء"، اپنے دینی اور دُنیوی پیشوا کے لئے "خلیفہ" اور "امیر المؤمنین" اور اپنے نظام حکومت کے لیے "خلافت" کی اصطلاحیں بلا تکلف استعمال کرے۔

مرزائیوں کی یہ حرکات نہ صرف دین حقہ اسلام اور امت مسلمہ کی مقدس روایات سے ایک کھلا ہوا تلعب واستہزاء ہیں بل کہ عملاً چالیس کروڑ مسلمانان عالم کے وجود کی نفی کر رہی ہیں۔ ہر مسلمان کو اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے دل سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کس حد تک مرزائیوں کی ان لغویتوں کو برداشت کر سکتا ہے۔ اگر مسلمان رواداری، فیاضی، مصلحت یا مسامحت سے مرزائیوں کو اپنی یہ لغویات جاری رکھنے کا حق دینے کے لیے تیار ہیں تو انہیں یا

تو مرزائی ہو جانا چاہیے یا اپنے آپ کو مسلمان کہلانا چھوڑ دینا چاہیے کیوں کہ مصطلحات کا وہ سرمایہ جو دین اسلام اور امت مسلمہ سے مختص تھا۔ مرزائیوں اور صرف مرزائیوں کی مملکت بن چکا ہے اور اس سرقہ اور ڈاکہ کا نوٹس نہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسے عملاً صحیح تسلیم کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے علمائے دین اور ارباب فکر و قیادت کو چاہیے کہ وہ ان خطوط کی روشنی میں جو ہم نے اس سلسلہ مضامین میں بیان کر دیے ہیں، مرزائیت کے مقام اور مستقبل پر پوری طرح غور کر کے دستور اسمبلی کی رہنمائی کے لیے اپنے مطالبات کا ایک نقشہ تیار کر لیں اور اس نقشہ کو جامۂ عمل پہنانے کے لیے کوشاں ہو جائیں۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں تو ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے غفلت شعار مسلمانوں کے حال پر رحم کرے اور انہیں دینی اور دُنیوی فتن سے آگاہ ہونے کے لیے صحیح بصیرت عطا فرمائے۔

ضمیمہ

مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' کو شکایت ہے کہ ہم نے اس سلسلۂ مضامین میں گورداس پور کے سشن جج کے فیصلے سے جو حوالے دیے ہیں- انہیں اپیل پر پنجاب ہائی کورٹ کا ایک انگریز جج جسٹس کولڈ سٹریم (Justic Cold Stream) مسترد کر چکا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ جسٹس کولڈ سٹریم نے اپنے فیصلے میں سشن جج گورداس پور کے بعض ریمارکس (remarks) کو صرف غیر متعلقہ قرار دیا تھا، ان کی صحت وعدم صحت کے متعلق کسی قسم کی رائے ظاہر نہیں کی۔ سیشن جج کے ریمارک ان شہادتوں پر مبنی ہیں جو مقدمہ کے دوران میں اس کے سامنے پیش کی گئیں۔ وما علینا الا البلاغ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

پاکستان کا وجود عارضی ہے (مرزا بشیر الدین محمود کا الہامی عقیدہ)

ہم نے ۱۱رفروری کی اشاعت میں ملتان سے موصول شدہ ایک اشتہار کا تذکرہ کرتے ہوئے پاکستان کی مرزائی اقلیت کے پیشوا اور سیاسی لیڈر مرزا بشیر الدین محمود کی ایک عرفانی گفتگو کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اپریل ۱۹۴۷ء کے آغاز میں اس شخص نے اپنے پیروؤں میں اس امر کی تلقین کی تھی کہ؛

مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لیے base (مرکز) کے طور پر منتخب کر رکھا ہے لہٰذا ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کی کوشش کرنا ہر مرزائی کا مذہبی فریضہ ہے......

مسلمان جو پاکستان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں افتراق پسند ہیں......

اگر وہ ہلاکت کے اس گڑھے یعنی پاکستان میں گرنے کے ارادہ سے باز نہ آئے تو مرزائیوں کو بھی اپنی کھوپڑی بچانے کے لیے عارضی طور پر ان کا ساتھ دینا

چاہیے۔

مرزا بشیر الدین محمود کی یہ ''عرفانی گفتگو'' جو ۵؍اپریل ۱۹۴۷ء کے ''الفضل'' میں شائع ہوئی اور اب اشتہارات کی صورت میں مرزائی جماعت کے لوگوں میں بانٹی جا رہی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس فرقہ کے لوگوں کی منافقانہ ذہنیت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ یہ گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کی رُو سے ''اکھنڈ ہندوستان'' کو مرزائیت کے فروغ کے لیے base تصور کرتے ہیں اور اس base کو قائم رکھنے کی کوشش کرنا اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے ہیں، پاکستان کے وجود کو محض عارضی سمجھتے ہیں اور ہلاکت کا گڑھا خیال کرتے ہیں، پاکستان میں وہ محض بہ امر مجبوری (عقیدۃً عارضی طور پر) پناہ لے رہے ہیں کیوں کہ مسلمانوں کی افتراق پسندی نے ''اکھنڈ ہندوستان'' کے وجود کا خاتمہ کر دیا اور مرزائیوں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ یہ کیفیت جسے وہ عقیدۃً عارضی سمجھ رہے ہیں۔قبول کرنی پڑی۔

معاصر مؤقر ''زمیندار'' اور مرزائیوں کے اخبار ''الفضل'' کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مضمون کے ٹریکٹ اور اشتہار ملتان کے علاوہ لائل پور اور گوجرانوالہ میں بھی نشر کیے گئے ہیں۔ مرزائیوں کا اخبار ''الفضل'' یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ ان اشتہاروں اور ٹریکٹوں کو چھاپنے اور نشر کرنے والے لوگ احمدی یعنی مرزائی نہیں بل کہ احراری ہیں جو مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ''الفضل'' مرزا بشیر الدین محمود کی کسی سابقہ تقریر یا تحریر کے ایک فقرہ کو اُچھال کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اپریل ۱۹۴۷ء میں ''اکھنڈ ہندوستان'' کو احمدیت کے فروغ کے لیے ''اللہ کا دیا ہوا بیس base'' قرار دینے والا اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کو مرزائیوں کے لیے مذہبی فرض قرار دینے والا بشیر الدین واقعات کی رفتار کو بھانپ کر مئی ۱۹۴۷ء میں یہ کہنے لگا تھا کہ:

> ''ہم پاکستان کی حمایت اس لیے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا جائز حق ہے اور وہ انہیں ملنا چاہیے اور اگر حق کی تائید میں ہمیں پھانسی پر بھی لٹکا دیا جائے تو یہ ہمارے لیے موجب راحت ہوگا۔''

مرزائی جماعت کے پیشواؤں اور مقتداؤں کی الہامی اور عرفانی گفتگوئیں بلاشبہ بھان متی کا ساپٹارا ہوتی ہیں جن سے بہ وقت ضرورت ہر قسم کی چیز نکالی جاتی ہے اور مرزا بشیر الدین محمود بھی اپنے باپ کی طرح اپنے خوابوں، رویاؤں اور الہاموں کی تعبیر و تفسیر بیان کرتے وقت اس بات کی خاص احتیاط کر لیتا ہے کہ اس کا مطلب یوں بھی ہوسکتا ہے اور یوں بھی نکل سکتا ہے اور عام طور پر کہہ دیتا ہے کہ یہ میرا خواب ''مبشر'' بھی ہے اور ''منذر'' بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہم ''الفضل'' اور دوسرے مرزائیوں کے اس استدلال سے مطمئن نہیں ہوسکتے کہ مرزا بشیر الدین محمود کے بیانات میں ایسے فقرے بھی موجود ہیں جو پاکستان کے حق میں ہیں بل کہ ایسی متضاد باتیں جن سے ''اکھنڈ ہندوستان'' اور پاکستان دونوں کی حمایت کے پہلو نکلتے ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ کی صحت کا ایک اور روشن ثبوت ہے کہ پاکستان کے متعلق مرزائی جماعت کے پیشوا کی ذہنیت اور روش منافقانہ ہے جس سے پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے عوام کو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے۔

باقی رہا ''الفضل'' یا لائل پور اور گوجرانوالہ کی مقامی مرزائی جماعتوں کے سیکرٹریوں کا یہ دعویٰ کہ محولہ بالا اشتہار اور ٹریکٹ مرزائیوں کی طرف سے نہیں بل کہ احراریوں کی طرف سے مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لیے شائع کیے جا رہے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں تحقیق و تفتیش کے خلجان میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ احراری، مرزا بشیر الدین محمود کی اس عرفانی گفتگو کو نشر کر رہے ہوں تا کہ مسلمان عوام پر مرزائیوں کی منافقانہ روش ظاہر ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود مرزائی جماعت کے لیڈر اپنی جماعت کو اپنے پیشوا کی بنیادی تلقین یاد دلانے کے لیے اور ان کے دلوں اور دماغوں میں یہ عقیدہ قائم رکھنے کے لئے اس حرکت کا ارتکاب کر رہے ہوں کہ مرزائیوں کے خدا نے ''اکھنڈ ہندوستان'' کو مرزائیت کے فروغ کے لیے base بنایا تھا جو ''مسلمانوں کی افتراق پسندی'' نے ختم کر دیا لیکن مرزائیوں کو اپنے خدا کی بات پوری کرنے کے لیے ہندوستان کو پھر اکھنڈ بنانے کی کوشش جاری رکھنی چاہئیں اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا پیشوا آغاز اپریل کی ایک ''عرفانی مجلس'' میں اس امر کا اعلان کر چکا ہے کہ اگر مسلمان پاکستان بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے

تو یہ کیفیت عارضی ہوگی۔

یہ سوال اتنا اہم نہیں کہ مرزائیوں کے اس بنیادی مذہبی عقیدہ کی اشاعت کہ اکھنڈ ہندوستان خدا کی طرف سے احمدیت کے فروغ کے لیے base بنایا جا چکا ہے اور پاکستان کا قیام ایک عارضی کیف ہے۔ مرزائی کرر ہے ہیں یا احراری کرر ہے ہیں۔ اہم سوال یہ ہے کہ پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے متعلق مرزائیوں کے بنیادی، مذہبی عقائد حقیقتاً کیا ہیں؟ وہ عقائد مرزا بشیر الدین کی اس عرفانی گفتگو سے ظاہر ہیں جو ۵/اپریل ۱۹۴۷ء کے ''الفضل'' میں چھپ چکی ہے اور اب اشتہاروں اور ٹریکٹوں کی شکل میں چھاپ چھاپ کر نشر کی جارہی ہے۔ اکھنڈ ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کے لیے ''خدا کا دیا ہوا base'' سمجھنے اور پاکستان کے وجود کو ''عارضی کیفیت'' قرار دینے کے متعلق نہ تو ''الفضل'' کو کچھ کہنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ نہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی اس عرفانی گفتگو کی کوئی نئی تفسیر یا تاویل کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس قسم کے خطرناک مذہبی عقائد رکھنے والی اقلیت کس حد تک اس ترجیحی سلوک کی مستحق ہے جو پاکستان میں مرزائیوں کے ساتھ کیا جارہا ہے!!! ایسا اہم سوال ہے جس کا جواب ہم پاکستان کی حکومت اور اس کے وفادار عوام سے حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن سردست انہیں اس سوال کا جواب دینے کے لیے آمادہ و مائل نہیں پاتے۔

مرتضیٰ احمد خان میکش درانی

☆

پاکستان سے بیزاری، بھارت سے وفاداری

پاکستان کی اسلامی مملکت کے اندر جو تخریبی فتنے پرورش پا رہے ہیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ مرزائیت کا ہے کیوں کہ مرزائیت دین اسلام کی کھلی تحقیر وتضحیک کا دوسرا نام ہے۔ اس مذہب کے پیرو نہ تو اسلام کے وفادار ہیں نہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں اور نہ پاکستان کے ساتھ کسی قسم کا اُنس رکھتے ہیں۔ اس فتنہ کے سب سے زیادہ خطرناک ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مرزا کے پیرو خارج میں اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں اور باطن میں اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم سمجھتے ہوئے دین اسلام کے بنیادی عقائد کی بیخ کنی کے در پے رہتے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے باوجود یہ منافقین کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شامل ہونا اور مومن میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی اپنے مذہبی عقیدہ کی رُو سے حرام سمجھتے ہیں۔

منافقوں کی یہ ہے نشانی زبان پہ دیں ہو تو کفر دل میں
اسی نشانی سے قادیانی تعارف اپنا کرا رہے ہیں!
(ظفر علی خان)

اور اِدھر مسلمانوں کی غفلت اور بے خبری کا یہ عالم ہے کہ وہ ان کی حقیقت و ماہیت سے صحیح طور پر آگاہ نہ ہونے کے باعث انہیں بھی مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی طرح ایک فرقہ سمجھ رہے ہیں اور جب کوئی مرزائی مر جاتا ہے تو اس کے مسلمان رشتہ دار اس کی نماز جنازہ میں شامل ہونے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرنے میں کسی قسم کی عار یا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ کھلے دشمن کی بہ نسبت وہ چھپا دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے جس کے خبث باطن کی طرف سے انسان غافل ہو، اور یہی حالت پاکستان اور دنیائے اسلام کے عام مسلمانوں کی ہے جو مرزائیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھ کر ان کی ان ظاہری

اور مخفی سرگرمیوں سے بے خبر رہتے ہیں جو کہ منافقین کے اس گروہ کی طرف سے پیہم کی جارہی ہیں۔

یہ بات اظہر من الشمّس ہے کہ مرزائی مسلمان نہیں کیوں کہ وہ قادیان کے ایک مدعی کاذب ودجال ومفتری کی نبوت پر ایمان لانا ذریعہ نجات قرار دیتے ہیں لیکن سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کو جوملت پاکستان کا ایک جزواور پاکستان کا خیر خواہ اور وفادار سمجھا جارہا ہے۔ وہ پاکستان کے عوام اوران کے ارباب سیاست کی بہت بڑی کم نظری اور نافہمی پر دال ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کم نظری اور نافہمی کی وجہ محض یہ ہے کہ مسلمان مرزائیوں کی سرگرمیوں اوران کے رجحانات کا جائزہ لینے کی طرف سے غافل ہیں اوراپنی اس غفلت کی وجہ سے مرزائیوں سے دھوکا کھاتے چلے جارہے ہیں۔ چند ماہ ہوئے ہم نے مرزائیوں کے سیاسی عزائم کا تجزیہ کرتے ہوئے مسلسل مقالات کی دس (۱۰) قسطیں شائع کی تھیں جن میں ناقابل تردید حقائق ودلائل سے ثابت کردکھایا تھا کہ اس فرقہ کے لوگ پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اوراس کے ساتھ ہی وہ بھارت کو بھی اپنے ان برے دنوں کا ملجاو ماویٰ سمجھ رہے ہیں جب پاکستان میں ان کے عزائم پروان چڑھنے سے یکسرنا کام رہ جائیں گے۔

معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کی آنکھیں کھلنے کے آثار دیکھ کر مرزائی اپنے اوّل الذکر مقصد یعنی پاکستان پر مرزائیوں کی حکومت مسلط کرنے کے خیال کی تکمیل کی طرف سے مایوس ہورہے ہیں اوراب اس فکر میں ہیں کہ بھارت کی زمین انہیں اپنی آغوش میں لے لے۔ ''ٹائمز آف انڈیا'' بمبئی کے نامہ نگار کی اطلاع مظہر ہے کہ امت مرزا کے افراد کا جواجتماع ۲۶، ۲۷ر دسمبر کو قادیانی ضلع گورداس پور میں منعقد ہوااور جس میں پاکستان سے جانے والے یک صد کے قریب مرزائی یاتری بھی شامل ہوئے، اس میں پاکستان کو مرزائیت کے نقطۂ نگاہ سے بہت کوسا گیااور بھارت کی اس قدر تعریف کی گئی کہ بھارت کی حکومت کو ''اللہ کی نعمت'' اور بھارت کو ''مرزائیوں کا دارالامان'' ظاہر کیا گیا۔ ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار کا بیان یہ ہے:

''ایک نشست میں جس کے صدر لاہور کے ایک بیرسٹر شیخ بشیر احمد تھے۔ علی الاعلان کہا گیا کہ پاکستان کی حکومت جو اسلامی تحریک کا نتیجہ ہے۔ مرزائیوں کی حفاظت سے قاصر رہی ہے۔ وہاں تین مرزائی قتل ہو چکے ہیں۔

اس کے بالمقابل ہندوستان کی حکومت نے بے دین ہونے کے باوجود ہر مذہب کے پیروؤں اور بالخصوص مرزائیوں کی حفاظت کا خاطر خواہ سامان مہیا کر رکھا ہے۔

پاکستان میں ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت نے ادھم مچا رکھا ہے مگر ہندوستان میں ہمیں ہر قسم کا امن واطمینان میسر ہے، ان اُمور کی روشنی میں ہندوستان کی حکومت کو ''اللہ کی نعمت'' قرار دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ اس حکومت کے وفادار ہیں۔''

اس کے علاوہ اخبار ''بندے ماترم'' کی اطلاع مظہر ہے:

''(قادیان، ۲۸ دسمبر) کل یہاں احمدیوں کا سہ روزہ سالانہ جلسہ شروع ہو گیا جس میں پاکستان سے آمدہ ۹۷، احمدیوں اور ہند کے مختلف حصوں کے ۵۲۰۰ احمدیوں کے علاوہ مقامی ہندوؤں اور سکھوں کی بھاری تعداد بھی شامل ہوئی۔ جلسہ میں ایک ریزولیشن (resolution) پاس کیا گیا جس میں ہند سرکار سے درخواست کی گئی کہ وہ قادیان میں موجودہ احمدیوں کی وہ تمام جائیداد واپس کر دے جو نکاسی قرار دی جا چکی ہے۔ ایک اور ریزولیشن میں ہند و پنجاب کی حکومتوں سے درخواست کی گئی ہے کہ قادیان کی زیارت کے لئے سہولیات دی جائیں اور ان نکاسیوں کی واپسی کی اجازت دی جائے جو کہ ۱۹۴۷ء کی گڑبڑ میں قادیان سے چلے گئے تھے اور ہر دو مہینوں میں آنے جانے کے عارضی پرمٹ (Permit) دیے جائیں۔ مسٹر بشیر الدین احمد نے ہندوستانی احمدیوں کو تلقین کی کہ وہ ہند سرکار کے وفادار رہیں اور کوئی شرارت نہ کریں۔''

مرزائیوں کے سالانہ جلسہ منعقدہ قادیان کی یہ تقریریں اور قراردادیں مرزائیوں کے باطنی رجحانات اور دلی احساسات کو بہ خوبی ظاہر کر رہی ہیں۔ اس حقیقت کبریٰ کے باوجود

کہ پاکستان نے مرزائیوں کو پناہ دی اور مرزائیوں نے اپنی عیاریوں سے اپنے حق سے کہیں زیادہ عمارتیں، کارخانے، دکانیں اور اقتصادی ادارے الاٹ (Allot) کرالیے۔ پنجاب کے انگریز گورنر سر فرانسس موڈی (Robert Francis Mudie) کی خصوصی نظر عنایت سے ربوہ میں اپنا نیا مرکز بنانے اور نیا شہر بسانے کے لیے کوڑیوں کے مول زمین کے وسیع قطعات حاصل کر لیے۔ پاکستان کے کوتاہ اندیش ارباب اقتدار کی چشم پوشی اور کوتاہ نظری سے فائدہ اُٹھا کر چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنوالیا اور اس چوہدری کے اثر و رسوخ کی بدولت مرزائیوں نے آبادکاری کے محکموں میں بڑے بڑے عہدے حاصل کر لیے تاکہ ناجائز الاٹمنٹوں کے بل پر مرزائیوں کو مالا مال کر سکیں۔ وزارت خارجہ کی ملازمتوں میں مرزائیوں کو اتنی کثیر تعداد میں بھرتی کر لیا گیا کہ پاکستان کے سفارت خانے بیرونی ملکوں میں دین مرزائیت کی تبلیغ کے اڈے بن گئے اور تو اور خود چوہدری ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان نے فلسطین اور دوسرے عرب ملکوں کے مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ حکومت پاکستان کے وزیر نہیں بلکہ مرزائیوں کے امیر المومنین مرزا بشیر الدین کے سفیر ہیں۔

القصہ مرزائیوں نے ایک بھاری سازش کے ماتحت اپنی قومی تنظیم کے بل پر پاکستان کی دولت و ثروت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا اور پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ جما کر اسے ایک مرزائی مملکت بنانے کی پوری کوشش کی۔

مسیلمہ کے جانشین گرہ کٹوں سے کم نہیں
کتر کے جیب لے گئے پیمبری کے نام سے
(ظفر علی خان)

لیکن اب کہ عامۃ المسلمین میں مرزائیوں کے عزائم بد کی طرف سے ایک حد تک باخبر ہونے کے آثار پیدا ہونے لگے ہیں۔ مرزائی بھارت کی حکومت کو "اللہ تعالیٰ کی نعمت" قرار دے کر اس سے درخواستیں کرنے لگے ہیں کہ ہماری جائیدادیں واپس کر دی جائیں اور ہمیں قادیان میں لوٹ آنے کی اجازت دی جائے بلاشبہ مرزائیوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ بھارت

سرکار سے واپس بھارت جانے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے درخواستیں کریں اور ہم دل سے خواہاں ہیں کہ ایسے لوگ جو اسلام کے بدترین دشمن اور پاکستان کے باطنی بدخواہ ہیں، پاکستان سے نکل جائیں کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ دین مرزائیت کے پیرو، انگریز کے، ہندو کے، یہودی کے اور اسلام کے ہر دشمن حکومت کے وفادار اور خیر خواہ بن سکتے ہیں۔ وہ اگر کسی کے وفادار نہیں بن سکتے تو وہ اسلام ہے اور اسلامی حکومت ہے۔ ہم پاکستان میں ایسی منافق غیر مسلم قوم کی موجودگی کو پاکستان اور دین اسلام کے بہترین مقاصد کے لئے سخت خطرناک سمجھتے ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ پاکستان کے بھولے بھالے اور بے خبر مسلمان ایک نہ ایک دن ان منافقین کے ہاتھوں بہت بڑی مصیبتوں کی طرف سے یکسر غافل ہیں جو اس فتنہ کے آغوش میں پل رہی ہیں۔ صرف ''مجلس احرار اسلام'' ایک ایسی جماعت ہے جو اس فتنہ کے شر کا سد باب کرنے اور مسلمانوں کو اس سے بچانے کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ مسلمانوں کو ''مجلس احرار اسلام'' کی ان خالص دینی خدمات کی قدر کرنی چاہیے اور ان سرگرمیوں میں مجلس احرار اسلام کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔

اس کے ساتھ ہی ہم مرزائیوں کو ان کے دُنیوی بھلے کی خاطر یہ مشورہ دیں گے کہ وہ جلد سے جلد اپنے آپ کو بھارت کے دارالامان میں پہنچانے کا بندوبست کرلیں۔ بلاشبہ آج کے بعض نام نہاد سیاسی لیڈر مرزائیوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لیے مرزا بشیر الدین قادیانی کی خوشامد کر رہے ہیں اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے مرزائیوں کو مسلمان اور پاکستان کے وفادار لوگ سمجھ رہے ہیں لیکن یہ حالت دیر تک قائم نہیں رہے گی۔ پاکستان کے مسلمان بیدار ہوں گے اور مرزائیوں سے ان کی اسلام دشمنی اور پاکستان آزاری کا حساب لے کر رہیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

مرتضٰی احمد خان

۵ر جنوری، ۱۹۵۱ء

☆

کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟

راقم الحروف نے اب سے کوئی ڈھائی سال قبل یعنی اوائل ۱۹۵۰ء میں روزنامہ ''مغربی پاکستان'' میں مقالات اور اداریہ کی مسلسل دس (۱۰) اقساط لکھ کر پاکستان کے ارباب بست وکشاد اس نوزائیدہ ملک کے اصحاب فکر وتدبیر اور یہاں کے جمہور مسلمین کو اس حقیقت سے آگاہ ومتنبہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ مرزائی فرقہ کے لوگ اپنی تنظیم اور دشمنان اسلام کی ظاہری اور مخفی امداد کے بھروسے پر پاکستان کے اندر مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی خاطر طرح طرح کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا بہت بڑا جال پھیلا رہے ہیں جو آگے چل کر مسلمانان پاکستان کے لیے بدرجۂ اتم تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ میں نے ان مضامین میں قادیانیت کے مذہبی دجل کا پول کھولنے کے ساتھ اس فرقہ کے پیشوا بشیر الدین محمود اور قصر مرزائیت کے رکن اعظم چوہدری سر ظفر اللہ خان کے اقوال واعمال کو سامنے رکھ کر ان کے سیاسی رجحانات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے اس دعویٰ کو ناقابل تردید حد تک ثابت کر دکھایا تھا کہ:

''سیاسی اعتبار سے ان (مرزائیوں) کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل بوتے پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان بھی کیوں نہ کرنا پڑے۔''

اس کے ساتھ ہی راقم الحروف نے عام سیاسی بصیرت کے بل بوتے پر اس امر کی پیش گوئی کر دی تھی کہ:

''مرزائیت مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف وآلام سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مرزائیت کی

حدود ابھی سے متعین کردی جائیں اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ کی جائے۔ ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔''

آج میں پاکستان کے اندر رونما ہونے والے واقعات کی رفتار کو دیکھ کر اس ملک کے ارباب اختیار واقتدار اور عامتہ المسلمین سے یہ سوال کرنے پر مجبور ہوں کہ:

''کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہوگئی؟''

حیرت انگیز واقعات:

واقعات جن کی بنا پر میرے دل سے یہ سوال اُٹھا ہے- یہ ہیں کہ ۱۷ اور ۱۸ مئی ۱۹۵۲ء کو پاکستان کے دارالسلطنت کراچی میں مرزائیوں کے ایک جلسہ عام کو کامیاب بنانے کے لیے صوبہ کراچی کی پولیس استعمال کی گئی تاکہ چوہدری سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان، چوہدری عبداللہ خان ڈپٹی کسٹوڈین کراچی، شیخ اعجاز احمد جائنٹ سیکرٹری وزارت خوراک پاکستان، میجر شمیم اسسٹنٹ سیکرٹری وزارت مال پاکستان، مسٹر احمد جان ملازم محکمہ سول سپلائی کراچی اور دیگر مرزائی سرکاری افراد اور عہدیدار مسلمانوں کو مرزائی بنانے کے لیے اپنے دین کی تبلیغ کرسکیں۔ مرزائیوں کے اس تبلیغی جلسہ کو کامیاب بنانے کے لیے پاکستانی پولیس کی بھاری جمعیت بلائی گئی، جلسہ عام تھا، اس لیے کچھ مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے جب مرزائیت کے مبلغوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے سلسلے میں مسلمانوں کے عقائد پر حملے شروع کیے اور ان کے بیانات ہی نازک مذہبی جذبات کو مجروح کرنے لگے تو انہوں نے احتجاج کی آوازیں بلند کیں۔ پولیس نے جو پہلے ہی اس مقصد کے لیے بلائی گئی تھی مسلمانوں پر لاٹھی چارج کیا۔ ان کو مجروح ومضروب کر کے گرفتار کرلیا، اس پر عوام مشتعل ہوگئے۔ انہوں نے سڑکوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں احتجاجی مظاہرے کیے۔ ان مظاہروں کو روکنے کے لیے پھر پولیس کے ڈنڈے استعمال کیے گئے اور اشک آور گیس چھوڑی گئی۔

اگلے دن پھر اسی تماشے کو دہرایا گیا اور مسلمانوں کو پولیس اور فوج کی طاقت کے بل پر چوہدری سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کی تبلیغی تقریر سننے کے لیے مجبور کیا گیا۔ کراچی

کے حکام کی اس حرکت پر جسے لازماً پاکستان کی مرکزی حکومت کی آشیرباد حاصل ہوگی ملک بھر میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں نے احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا اور مجلس احرار اسلام نے رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع کا دن یوم احتجاج مقرر کر دیا تاکہ مسلمان اس روز جابجا جلسے منعقد کر کے اپنی اسلامی حکومت کے ارباب اقتدار پر ظاہر کر دیں کہ مسلمان مرزائیت کے عقائد باطلہ کی کسی تبلیغ کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں کیوں کہ وہ عقائد مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے منافی اور ان کے نازک دینی احساسات کو ٹھیس پہنچانے والے ہیں نیز حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ مرزائی فرقہ کو ملک کی ایک الگ غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے تاکہ اس فرقہ کے لوگ ان منافقانہ چالوں کو استعمال کرنے سے باز آجائیں جن کے بل پر وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور انہیں ہر میدان اور ہر مقام پہ نقصان پہنچاتے رہے ہیں اور پہنچا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے دلی جذبات کے اظہار سے روکنے کے لیے پنجاب کی حکومت نے ایک عجیب وغریب پالیسی وضع کی۔ اس کے ماتحت حکام نے ہر جگہ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے اس مضمون کے احکام صادر کروا لیے کہ مرزائیت یا مرزائیوں اور چوہدری سر ظفر اللہ خان کے متعلق بھرے مجمعوں میں اظہار خیال کرنا قانوناً ممنوع قرار دیا جاتا ہے لہٰذا جو شخص اس مقصد کے لیے جلسہ منعقد کرے گا یا جلوس نکالے گا یا تقریر کرے گا اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ مسلمانوں نے حکومت کے ان احکام کا احترام کیا۔ عام جلسوں اور جلوسوں کے پروگرام معطل کر دیے اور اظہار حق کے لیے صرف اسی امر پر اکتفا کر لیا کہ مساجد کے اندر جمعۃ الوداع کے موقع پر جو اجتماعات ہوں گے وہی ان مطالبات کی تائید میں آواز بلند کر کے حکمرانوں کو حقیقت حال سے متنبہ کر دیں۔ اضلاع کے حکام نے حکومت پنجاب کی طے کردہ پالیسی کے ماتحت ان لوگوں کو بھی گرفتار کر لیا جنہوں نے مساجد کے اجتماعات میں مرزائیت اور چوہدری سر ظفر اللہ خان کے خلاف لب کشائی کی جرأت کی، اس طرح عامۃ الناس پر ظاہر کر دیا کہ پاکستان کی سرزمین میں کوئی شخص مرزائیت اور چوہدری سر ظفر اللہ خان کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور حکومت کے اس نادر شاہی حکم کی لپیٹ میں پبلک جگہیں نہیں آتیں بل کہ ان کے گھر اور

خدا کے گھر یعنی مسجدیں بھی آجاتی ہیں۔

واقعات کی یہ رفتار دیکھ کر میں یہ سوال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ پاکستان میں کس کی فرماں روائی ہے اور یہ فرماں روائی کس قانون اور کس قاعدہ کی رُو سے کی جارہی ہے؟ ان واقعات نے یہ ثابت نہیں کردکھایا کہ:

یک بام و دو ہوا کی پالیسی

۱۔ مرزائیوں کے عام تبلیغی جلسوں کو کامیاب بنانے کے لیے حکومت اپنی ساری طاقتیں استعمال کرے گی تاکہ مرزائی کھلے بندوں پولیس کے ڈنڈوں اور فوج کی سنگینوں کے سائے میں دین حقہ اسلام کا منہ چڑائیں۔ ختم نبوت کے انکار کا پرچار کرکے مسلمانوں کے نازک مذہبی جذبات کو مجروح کریں۔ گالیوں اور بدزبانیوں کے اس انبار کی جن سے مرزائیت کا لٹریچر بھرا پڑا ہے خوب نشرواشاعت کرسکیں۔

۲۔ مسلمان اگر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور اس کی نشرواشاعت کے لیے اپنے تبلیغی جلسے اپنی مساجد کے اندر بھی منعقد کریں گے تو انہیں گرفتار کرکے زندان میں ڈال دیا جائے گا اور کسی کو اس امر کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ مرزائی وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان کی اسلام سوز سرگرمیوں کے متعلق کوئی حرف حق زبان پر لائے۔

حکومت کی طرف سے اپنی متذکرہ صدر پالیسی کے اس عملی طور پر واضح اعلان کے بعد مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اس ملک پر کس کی فرماں روائی ہے اور ان کیفیات کو جن کا آغاز متذکرہ صورت میں ہوا ہے، وہ کس حد تک برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہیں؟

شہری حقوق اور دستور ما سبق

کہا گیا ہے کہ مرزائی بھی پاکستان کے باشندے ہیں اور انہیں بھی اس امر کا قانونی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات وعقائد کی نشرواشاعت کے لیے دوسرے لوگوں کی طرح عام جلسے منعقد کریں۔ اُصولی طور پر یہ بات کتنی صحیح اور کتنی خوبصورت نظر آتی ہے لیکن ایسا

کہتے وقت اس کے دوسرے اہم پہلو کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ پہلو یہ ہے کہ کسی آبادی کا کوئی گروہ مدنی آزادی کے حقوق کو اس طریق سے استعمال کرنے کا مجاز نہیں جو فساد انگیزی کا موجب ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزائی اپنے جن عقائد کی نشرواشاعت کا حق مانگتے ہیں، مرزائیوں کو عام جلسہ منعقد کر کے تبلیغی مہمیں جاری کرنے کی اجازت دینا ملک کے اندر فتنہ وفساد برپا کرنے کو دعوت دینے کے مترادف ہے پھر فتنہ آرائی کی اس دعوت کو کامیاب بنانے کے لیے ملک کی پولیس اور فوج استعمال کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ حکمران طبقے طاقت وقوت کے بل پر لوگوں کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر مرزائیت کا دین اختیار کر لیں۔ ایسے باتدبیر ارباب حکومت سمجھ اور بوجھ سے کام لیا کرتے ہیں اور کسی نئے فتنہ کو سر اُٹھانے کی اجازت نہیں دیا کرتے چہ جائیکہ اس کی حفاظت اور اس کی کامیابی کے لیے پولیس اور فوج کو استعمال کرنے لگیں۔ ایسے اُمور میں حکمرانوں کا دستور العمل یعنی حسب دستور سابق ہوا کرتا ہے تاکہ نئے فتنے پیدا نہ ہوں۔

متحدہ ہندوستان میں انگریز حکمران مختلف مذہبی گروہوں کے مدنی حقوق کے اجراء کے بارے میں اسی اُصول کو دستور العمل بنا کر چلا کرتے تھے مثلاً جھٹکا کرنا سکھوں کا مذہبی حق تھا، گائے ذبح کرنا مسلمانوں کا مذہبی حق تھا، تعزیہ نکالنا شیعہ مسلمانوں کا مذہبی حق تھا لیکن اس دَور کے حکمران صرف ان مقامات پر ان مذہبی حقوق کے اجراء کی اجازت دیتے تھے جہاں یہ حقوق پہلے سے مسلّم ہو چکے تھے، کسی نئی جگہ پر وہ نہ تو جھٹکا کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ ان مدنی حقوق کے اجراء سے لوگوں کو روکنے کی وجہ محض یہ تھی کہ فتنہ وفساد کے دروازے بند رہیں لیکن کراچی کے حکام نے پاکستان کی مرکزی حکومت کی آنکھوں کے سامنے شاید انہی کے ایماء سے مرزائیوں کو جلسۂ عام کرنے کی اجازت دے دی جو انہیں پہلے سے حاصل نہ تھی نہ صرف اجازت دی بل کہ حکمرانی کی طاقتیں جو اچھے مقاصد کے لیے استعمال ہونی چاہئیں تھیں اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لیے لگا دیں۔ نتیجہ ہنگامہ آرائی کی شکل میں رونما ہوا اور ملک کے اندر ایسی تحریک چل نکلی جو اب اس معاملے کا دوٹوک فیصلہ کر کے رہے گی کہ اس ملک کے انتظامات سنبھالنے کا حق کس کو حاصل ہے۔ آیا مسلمانوں کو

حاصل ہے جن کی غالب اکثریت اس ملک میں آباد ہے یا مرزائیوں کو حاصل ہے جن کو ملک کے اندر تو کسی قسم کا اثر اور رُسوخ حاصل نہیں البتہ جو اسلام کی دشمن طاقتوں کے ساتھ ساز باز ضرور رکھتے ہیں۔

مسلمانوں پر دفعہ (۱۴۴) کا نفاذ کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پاکستان کے ارباب حکومت کراچی کے حکام نے اس بنیادی اُصول کی بنا پر پاکستان میں ہر طبقہ کے افراد کو عام جلسہ منعقد کرنے کا حق حاصل ہے کراچی میں مرزائیوں کا جلسہ عام پولیس کی مدد سے کامیاب کرنا اپنا فرض منصبی خیال کیا تو پنجاب میں احرار کے جلسوں اور عام مسلمانوں کے جلسوں پر دفعہ (۱۴۴) نافذ کر کے اسی پولیس کو اس کام پر کیوں لگا دیا گیا کہ وہ جلسے منعقد نہ ہونے دے اور عوام کو اپنے مدنی حقوق سے بہرہ اندوز نہ ہونے دے۔ اگر فتنہ آرائی کے اندیشے سے مسلمانوں کے جلسے بند کیے گئے ہیں تو مرزائیوں کے جلسے اسی اندیشے کی بنا پر سب سے پہلے بند کرنے چاہیے تھے اور یہ مسجدوں کو دفعہ (۱۴۴) کی لپیٹ میں لانا ایسا نادر کارنامہ ہے جس کی نظیر تو کافر انگریز کی حکومت نے بھی اپنے صد سالہ دَورِ حکمرانی میں مشکل ہی سے دی ہوگی۔

مسلمانوں کے مطالبات:

مسلمان اپنے جلسوں میں کیا کہنا چاہتے تھے صرف یہی کہ مرزائی لوگ اپنے جن عقائد کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں وہ ہمارے لیے بدرجۂ غایت اشتعال انگیز ہیں لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ انہیں خواہ مخواہ کی اشتعال انگیزی سے باز رکھے نیز وہ چوہدری سر ظفر اللہ خان کے تدبر، اس کی لیاقت اور اس کی پاکستان سے وفاداری پر اعتماد نہیں رکھتے۔ اس لیے چوہدری ظفر اللہ کو وزارت ایسے ذمہ دار عہدے سے ہٹا دیا جائے۔ مزید برآں وہ حکومت سے جسے وہ غلط یا صحیح طور پر اپنی حکومت سمجھتے ہیں اس مضمون کی استدعا کرنا چاہتے تھے کہ مرزائیوں کو ملک کی جداگانہ غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے کیوں کہ وہ مسلمان نہیں۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ان مطالبات میں وہ کون ساز ہر بھرا تھا کہ حکومت پنجاب نے ایسے جلسے منعقد کرنے کی ممانعت کر دی جن کے اندر متذکرہ صدر

مضامین کی آوازیں بلند کی جاتیں۔ کیا پاکستان کے حکمران ڈنڈے کے بل پر عامۃ المسلمین کو اس امر پر مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی پاکستان کے ارباب حکومت کی طرح چوہدری ظفراللہ خان کے حسن تدبر اور اس کی روحانیت (جیسا کہ انگریزی کے ایک مرزائی اخبار نے لکھا تھا) پر ایمان لے آئیں اور حکومت برطانیہ کی اس لاڈلی شخصیت کے متعلق کوئی حرف زبان پر نہ لائیں۔

مجھے تعجب ہے کہ چوہدری ظفراللہ کو پاکستان کے انتظامات سنبھالنے، اول وزارت میں لیا ہی کیوں گیا اور اگر لیا گیا تو کیا وجہ ہے کہ عامۃ الناس کی طرف سے اس پر عدم اعتماد کے اس قدر اظہار کے باوجود جو گزشتہ پانچ سال کے دوران ہوا ہے اسے برطرف کیوں نہ کیا گیا؟

آخر وہ کون سی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر چوہدری صاحب پاکستان کے دفتر خارجہ کو قادیانیوں کی میراث بنائے بیٹھے ہیں اور اس کے بل پر ملک کے اندر اور ملک کے باہر جہاں کہیں موقع ملتا ہے مرزائیت کی تبلیغ کرنے میں ذرّہ بھر دریغ سے کام نہیں لیتے۔

فتنہ انگیزیوں کی ابتداء:

قصہ مختصر گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے جس نوعیت کے واقعات اس سلسلہ میں رونما ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ راقم الحروف نے ڈھائی سال پہلے جن خطرات کو محسوس کیا تھا وہ بہت قریب آگئے ہیں بل کہ شروع ہو چکے ہیں۔ مرزا بشیرالدین محمود کچھ عرصہ سے اپنے مریدوں سے کہہ رہے ہیں کہ پاکستان میں عن قریب مرزائیوں کی حکومت قائم ہونے والی ہے اور مخالفین مجرموں کی طرح ان کی یا ان کے کسی جانشین کی بارگاہ میں پیش ہوں گے نیز وہ اپنے مریدوں کو اس امر کی تلقین کر رہے تھے کہ ملک کے اندر ایسے حالات پیدا کر دو کہ مسلمان مرزائیوں کی طاقت شرانگیزی کا لوہا مان جائیں اور احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس کر لے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جا سکتی اور مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگرے تو یہ حالات جن کے پیدا کرنے کا منصوبہ دیر سے باندھا جا رہا تھا۔ کراچی میں جلسہ

عام منعقد کرنے کا فتنہ کھڑا کر کے پیدا کرنے کی ابتدا کر دی گئی ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ مرزا بشیر الدین محمود اور چوہدری ظفر اللہ خان پاکستان کے ارباب سیاست و اقتدار میں سے اور اس کے فوجی اور ملکی حکام میں سے کس کس کو اس منصوبہ کے ساتھ وابستہ کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں البتہ حالات کی رفتار کہہ رہی ہے کہ مرزائی عن قریب ملک کے اندر درجۂ اول کے فتنہ وفساد کی آگ مشتعل کر پائیں گے تا کہ عامتہ المسلمین کی روحوں کو کچل کر اور ان کے سروں کو پھوڑ کر پاکستان کے اندر مرزائیت کے اقتدار کو مستحکم کر لیں۔ وہ اپنے اس بُرے ارادے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو علیم و خبیر ہے۔ البتہ ایک بات یقینی ہے وہ یہ کہ مرزائی لوگ شرارت پر کمر بستہ ہیں اور وہ ملک کے اندر طرح طرح کے فتنے برپا کر کے پاکستان کو اور پاکستان کے مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچا کر رہیں گے۔ مسلمانوں کو ابھی سے حفظ ماتقدم کی تدابیر سوچ لینی چاہیے۔ پانی سر سے گزر گیا تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ (سہ روزہ آزاد لاہور ۳، جولائی ۱۹۵۲ء)

☆

مصر کے مفتی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی مہم

اخبار ''DAWN، کراچی'' کی فتنہ انگیزی

اس وقت جب کہ پاکستان میں فتنۂ مرزائیت کے مذہبی دجل اور اس کی سیاسی منافقت سے مخلصی حاصل کرنے کی مہم ایک عمومی انقلاب کا رنگ اختیار کرتی چلی جارہی ہے ۔مرزائیوں کے مُزہ گیر اور اعزازی ایجنٹ اس تحریک کو ناکام بنانے کے لیے طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے کام لینے لگے ہیں۔اس سلسلہ میں کراچی کے ایک انگریزیت مآب اخبار ''ڈان'' (DAWN) نے اپنے نامہ نگار مقیم قاہرہ کی طرف سے مصر کے ایک دو اکابر اور ایک دو اخبارات کے بیان شائع کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ مصر کے اندر وہاں کے مفتی اسلام الشیخ حسنین محمد مخلوف زادمجدہم کے خلاف اس وجہ سے غم وغصہ کا اظہار کیا جارہا ہے کہ انہوں نے مفتی اسلام ہونے کی حیثیت سے مرزائیوں کے کافر ہونے کا فتوی صادر کیا اور اس فتوے ساتھ اس امر پر تعجب کا اظہار بھی فرمایا کہ پاکستان کی اسلامی مملکت نے سر ظفر اللہ خان ایسے حلف خوردہ دشمن اسلام کو وزارت خارجہ کا اہم منصب کیوں سونپ رکھا ہے؟

DAWN ،کراچی نے یہ بیانات خصوصی اہمیت کے ساتھ شائع کر کے ثابت کر دکھایا ہے کہ اس اخبار نے پاکستان کے ایسے لوگوں کی ترجمانی کرنے کا وظیفہ اپنے ذمہ لے لیا ہے جو دین ومذہب کی مقتضیات سے تو یکسر بے بہرہ اور بیگانہ محض واقع ہوئے ہیں لیکن سیاسی اعتبار سے مرزائیوں کو اپنا قبلہ وکعبہ اور اپنا مقتدیٰ اور پیشوا تسلیم کیے بیٹھے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو مرزائیوں کے ان منصوبوں کو کامیاب بنانے کے لیے ایندھن کا کام دیں گے کہ پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم کر لی جائے۔''ڈان'' کے برخود غلط ایڈیٹر کے

دل میں اگر مرزائیت اور چودھری سر ظفر اللہ خان قادیانی کی حمایت و مدافعت کا حد سے بڑھا ہوا جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو اسے اپنے نامۂ نگار مقیم قاہرہ کی بھیجی ہوئی اس اطلاع میں مرزائیوں کی پراپیگنڈہ مشینری کا ہاتھ کام کرتا ہوا صاف نظر آجاتا اور وہ اس اطلاع کو شائع کرنے سے پہلے بعض دوسرے ذرائع سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ مصر ایسے بالغ نظر ملک میں مفتی مصر کے اس اعلان کا ردعمل آیا وہی ہوا ہے جو ان دو چار بیانوں میں ظاہر کیا گیا ہے یا اس ملک کی اکثریت کی آنکھیں مفتی صاحب کے اس فتوی کی بدولت کھل گئی ہیں اور صرف دو چار اشخاص ہیں جنہوں نے بعض غلط فہمیوں کی بنا پر غلط تصورات کی بنا پر یا ان موثرات کی بنا پر جنہوں نے ''ڈان'' کے ایڈیٹر کو مرزائیت نوازی اور چودھری سر ظفر اللہ خان قادیانی کی مدح سرائی پر مجبور کر دیا ہے۔ مفتی صاحب کے اعلان حقیقت پر معترض ہونے کی جرات وجسارت کر دکھائی ہے۔

اعتراضات کی حقیقت وحیثیت:

اعتراضات جو مفتی مصر کے فتوی پر ان کے عمل افتاء پر بعض اشخاص یا اخبارات کی طرف سے وارد کیے ہیں اور جن کو ''ڈان'' کراچی اور مرزائیوں کے اخبار ''الدجل'' (جس کا نام بہ مصداق ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' - الفضل رکھا گیا ہے) نے جلی عنوانات کے ساتھ شائع کیا ہے بجائے خود اعتراض کرنے والوں کی نفسیاتی کیفیات اور ان کی بے خبری اور لاعلمی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان اعتراضات سے جو باتیں الم نشرح ہوتی ہیں یا جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں یہ ہیں کہ

۱۔ مصر میں بھی افرنجیت زدہ اشخاص کا ایک طبقہ ایسا موجود ہے جو پاکستان کے انگریزی خوان طبقوں کی طرح دین سے بے بہرہ اور مذہب کی مقتضیات سے بے پروا واقع ہوا ہے۔

۲۔ مصر کے تعلیم یافتہ اشخاص اور مدیران جرائد کو دین مرزائیت کی حقیقت واصلیت و ماہیت کے متعلق کچھ واقفیت نہیں اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ مرزائی مذہب کے پیرو از روئے عقیدہ مذہبی اسلام کے دشمن اور دشمنان اسلام کے

ظاہری اور مخفی کارندے اور جاسوس ہیں اور اسلام دشمن قوت وطاقت کا ایجنٹ بننے کے لیے ہمہ تن آمادہ رہتے ہیں۔

۳۔ مصر کے بعض لوگ بے خبری اور لاعلمی کی وجہ سے مرزائیوں کو امت مسلمہ کے مختلف فرقوں میں سے ایک فرقہ سمجھنے کی اُسی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں جس غلطی کا ارتکاب پاکستان کے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں اور برابر کر رہے ہیں۔

۴۔ مفتی مصر کا یہ فتوی کہ مرزائی کافر ہیں اور ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان بھی کافر ہے، بعض لوگوں کو اس لیے بھی ناپسند خاطر ہوا کہ وہ ظفر اللہ خان کو پاکستان کی اسلامی مملکت کا نمائندہ پاکستان کے مسلمانوں کا سیاسی لیڈر، ان کا وکیل اور ترجمان خیال کرتے ہیں۔ اسی لیے انہیں اس امر کا اندیشہ لاحق ہوا کہ مفتی مصر کے اس فتوی کی وجہ سے پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے جمہور اہل مصر سے خفا ہو جائیں گے۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ لعنت کن مخفی وجوہات کی بنا پر پاکستان کے سر پر مسلط کر دی گئی تھی اور جب تک مسلمانان پاکستان ہمت وجہد سے کام نہ لیں گے ان کے سروں پر مسلط رہے گی۔

"DAWN" کراچی نے مصر اور دنیائے عرب کے اس ہیجان کو ظاہر کرنے کے لیے جو مفتی مصر کے فتوی کی وجہ سے ان ملکوں میں برپا ہوا، جو بیانات شائع کیے ہیں۔ ان میں سے ایک تو عرب لیگ کے سیکرٹری جنزل عبدالرحمٰن عزام بے کا بیان ہے جو اخبار "الجدید" میں شائع ہوا۔ دوسرا بیان جامع الازہر قاہرہ کے ڈائرکٹر احمد خشابہ پاشا کا ہے اور تیسرا اقتباس قاہرہ کے ایک اخبار "المصری" کا ہے۔ چوتھا اقتباس اخبار "النداء" کا ہے اور پانچواں اقتباس مصر کے ایک اہل قلم (غالباً ترقی پسند) احمد زکی بک کا ہے جو اخبار "الیوم" میں چھپا اور چھٹا اقتباس بیروت ملک لبنان کے ایک اخبار "المساء" کا ہے جو بیانات نقل کیے گئے ہیں ان سب میں زیادہ تر اس بنا پر مفتی مصر شیخ حسنین محمد مخلوف کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کیا گیا ہے کہ مفتی صاحب نے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان کے وزیر خارجہ کے خلاف کفر کا فتوی کیوں صادر کیا جس نے UNO کے

جلسوں میں اسلامی ملکوں کے مسائل میں ہمیشہ اسلام کی مدافعت کی، احمد خشابہ پاشا نے لکھا کہ:

''میں اس عظیم شخصیت کا بے حد ممنون ہوں کیوں کہ اس نے میرے ملک کی بے حد خدمت سرانجام دی ہے اور مجھے انتہائی افسوس ہے کہ ایسا فتویٰ دیا بھی گیا ہے تو ایسی نمایاں اور بلند ہستی کے خلاف۔''

اخبار ''المصری'' نے چودھری ظفر اللہ کو انہی خدمات پر جو اس نے پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے سرانجام دیں۔ اظہار تحسین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''مفتی نے (ایسے) ظفر اللہ خاں کو کافر و بے دین قرار دیا ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اس پر سلام بھیجیں کیوں کہ ہمیں ان جیسے کافروں کی ضرورت ہے۔''

مفتی مصر کے دیگر معترضین کے اعتراضات کا لب ولہجہ بھی یہی ہے۔ یہ معترضین اپنی لاعلمی اور بے خبری کی وجہ سے معذور ہیں۔ ظفر اللہ خاں قادیانی کو وہ ایک اسلامی مملکت کا وزیر خارجہ سمجھتے ہوئے اس کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں جو اوپر مذکور ہوئے ان کی اس فریب خوردگی کی ذمہ داری خود پاکستان پر عاید ہوتی ہے جس نے اس کافر اور بے دین کو اسلامی مملکت کا پہلا وزیر خارجہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اسلامی ممالک کے متعلق جس پالیسی پر کاربند ہوا وہ اس کے اپنے ذاتی احساسات کا نتیجہ نہ تھی بل کہ وہ حکومت پاکستان کی پالیسی تھی جس پر عمل پیرا ہونا اس کا منصبی فرض تھا۔ راقم الحروف کو مصر کے پڑھے لکھے اشخاص پر تعجب ہے کہ پاکستان کی پالیسی کا کریڈٹ ذاتی طور پر ظفر اللہ خاں قادیانی کو دے رہے ہیں۔ غالباً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ظفر اللہ خاں کو ملحد اور مرتد ہونے کے باوجود پاکستان کے عوام کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہے اور پاکستان کے اندر اس شخص کے اور اس گروہ کے جس سے یہ مذہبی تعلق رکھتا ہے۔ ارتداد و کفر پر کسی مسلمان کو اعتراض نہیں۔ ان خیالات و افکار کی بنا پر ان چند جذباتی قسم کے اشخاص نے مفتی مصر کے فتوے پر سوچے سمجھے بغیر لے دے شروع کر دی۔ ظاہر ہے کہ اس ساری لے دے کے لیے پاکستان کے ارباب حل وعقد ذمہ دار ہیں جنہوں نے دنیا کے سامنے ایک دشمن اسلام کو اسلامی مملکت

کے سیاہ وسفید کا مالک ہونے کی حیثیت سے پیش کیا اور عملی طور ان پر ظاہر کر دیا کہ پاکستان کے مسلمانوں کو مرزائیوں کے دینی معتقدات اور اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف ان کی معاندانہ سرگرمیوں پر مطلقاً کسی قسم کا اعتراض نہیں۔

اس افسوس ناک کیفیت کی ذمہ داری پاکستان ارباب حکومت پر عاید ہوتی ہے جنہوں نے ظفر اللہ خاں کو مملکت کا ایک عالی منصب دے کر اسے موقع دے دیا کہ بین الاقوامی محافل میں دین مرزائیت کی کھلی تبلیغ کرتا رہے اور دنیا پر اور بالخصوص دنیا کے مسلمانوں پر یہ ظاہر کرے کہ پاکستان کے اندر مرزائیوں کا ایک ''امیر المومنین'' ہے جس کے ہاتھ پر ظفر اللہ خاں نے اور اس کے پیچھے پاکستان کے جملہ ارباب حکومت نے اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے ارکان نے بیعت کر رکھی ہے۔ یہ ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ بنانے اور اسے وزیر خارجہ بنا کر مرزائیت کے مقاصد کو ترقی دینے کے لیے کھلا اور بے لگام چھوڑنے کا خمیازہ ہے جو ہم مصر کے بعض اشخاص واخبارات کے بیانات کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔ یہ کیفیت کس قدر افسوس ناک ہے اور اس کیفیت سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مسلمانان پاکستان کو کتنی بڑی جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے تاکہ فریب کے اس پردے کو جو دنیائے اسلام کے دوسرے ملکوں کے ارباب فہم وفکر کو دھوکا دے رہا ہے- چاک کر دیا جائے۔ جب تک پاکستان کے اندر مرزائیت کے دجل سے دھوکہ کھانے والے اور اس دجل کی جان بُوجھ کر امداد کرنے والے مسلمان موجود ہیں اور وہ مسلمان بدقسمتی سے برسر اقتدار ہیں- اس وقت تک دوسرے اسلامی ملکوں کے اشخاص کا مبتلائے فریب رہنا ایک طبعی امر ہے۔ پاکستان کے اندر اگر آئینی حکومت قائم ہوتی تو پارلیمنٹ میں عدم اعتماد کی ایک قرارداد جسے مسلمانان پاکستان کی ننانوے فیصد اکثریت کی تائید حاصل ہوتی، ظفر اللہ خاں قادیانی کو وزارت خارجہ کے عہدہ سے چشم زدن میں برطرف کر دیتی لیکن مشکل یہ ہے کہ پاکستان کی مرکزی حکومت کی تشکیل کے معاملہ میں جمہور پاکستان کو کسی قسم کا آئینی دخل حاصل نہیں ہے اور یہ ارکان حکومت جو مسلمان ہیں چودھری ظفر اللہ خاں قادیانی کے سامنے بھیگی بلی بنے رہتے ہیں اور محض اس خیال سے کہ اگر انہوں نے ظفر اللہ خاں کی شان میں

کسی قسم کی گستاخی کی تو لندن کی بڑی سرکار جس کا یہ ایجنٹ اور جاسوس ہے۔ ناراض ہو جائے گی۔

بہرکیف پاکستان کے مسلمانوں کے سامنے یہ سوال نہایت عریاں صورت میں آن کھڑا ہوا ہے انہیں اس ملک کے اندر دینی اور سیاسی حیثیت سے آزادرہ کر زندگی بسر کرنا ہے یا انہیں مرزائیت کا ذبیل اور مرزائیوں کا غلام بن کر رہنا ہے اگر مصری اکابر اور مصری اخبارات کے متذکرہ صدر بیانات ہمارے ملک کے ارباب سیاست کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں بل کہ وہ ان بیانات کو اُلٹا مرزائیت اور ظفر اللہ خاں کی حمایت میں (جیسا کہ ''ڈان'' اخبار نے کیا) استعمال کرنے کے در پے ہیں تو ہم سب کو ان کی طرف سے مایوس ہو جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فہم وفکرِ صحیح کی صفات عطا فرمائے جو ایک اسلامی مملکت کو برباد کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

☆

روزنامہ نوائے پاکستان، لاہور

رپورٹ نمبر

[۱۹۵۴ء]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

عدالت تحقیقات فسادات ۱۹۵۳ء کی رپورٹ جو مسٹر چیف جسٹس محمد منیر سابق چیف جسٹس ہائی کورٹ پنجاب حال چیف جسٹس فیڈرل کورٹ پاکستان اور مسٹر جسٹس محمد رستم کیانی جج ہائی کورٹ پنجاب نے دس ماہ کی لگاتار محنت شاقہ کے بعد تیار کی ہے۔ بہت ہی قیمتی اور غور طلب مندرجات کی حامل ہے۔ اس رپورٹ میں پاکستانی معاشرے کے متعدد اہم عناصر کے انداز فکر وطرز عمل کے نقائص پر تحقیقات کی تیز روشنی ڈالی گئی ہے۔ پاکستان کے ارباب دانش وبینش اگر چاہیں تو اس رپورٹ کے مندرجات کی روشنی میں اپنے ہاں کی کیفیات کا جائزہ لے کر ان نقائص کی اصلاح اور ان مسائل کے حل کی تدابیر سوچ سکتے ہیں جن کی نشان دہی فاضل جج صاحبان نے مکمل اور ہمہ گیر تحقیقات کے بعد کر دی ہے۔

یہ مجمل سا تبصرہ اس خیال سے سپرد قلم کیا گیا ہے کہ عامتہ الناس کو بالعموم اور ملک کے ارباب فہم وفکر کو بالخصوص ان اہم کوائف ومسائل کی طرف توجہ دلائی جائے جن کا ذکر فاضل جج صاحبان نے اس رپورٹ میں نہایت ہی فاضلانہ انداز سے کیا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات کے متعلق پڑھے لکھے لوگوں میں بھی فکر وذہن کا بہت کچھ اُلجھاؤ نظر آ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت کم لوگوں نے اس رپورٹ کو اس توجہ کے ساتھ پڑھا جس کی وہ مستحق تھی۔ اس تبصرہ یا تعبیہ کو ضبط تحریر میں لانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس ذہنی اُلجھاؤ کو دُور کرنے کی سعی کی جائے جو رپورٹ کے متعلق عامتہ الناس میں ترقی پذیر ہے۔ فقط!

مرتضیٰ احمد خان میکش

۲۱ر اگست ۱۹۵۴ء

☆

ایک ضخیم اور متنوع دستاویز

عدالت تحقیقات فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء) کی رپورٹ جو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں شائع ہوئی ہے۔ اس ہاتھی کی مانند ہے جس کے مختلف اعضاء کو چھ (۶) اندھوں نے اپنے ہاتھوں سے ٹٹولا اور اپنی حس لامسہ کی مدد سے ہاتھی کے متعلق ہر ایک نے اپنا جدا جدا مخصوص تصور قائم کرلیا۔ ایک نے کہا، ہاتھی ایسا تھا جیسے عمارت کا ستون، دوسرا بولا ایک بہت بڑا چھاج، تیسرے نے کہا موٹا سا اژدھا، چوتھے نے کہا کہ ہاتھ بھر کی موٹی رسی، پانچویں نے کہا ناہموار سا چبوترہ، چھٹے نے ارشاد فرمایا وہ تو ایک دیوار سی تھی اور بس۔ اس رپورٹ نے بعینہ اسی قسم کی کیفیت عامتہ الناس میں پیدا کر رکھی ہے اور ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق اس کے متعلق اپنا خیال اور تصور قائم کر چکا ہے یا کر رہا ہے۔

عدالت تحقیقات محض فسادات کی ذمہ داری کا سراغ لگانے اور فسادات کے سلسلے میں حکومت پنجاب کے اختیار کردہ ذرائع کا مکتفی یا نامکتفی ہونا معلوم کرنے کے لیے معرض وجود میں لائی گئی تھی لیکن اس کا دائرہ کار بتدریج وسیع تر ہوتا چلا گیا اور اس عدالت نے فسادات کے اسباب وعلل کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش میں ایسے علمی اور عملی کوائف کا جائزہ بھی لینا چاہا جو اس عدالت کی بجائے اگر کسی علمی بحث ومناظرہ کی مجلس میں پیش کیے جاتے تو مفید تر نتائج حاصل کیے جاسکتے تھے۔

عدالت کن نتائج پر پہنچی

حکومت کی کوتاہی

اہم اُمور تنقیح پر عدالت اس نتیجے پر پہنچی کہ پنجاب کی حکومت (میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کی مسلم لیگی وزارت) نے فسادات کا سدباب کرنے یا ان سے عہدہ برآ ہونے کے

لئے جو ذرائع اختیار کیے وہ مکتفی نہ تھے بل کہ حکومت قانون ملکی کے احترام کو قائم رکھنے اور امن وآئین کی حفاظت کرنے کے فرض کی کما حقہ بجا آوری سے قاصر رہی۔

فسادات کی ذمہ داری

ا۔احرار

دوسرے امر تنقیح یعنی فسادات کی ذمہ داری کے بارے میں عدالت کی تفتیش کا نتیجہ یہ ہے کہ ہنگامہ آرائی اور خلل امن کے اس حمام میں مارشل لاء کے حکام کے سوا باقی سب ننگے ہیں۔ عدالت نے فسادات کی کیفیت پیدا کرنے کی ذمہ داری بدرجہ اوّل مجلس احرار اور زعمائے احرار پر عائد کی ہے جنہوں نے ایک مذہبی سوال کو عامتہ الناس میں ہر دل عزیزی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا اور قادیانیوں کے مقابلے میں ان سے شدید تر جارحانہ طرز عمل اختیار کیا۔

۲۔قادیانی

قادیانیوں کے بارے میں عدالت تحقیقات اس نتیجے پر پہنچی کہ ان کے معتقدات مسلمانوں کے معتقدات سے متغائر ہیں اور مسلمانوں کے لیے ان کا طرز عمل، ان کی جارحانہ تبلیغ اور ان کے عزائم بدرجۂ غایت دل آزارانہ اور اشتعال انگیز ہیں۔ خود ان کے امام مرزا البشیر الدین محمود، چوہدری ظفر اللہ خان اور مرزائی سرکاری افسروں نے منافرت کے اس جذبے کو ترقی دی جو مسلمانوں میں مرزائیوں کے متعلق پہلے ہی سے بدرجۂ اتم موجود تھا۔ عدالت نے قادیانیوں کو فسادات کی براہ راست ذمہ داری سے بری قرار دیا یعنی بالواسطہ ذمہ داری کا مورد ٹھہرایا۔

حکومت پنجاب اور میاں دولتانہ

عدالت نے حکومت پنجاب بالخصوص پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کو فسادات کی ذمہ داری میں اس بناء پر شریک گردانا کہ اس حکومت نے احرار کی ایسی

سرگرمیوں کو روکنے میں چشم پوشی اور رعایت سے کام لیا جو قانون کی زد اور گرفت میں آ سکتی تھیں اور پبلک میں ہر دل عزیز بننے کی خاطر قانون و آئین کا احترام قائم رکھنے کے معاملے میں کوتاہی اور غفلت سے کام لیا اور ایسے اخبارات کو مالی امداد دی جو ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز (Director Public Relations) کے ایما پر تحریک کو خاص رُخ پر ڈالنے کے لیے مضامین شائع کرتے تھے۔

مرکزی حکومت اور خواجہ ناظم الدین

عدالت نے خواجہ ناظم الدین وزیراعظم پاکستان کی مرکزی حکومت کو اس وجہ سے فسادات کا ذمہ دار قرار دیا کہ اس نے چوہدری ظفر اللہ خان کو محض باہر کے ملکوں کی چہ میگوئیوں کے خوف سے وزارت سے برطرف نہ کیا اور مسلمانوں کے مطالبات کو مسترد کر کے ہیجان عمومی کو ترقی دی۔ مزید برآں عدالت نے تعلیمات اسلامیہ کے سرکاری بورڈ کو بھی ذمہ داری کا شریک ٹھہرایا کیونکہ اس بورڈ کے ارکان بھی مجلس عمل کے اقدامات سے متفق تھے۔

مجلس عمل

عدالت کی رائے میں آل مسلم پارٹیز کنونشن کی مجلس عمل اور علمائے دین کی وہ انجمنیں جنہوں نے مجلس عمل کی ساخت میں حصہ لیا اس بناء پر فسادات کی ذمہ داری میں شریک ہیں کہ مجلس عمل نے اپنی بات منوانے اور اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے "راست اقدام" (Direct Actions) کا فیصلہ کیا۔

جماعت اسلامی

مجلس عمل کو جن دینی انجمنوں نے تشکیل کیا تھا ان میں سے جماعت اسلامی نے عدالت تحقیقات کے سامنے اپنا کیس (case) اس شکل میں پیش کیا تھا کہ جماعت اسلامی کو مجلس عمل کے فیصلہ "راست اقدام" سے اتفاق نہ تھا اور مجلس مذکور کا یہ فیصلہ آئینی ہی

نہ تھا لہٰذا فسادات کی ذمہ داری سے جماعت اسلامی کا دامن پاک ہے اور وہ لوگ فسادات کی ذمہ داری میں شریک ہیں جنہوں نے ''راست اقدام'' کا فیصلہ کیا۔

جماعت اسلامی نے اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کے لیے شہادتیں پیش کیں اور ان کے وکیل نے راست اقدام اور فسادات کی ذمہ داری کا بوجھ مجلس عمل کے ارکان پر ڈالنے کے لئے بہت کچھ زور استدلال صرف کیا لیکن عدالت تحقیقات نے جملہ بیانات کی جرح وتعدیل کر کے اس نکتہ پر حسب ذیل فیصلہ دیا:

۱۔ جماعت اسلامی مجلس عمل پنجاب کا عضو تھی۔

۲۔ یہ جماعت اس مجلس عمل کا ایک عضو بھی تھی جسے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن نے برپا کیا اور جس نے ۱۸ر جنوری ۱۹۵۳ء کو بمقام کراچی ''راست اقدام'' کی قرارداد منظور کی۔

۳۔ مولانا سلطان احمد نے جو مجلس عمل کے اجلاس کراچی مورخہ ۲۶ر فروری میں حاضر تھے۔ مجلس عمل کی سرگرمیوں سے بے تعلقی کا اظہار نہیں کیا اور یہ پروگرام کہ گورنر جنرل اور وزیر اعظم کے دولت کدوں کی طرف رضا کار بھیجے جائیں، اس کی موجودگی میں اور اس کی طرف سے کسی قسم کے احتجاج کے بغیر طے ہوا تھا۔

۴۔ جماعت اسلامی کا کوئی نہ کوئی نمائندہ مجلس عمل کے اجلاسوں میں بہ مقام لاہور و کراچی شامل ہوتا رہا۔

۵۔ اس تاریخ سے لے کر جس دن کہ راست اقدام کی قرارداد منظور ہوئی اس وقت تک جب کہ فسادات اپنے عروج پر تھے۔ جماعت اسلامی نے کوئی پبلک اعلان اس مضمون کا نہیں دیا کہ راست اقدام سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور وہ ان سرگرمیوں سے جو مجلس عمل کے طے کردہ پروگرام کو چلانے کے لئے کی جارہی ہیں- اپنے آپ کو الگ کرتی ہے۔

۶۔ مولانا مودودی نے ۵ر مارچ کو گورنمنٹ ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ عامتہ الناس اور حکومت کے درمیان سول وار (civil war) جاری ہے اور جب تک حکومت طاقت کا استعمال ترک کر کے عوام کے نمائندوں کے ساتھ

بات چیت پر آمادہ نہیں ہوتی -امن کی اپیل شائع کرنے کا کوئی موقعہ نہیں۔

۷۔ جماعت اسلامی نے ۵ر مارچ کی قرارداد میں انہی خیالات و آراء کا اظہار کیا جو مودودی صاحب نے اسی دن گورنمنٹ ہاؤس میں ظاہر کیے تھے۔(رپورٹ انگریزی ص ۲۵۱،۲۵۲)

فاضل جج صاحبان نے جماعت اسلامی کے بیانات کا تجزیہ کرتے ہوئے اس رائے کا اظہار کیا:

''ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے جماعت اسلامی کے ذہن کا صحیح طور پر مطالعہ کرلیا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ جماعت مذکورہ اس پروگرام کی موزونیت کی قائل نہ تھی جو راست اقدام کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے طے ہوا تھا لیکن وہ پبلک کے سامنے اپنے حقیقی خیالات کا کھلا اور دیانت دارانہ اظہار کرنے سے خائف تھی تا کہ کہیں عوام میں نامقبول نہ ہو جائے۔ گویا اس ذہنیت اور روش میں وہ دوسری سیاسی جماعتوں یا شخصیتوں سے مختلف نہ تھی۔ یہ جماعت بھی دوسری کی طرح کوئی ایسی بات کرنے سے خائف تھی جو اسے عوام کی نکتہ چینی کا تختۂ مشق بنا دے۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۵۳)

مسلم لیگ

عدالت کے خیال میں مسلم لیگ اس لیے ذمہ دار ہے کہ اس کی صوبائی کونسل نے ایسی قرارداد منظور کی جس میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے جداگانہ عقائد رکھنے والا گروہ قرار دیا اور مسلم لیگ کے بعض لیڈروں اور کارکنوں نے تحفظ ختم نبوت اور راست اقدام کی تحریکات میں عملی حصہ لیا اور مجلس عمل کا ساتھ دیا اور دوسرے لیڈروں اور کارکنوں نے راست اقدام کی تحریک کی مخالفت نہ کی۔ مزید برآں مسلم لیگ نے مقتدر سیاسی نظام کی حیثیت میں ان مسائل پر پبلک کی صحیح رہنمائی نہ کی۔

مجلس عمل کے مطالبات

فسادات کی ذمہ داری کے بارے میں عدالت تحقیقات کے فاضل جج صاحبان جن نتائج پر پہنچے ہیں۔ ان سے مترشح ہے کہ اگر اس ذمہ داری کی سزا موت تجویز کی جائے تو احرار کے زعما کو، قادیانی کے لیڈروں اور قادیانی سرکاری افسروں کو، علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت کو خواجہ ناظم الدین اور ان کی کابینہ کے جملہ ارکان کو تعلیمات اسلامیہ کے سرکاری بورڈ کے ممبروں کو میاں ممتاز محمد خان دولتانہ اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کو تختۂ دار پر لٹکا دینا ضروری ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود فاضل جج صاحبان کے ارشاد کے مطابق مطالبات کا بچہ یعنی فساد کا مرکزی نقطہ پھر بھی زندہ رہتا ہے۔ اگر اس بچے کی پرورش کر کے اس سے کام لینے کے لیے کوئی طالع آزما گردہ کھڑا ہو جائے تو ملک میں پھر اسی قسم کی کیفیات پیدا ہو سکتی ہیں جو مارچ ۱۹۵۳ء کے اوائل میں لاہور اور پنجاب کے دوسرے مقامات پر دیکھنے میں آئیں۔

رپورٹ میں فاضل جج صاحبان نے احرار کی مذمت کرنے میں پورا زور قلم صرف کیا ہے کیوں کہ انہوں نے ایک دینی موضوع کو دُنیوی مقصد کی خدمت پر لگا کر اس کا استخفاف کیا اور اپنی ذاتی اغراض کی خاطر عامتہ الناس کے مذہبی جذبات سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ (رپورٹ انگریزی ص ۲۵۹) لیکن جہاں تک موضوع فساد کے دینی ہونے کا تعلق ہے عدالت کو اس کی صحت، اہمیت اور موجودگی سے انکار نہیں بل کہ عدالت نے پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان مذہبی حیثیت سے اہم بنیادی اختلافات روز اوّل ہی سے موجود تھے اور موجود ہیں۔ اس سلسلے میں جس قدر نکات مجلس عمل کی طرف سے عدالت کے سامنے پیش کیے گئے عدالت نے اپنی رپورٹ میں ان سب کا ذکر کر دیا ہے اور ان کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے، اس سلسلے میں تنقیدات حسب ذیل ہیں:

مسلمانوں اور قادیانیوں کے بنیادی مذہبی اختلافات

احمدی، قادیانی یا مرزائی

سرکاری کاغذات اور پولیس کی رپورٹوں میں اس کیفیت کو جو فسادات معلومہ پر منتج ہوئی:

''احرار احمدی اختلاف'' کی اصلاح سے تعبیر کیا جاتا تھا اور قادیانی اپنے آپ کو ''احمدی'' اور مسلمانوں کو ''غیر احمدی'' لکھنے کے عادی تھے۔ مجلس عمل اور اس کی حلیف جماعتوں کی طرف سے ان الفاظ وتراکیب کے استعمال پر اعتراضات وارد کیے گئے جن کی صحت کو عدالت نے صحیح تسلیم کرتے ہوئے رپورٹ میں لکھا ہے:

''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے سوادِ اعظم کو جو مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہیں رکھتا، ان لوگوں سے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ممیّز کرنے کے لیے لفظ ''مسلمان'' استعمال کریں اور احمدیوں کی قادیانی جماعت کے لیے جو مرزا غلام احمد کے نبی ہونے پر ایمان رکھتی ہے ''احمدی''، ''قادیانی'' یا ''مرزائی'' کی اصطلاح استعمال کریں۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۹)

مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت

مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کے سلسلے میں فاضل جج صاحبان نے مسلمانوں اور قادیانیوں کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا ہے:

''اگرچہ مرزا غلام احمد نے شروع شروع میں لوگوں کے سامنے اپنا ہاتھ اس ہدایت کے ساتھ پیش کیا کہ وہ اسے قبول کرلیں تاہم یہ سوال تحقیق طلب ہے کہ آیا اس نے اپنی وحی کے متعلق وحی نبوت کے درجے کا دعویٰ کیا تھا یا نہیں جس پر ایمان لانے سے کوتاہی بعض روحانی اور اُخروی نتائج کی حامل ہے۔ احمدیوں نے اور ان کے موجودہ امام نے احتیاط کو شانہ غور و فکر کے بعد ہمارے سامنے یہ پوزیشن اختیار کی ہے کہ مرزا غلام احمد نے ایسا دعویٰ نہیں کیا لیکن فریق ثانی

شدت اصرار کے ساتھ مجادل ہے کہ اس نے ایسا کیا۔ احمدیوں کے لٹریچر میں جس میں مرزا غلام احمد اور احمدیہ جماعت کے موجودہ امام کی بعض تحریرات بھی شامل ہیں، بعض ایسے اظہارات موجود ہیں جو فریق مجاول کے دعویٰ کی تائید کرتے ہیں لیکن ہمارے سامنے اب جو پوزیشن اختیار کی گئی ہے وہ ظاہر کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو محض اس لیے نبی کہا کہ اس کے الہام میں خدا نے اسے اسی طرح ظاہر کیا تھا، وہ کوئی نئی شریعت نہیں لایا، نہ اس نے اصلی شریعت کو منسوخ کیا، نہ اس میں کچھ اضافہ کیا نیز یہ کہ کوئی شخص مرزا قادیانی کی وحی پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے یا اس وحی پر ایمان لانے سے محروم یا قاصر رہ جانے کے باعث دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ہم پیش ازیں لکھ چکے ہیں کہ ہمارا منصب یہ نہیں کہ ہم اس بات کا فیصلہ کریں کہ آیا احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں یا نہیں۔ ہم نے اس نقطہ کا ذکر محض اختلافات کی تشریح کرنے کے خیال سے کیا ہے جو احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان مبینہ طور پر موجود ہیں۔ ہم اس امر کا فیصلہ غیر احمدیوں پر چھوڑتے ہیں کہ (اس نئی پوزیشن کے اعلان کے بعد) وہ احمدیوں کو مسلمان سمجھیں یا نہ سمجھیں۔"

(رپورٹ انگریزی ص ۱۸۹)

قادیانی وکیل نے عقیدہ اجرائے نبوت کی تائید میں قرآن پاک کی جو آیات پیش کیں اور جس نوعیت کے استدلال سے کام لیا۔ اس پر فاضل جج صاحبان نے رائے زنی کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ "ایک سلسلہ استدلال کی بناء پر قرآن پاک کی ان آیات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مستقبل میں یعنی ہمارے رسول اقدس واطہر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد بھی ایسے لوگ ظاہر ہوتے رہیں گے جن پر لفظ نبی یا رسول کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یہاں اس سلسلہ استدلال کی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ نہ تو ہم اس امر کا فیصلہ کرنے کے مکلف ہیں نہ ہم سے اس کی توقع کرنی چاہیے کہ آیات مذکورہ کی کون سی مخصوص تفسیر صحیح یا غلط ہے۔" (رپورٹ انگریزی ص ۱۸۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و ممات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قیامت کے قریب ان کے نزول کے بارے میں قادیانیوں کے عقائد اور آیات متعلقہ کی قادیانی تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے فاضل جج صاحبان لکھتے ہیں کہ:

''مولانا مرتضیٰ احمد خان نے مجلس عمل کی جانب سے بحث کرتے ہوئے بتایا کہ ان آیات اور بعض دیگر آیات قرآنی کی احمدی تفسیریں تاویل وتحریف کے درجے تک پہنچ جاتی ہیں اور اس قسم کی تاویل وتحریف کفر وارتداد پر مستلزم ہے جو اس کے مرتکب کو حلال الدم والمال کے فتویٰ کا مستوجب بنادیتی ہے یعنی ایسے شخص کا خون اور مال (از روئے شریعت اسلام) مباح ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس اختلاف کے حسن وقبح پر اپنی رائے ظاہر کرنے کا مکلّف نہیں بنایا گیا جس کا مرکزی نکتہ سورہ ۳ کی آیت ۵۷ کے لفظ اور مادہ ''و ف ی'' کے مشتقات جو آیات محولہ بالا میں آئے ہیں نیز سورہ ۳ کی آیت ۶۱ کا لفظ انہ ہے۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۱۹۱)

جہاد کے بارے میں قادیانی عقائد

جہاد کے قرآنی حکم کی تنسیخ کے بارے میں قادیانیوں کی طرف سے جو صفائی پیش کی گئی اس کا ذکر بالوضاحت کرتے ہوئے فاضل جج صاحبان نے تحریر کیا ہے:

''جہاد کے بارے میں مرزا قادیانی کی نشریات کا عام انداز ظاہر کرتا ہے کہ یہ تحریریں ان واقعات کے سلسلے میں لکھی گئیں جو ان دنوں سرحد پر رونما ہو رہے تھے اور جہاں برطانوی افسروں کے پے در پے قتل کی وارداتیں واقع ہوتی رہتی تھیں۔ ہر برطانی افسر کو جو ہندوستان میں آتا تھا ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ غازی یعنی افغان یا قبائلی مذہبی دیوانے سے محتاط رہے جو کافر کو قتل کرنا مذہبی حیثیت سے کار ثواب اور مالی حیثیت سے نفع بخش خیال کرتا ہے تاکہ بہشت میں اجر پائے۔ ایسے حملے اگر ان کا محرک مذہبی جوش تھا بلاشبہ اسلامی عقیدۂ جہاد کے

منافی تھے اور مرزا قادیانی نے اس اعتقاد کی تردید کر کے اچھا کام کیا لیکن حکم جہاد کی جو تشریح مرزا قادیانی نے کی اسے انہوں نے ان متملقانہ اور خوشامدانہ بیانات سے جو اس تشریح میں مہربان حکومت برطانیہ اور اس کی مذہبی رواداری کی پالیسی کے بارے میں لکھے۔ مشتبہ بنالیا جب مرزا قادیانی نے اس عدم رواداری جو مسلمان ملکوں میں پائی جاتی تھیں اور انگریزوں کی فراخ دلانہ مذہبی حکمت عملی کے درمیان تحقیر آمیز مقابلہ وموازنہ شروع کر دیا تو مسلمانوں میں مزید غصہ واشتعال پیدا ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو اس امر کا بہ خوبی احساس تھا کہ ان کے پیش کردہ عقائد کو اسلامی ملکوں میں ارتداد کی نشر واشاعت پر محمول کیا جائے گا۔ جب افغانستان میں عبداللطیف نامی ایک قادیانی کو سنگسار کر دیا گیا تو ان کے اس خیال کی تصدیق ہوگئی ہوگی۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران میں جس میں ترکی نے شکست کھائی جب ۱۹۱۸ء میں انگریزوں نے بغداد فتح کیا تو قادیان میں جشن فتح منایا گیا۔ اس بات نے مسلمانوں کے قلوب میں سخت رنج اور تلخی پیدا کر دی اور وہ احمدیت کو برطانیہ کی لونڈی خیال کرنے لگے۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۱۹۶)

اسلامی اصطلاحات کا استعمال

عدالت تحقیقات نے قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کی ایک اور بہت بڑی شکایت کی صحت کو بھی من وعن تسلیم کر لیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنی تحریرات میں انبیاء کرام علیہم السلام اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت کا اظہار کر کے مسلمانوں کی سخت دل آزاری کی ہے اور قادیانی اپنی مطبوعات میں مسلمانوں کی مقدس مصطلحات مثلاً امیر المومنین، ام المومنین، سیدۃ النساء، صحابہ کرام کو جن کا محل استعمال مخصوص ہو چکا ہے۔ اپنے اکابر کے لیے استعمال کر کے دل آزاری کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں، فاضل جج تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہمارا وظیفہ یہ نہیں کہ ہم اس امر کا فیصلہ کریں کہ آیا یہ نام صحیح طور پر استعمال کیے

گئے یا نہیں لیکن ان اصطلاحات کے استعمال سے مسلمانوں کے احساسات پر جو اثر ہوتا ہے اس کے متعلق ہمیں ذرّہ بھر شک نہیں۔ یہ اصطلاحات اپنے مخصوص اور محدود استعمال کی وجہ سے مقدس بن چکی ہیں اور تاریخ اسلام کی بعض اعلیٰ ہستیوں کی یاد سے مختص ہو چکی ہیں۔ اس طرح احمدیوں کے لٹریچر میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (اہل بیت) کی بعض خواتین کے متعلق جو ذکر ہوا ہے اس کے بارے میں بھی ہماری رائے یہی ہے اگر چہ اس شکایت کی ایک مثال غالباً زیادہ بیہودہ صورت قلاید الجواہر میں بھی موجود ہے بلاشبہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی اور زندہ یا مردہ شخص کے درمیان کسی قسم کا موازنہ ہر مومن کے لیے دل آزاری کا موجب ہے۔"

(رپورٹ انگریزی ص ۱۹۷)

پاکستان کی مخالفت

عدالت تحقیقات نے اس امر پر بھی مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ قادیانی نہ صرف دیگر اسلامی مملکتوں پر برطانیہ کے راج کو ترجیح دیتے تھے بل کہ تقسیم ملکی سے پہلے وہ پاکستان کی اسلامی مملکت کے قیام کے بھی مخالف تھے اور اب بھی اس امر کے خواہاں ہیں کہ ہندوستان پھر سے متحد ہو کر اکھنڈ بھارت بن جائے۔ فاضل جج صاحبان نے اس نکتہ پر حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے:

"جب تقسیم ملکی کے ذریعے سے مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ وطن کے امکانات اُفق پر نمودار ہونے لگے تو آنے والے واقعات کا سایہ احمدیوں کو فکر مند بنانے لگا۔ ۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریرات منکشف ہیں کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن جب پاکستان کا دُھندلا سا رُویا ایک آنے والی حقیقت کی شکل اختیار کرتا نظر آنے لگا تو وہ محسوس کرنے لگے کہ ان کے لیے اپنے آپ کو ایک نئی مملکت کے تصور پر راضی کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ وہ ضرور اپنے آپ کو ایک عجیب مخمصے میں

مبتلا محسوس کرتے ہوں گے کیوں کہ وہ نہ تو ایک ہندو دینوی حکومت یعنی ہندوستان کو اپنے لیے پسند کر سکتے تھے، نہ پاکستان کو منتخب کر سکتے تھے جہاں اس امر کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اعتزال وتفریق کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ ان کی بعض تحریرات ظاہر کرتی ہیں کہ وہ تقسیم ملکی کے خلاف تھے لیکن اگر تقسیم معرض عمل میں آجائے تو وہ ملک کو ازسرِنو متحد کرنے کے لیے کوشاں رہیں گے۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۶)

مسلمانوں سے علیحدگی

عدالت نے اس امر کو بھی تسلیم کر لیا کہ احمدی سرکاری افسر اور ملازم دوسروں کا مذہب تبدیل کراتے رہے ہیں۔ (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۷)

اور اپنی جداگانہ جماعتی تنظیم رکھتے ہیں۔ اس تنظیم کے دفاتر میں اُمور خارجہ کا محکمہ بھی ہے اور اُمور داخلہ، اُمور عامہ اور نشر و تبلیغ کے محکمے بھی قائم ہیں، ان کے ہاں رضا کاروں کا ایک جیش بھی ہے جس کا نام خدام الاحمدیہ ہے جو فرقان بٹالین یعنی کشمیر میں کام کرنے والے مخصوص احمدی بٹالین پر مشتمل ہے۔ وہ مسلمانوں سے رشتے ناطے کا تعلق بھی نہیں رکھتے اور نہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۸)

وہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھتے، اس سلسلے میں قادیانی فریق نے عدالت کے سامنے اپنے طرز عمل کی جو تصریح پیش کی اور نئی پوزیشن بیان کی، اس بارے میں عدالت کا فیصلہ یہ ہے کہ:

''یہ توجیہہ صورت حال کو بہتر نہیں بناتی کیوں کہ اس خیال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایسے متوفی کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے جو مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں رکھتا، اس طرح یہ نئی توجیہہ درحقیقت ان کے موجودہ طرز عمل کی تصدیق کرتی ہے۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۱۹۹)

تکفیر مسلمین

تکفیر مسلمین کے بارے میں قادیانی فریق کی طرف سے جو نئی توجیہات عدالت کے

سامنے پیش کی گئیں ان کے بارے میں فاضل جج صاحبان کی رائے یہ ہے کہ:

''ہم نے اس موضوع پر احمدیوں کے سابقہ اعلانات دیکھے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہمارے نزدیک یہ اعلانات اس کے سوا......اور کسی تشریح کے حامل نہیں کہ جولوگ مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں رکھتے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو مسلمان حضرت رسول اقدس واطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ''مامور من اللہ'' کے دعویٰ کو قبول نہ کرے وہ اللہ اور رسول کا منکر نہیں لہٰذا وہ امت میں داخل ہے۔ یہ توجیہہ ان کے سابقہ اعلانات سے مختلف نہیں کہ دوسرے مسلمان کافر ہیں۔ حقیقتاً یہ الفاظ ان کے سابقہ اعتقاد کی بالواسطہ ازسرنو تصدیق کرتے ہیں کہ ایسے لوگ صرف اس معنی میں مسلمان ہیں کہ وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں اور اس لحاظ سے ایسے سلوک کے مستحق ہیں جو مسلمانوں کے معاشرہ کے افراد سے ہونا چاہیے، یہ بات یہ کہنے سے بہت مختلف ہے کہ وہ مسلمان ہیں کافر نہیں۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۱۹۹)

اشتعال انگیزیاں

عدالت نے قادیانی اکابر کی تحریروں اور تقریروں کے اشتعال انگیز ہونے کا نوٹس بھی لیا ہے۔ ''خونی ملا کے آخری دن'' کے عنوان والے مضمون کے بارے میں فاضل جج صاحبان نے لکھا ہے کہ:

''یہ مضمون قطعی طور پر اشتعال انگیز ہے، اس مضمون میں مولانا احتشام الحق اور مولانا محمد شفیع ایسے علماء کے بارے میں جو ''مجلس دستور ساز'' سے ملحقہ ''تعلیمات اسلامیہ بورڈ'' کے رکن ہیں نیز مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے بارے میں جن کے وسیع مبلغ علم دین سے کسی کو مجال انکار نہیں جو استہزاء آمیز کلمات درج ہیں۔ ان سے نہ صرف ان علماء کی جن کے نام اس مضمون میں لیے گئے ہیں بل کہ سارے علماء کی دل آزاری ہوئی ہوگی۔''

(رپورٹ انگریزی، صفحہ: ۱۹۷، ۱۹۸)

اسی سلسلے میں فاضل جج صاحبان نے مرزا بشیرالدین محمود کی تقریر کوئٹہ (مطبوعہ الفضل مورخہ ۱۳راگست ۱۹۴۸ء) جس میں بلوچستان کو ''خالص مرزائی صوبہ'' بنا کر تبلیغ احمدیت کا بیس (base) بنانے کے عزائم کا اظہار کیا گیا، ان کے خطبہ جلسۂ ربوہ (مطبوعہ الفضل مورخہ ۳رجنوری ۱۹۵۲ء) جس میں مخالفین احمدیت کو دھمکی دی گئی ہے کہ عن قریب مرزا قادیانی یا ان کے کسی جانشین کے سامنے مجرموں کی طرح پیش ہوں گے اور ان کے خطبہ جمعہ (مطبوعہ الفضل مورخہ ۱۱رجنوری ۱۹۵۲ء) جس میں احمدیوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ فوجی محکمہ کی طرح گورنمنٹ کے دوسرے محکموں میں بھی بھرتی ہونے کی کوشش کریں تاکہ تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچے اور اعلان (مطبوعہ الفضل مورخہ ۱۶رجنوری ۱۹۵۲ء) جس میں احمدیوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ایسے حالات پیدا کردو کہ ۱۹۵۲ء کے گزرنے سے پہلے پہلے دشمن احمدیت کے آغوش میں گرنے پر مجبور ہو جائے اور بعض دوسری تحریرات کی اشتعال انگیزانہ ماہیت کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ؛

''احمدیوں کی جارحانہ تبلیغ نہ صرف پاکستان میں بل کہ دوسرے ملکوں میں بھی ہنگاموں اور حملوں کی وجہ بنتی رہی ہے۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۹، ۲۰۰)

فاضل جج صاحبان نے قادیانیوں کی اشتعال انگیزیوں کے سلسلے میں چوہدری ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کی اس تقریر کا تذکرہ اس موقع پر تو نہیں کیا جو انہوں نے جہانگیر پارک کراچی کے ایک جلسۂ عام میں مورخہ ۱۸رمئی ۱۹۵۲ء کو کی تھی اور جس کی وجہ سے ملک بھر میں غصہ واشتعال کی ایک زبردست لہر پیدا ہو گئی تھی البتہ رپورٹ کے ابتدائی حصے میں جہاں واقعات کی رفتار کو سلسلہ وار درج کیا گیا ہے۔ اس تقریر کا اور اس سے پیدا ہونے والے ہیجان اور ہنگاموں کا جامع تذکرہ فاضل جج صاحبان کی طرف سے کسی قسم کے تبصرے کے بغیر موجود ہے۔ (رپورٹ انگریزی، صفحہ: ۷۵تا۷۷)

قادیانیوں کی ذمہ داری

رپورٹ کے حصہ بہ عنوان ''ذمہ داری'' میں فاضل جج صاحبان نے احمدیوں کے

متعلق حسب ذیل شذرہ سپرد قلم کیا ہے:

''احمدی براہ راست یا بلاواسطہ فسادات کے ذمہ دار نہیں کیوں کہ فسادات حکومت کے اس اقدام کا نتیجہ تھے جو اس پروگرام کے خلاف اختیار کیا جس پر چلنے کا فیصلہ آل مسلم پارٹیز کونشن نے قرارداد راست اقدام کے ماتحت کیا تھا لیکن مطالبات احمدیوں کے متعلق تھے اور وہ احمدیوں کے عجیب وغریب مخصوص عقائد اور ان کی سرگرمیوں نیز ان کی طرف سے دوسرے مسلمانوں پر اپنے ممتاز ہونے پر زور دیے جانے کی وجہ سے وضع ہوئے از بس کہ یہ عقائد اور سرگرمیاں بلاشبہ مطالبات کے وقوع میں آنے کا سبب تھیں۔ اس لیے اس بات کا فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ آیا احمدی فسادات کا محرک ہونے میں حصہ دار ہیں یا نہیں۔ مسلمانوں کے سواد اعظم سے ان کے اختلافات نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے چلے آرہے تھے اور تقسیم ملکی سے پہلے احمدی کسی قسم کی رکاوٹ یا بندش کے بغیر اپنا پروپیگنڈا کیا کرتے تھے اور لوگوں کو مرتد بنانے کی سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے۔ پاکستان کے قیام کی بدولت کیفیت حال تمام وکمال بدل گئی۔ اگر احمدیوں نے یہ خیال کیا کہ اس بارے میں حکومت کی طرف سے کسی قسم کی پالیسی کے اعلان کا نہ ہونا کہ پاکستان کے اندر اسلام کے سوا دیگر مذہب یا دائرہ اسلام کے فرقہ وارانہ عقائد کی تبلیغ واشاعت کی اجازت کس حد تک دی جاسکتی ہے۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ اس نئی مملکت میں ان کی سرگرمیاں خفگی پیدا نہیں کریں گی اور نوٹس میں آئے بغیر جاری رکھی جاسکیں گی تو وہ اپنے آپ کو بیوقوف بنا رہے تھے۔ تبدیل شدہ حالات نے ان کی سرگرمیوں میں کسی قسم کی جوابی تبدیلی پیدا نہ کی۔ ان کی جارحانہ تبلیغ اور غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق ان کے دل آزارانہ اظہارات جاری رہے۔ مرزا البشیر الدین محمود کی کوئٹہ والی تقریر جس میں اس نے اس صوبے کی ساری آبادی کو احمدی بنالینے اور اسے مزید کارروائیوں کے لئے بیس (مرکز) بنانے کی کھلم کھلا تلقین کی نہ صرف بداندیشہ نہ تھی بل کہ اس کے علاوہ نادانش مندانہ اور اشتعال انگیز بھی تھی۔ اسی طرح اپنے

متبعین کو اس کی یہ ہدایت کہ وہ احمدیت کی تبلیغ کے لیے اپنے پروپیگنڈا کو اس قدر تیز کردیں کہ ساری مسلمان آبادی ۱۹۵۲ء کے اختتام سے پہلے پہلے احمدیت کی آغوش میں آ گرے۔ مسلمانوں کے لیے ان کی ارتداد آفرین سرگرمیوں کا ایک کھلا نوٹس تھی اور ان لوگوں کو جو مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں رکھتے، دشمن یا مجرم یا صرف مسلمان کے الفاظ سے یاد کرنا ایسے اشخاص کو اشتعال دلائے بغیر نہیں رہ سکتا جن کی توجہ ان الفاظ کی جانب مبذول کرائی جاتی۔ احمدی افسر سمجھتے تھے کہ ارتداد پھیلانے کے معرکے میں پوری تن دہی اور دل جمعی کے ساتھ حصہ لینا ان کا مذہبی فرض ہے۔ احمدی افسروں کی اس روش نے احمدیوں کے حوصلے اور بھی بڑھا دیے اور وہ ایسی جگہوں پر جہاں انہیں افسروں کی تائید حاصل تھی یا وہ اس کی توقع رکھتے تھے۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے زیادہ قوت کے ساتھ کام کرنے لگے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ اگر منٹگمری کا انتظامی افسر اعلیٰ احمدی نہ ہوتا تو احمدی کبھی غیر احمدیوں کے ایک مجموعہ دیہات کی طرف تبلیغی مشن پر جانے کی جرأت نہ کرتے جب کوئی سرکاری افسر اپنے فرقہ وارانہ خیالات کا اظہار کھلے بندوں کرنے لگے جیسا کہ بعض احمدی افسروں نے کیا تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ایسے جھگڑوں میں جہاں اس کی اپنی جماعت کا کوئی فرد شامل ہو اس کی غیر جانب داری اور بے طرفی پر سے اعتماد یکسر اُٹھ جائے اس کا فیصلہ خواہ کتنا ہی صحیح اور دیانت دارانہ ہو لیکن اگر وہ فیصلہ کسی ایسے شخص کے خلاف ہے جو اس کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا تو وہ یہ اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسے فرقہ وارانہ وجوہ کی بناء پر بے انصافی کا شکار بنایا گیا ہے لہٰذا ان افسروں کا طرز عمل بہت ہی افسوس ناک اور بد بختانہ تھا اور ظاہر کرتا تھا کہ یہ افسر اس اُصول کو سمجھنے اور اخذ کرنے سے قاصر ہیں جسے ہر سرکاری افسر کو اپنی روش پر حکم فرما بنانا چاہیے بنابریں ہم مطمئن ہیں کہ اگرچہ احمدی فسادات کے براہ راست ذمہ دار نہیں لیکن ان کی اپنی روش نے ان کے خلاف ایک عام شورش کو اُبھرنے کا موقع بہم پہنچایا اگر (عوام کے) احساسات ان کے خلاف

اس قدر تیز نہ ہوتے تو ہمارا خیال ہے کہ احرار کبھی اپنے اردگرد مختلف العقائد مذہبی جماعتوں کو جمع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتے۔"

(رپورٹ انگریزی ص ۲۶۰، ۲۶۱)

فاضل جج صاحبان نے اگرچہ قادیانیوں کو فسادات کا براہ راست ذمہ دار قرار نہیں دیا تاہم اس سلسلے میں مجلس عمل کے پیش کردہ نکات کو من وعن صحیح تسلیم کرتے ہوئے تحریر فرمادیا ہے کہ فسادات کی بالواسطہ ذمہ داری قادیانیوں کے عجیب وغریب عقائد، ان کی جارحانہ اور اشتعال انگیزانہ سرگرمیوں اور قادیانی سرکاری افسروں کے ناروا شوق تبلیغ پر عاید ہوتی ہے جو پاکستان میں مذہبی تفوق حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کیا گیا۔

علمی دینی اور نظریاتی حیثیت کے مسائل

فاضل جج صاحبان نے اس رپورٹ میں ان علمی، دینی اور نظریاتی حیثیت کے مسائل ونکات پر بھی تبصرہ آرائی اور خامہ فرسائی کی ہے جو تحقیقات کے دوران میں زیر تدقیق آئے۔ راقم الحروف کے خیال میں عدالت مذکور کا ایوان ان علمی اور نظریاتی مسائل کی تحقیق وتدقیق کے لیے موزوں مقام نہ تھا۔ اس کے بجائے اگر یہ مسائل کسی جداگانہ علمی مجلس یا دیوان عالی کے سامنے زیر بحث لائے جاتے تو مفید تر نتائج حاصل ومترتب کیے جاسکتے تھے۔ فاضل جج صاحبان نے چند ایک علمائے دین اور دیگر گواہوں کے ان بیانات کی بناء پر جوان سے عدالت کے اندر بر سبیل تعجیل وارتجال حاصل کیے گئے، ان اہم ترین مسائل کا تذکرہ رپورٹ میں کردیا ہے جو بہت کچھ غور وفکر اور تحقیق وتعدیل کے محتاج ہیں۔ ان مسائل کے متعلق صحیح نتائج حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس مقصد کے لیے مخصوص دیوان عالی مقرر کیا جاتا اور اس میں تنقیحات معین کر کے ارباب علم کو اظہار فکر ورائے کی دعوت دی جاتی۔ عدالت مذکور کے لیے افراد واجماعات کے اعمال کا جائزہ لینا تحقیقات کی معینہ تنقیحات کے پیش نظر ضروری تھا لیکن عدالت نے علمی نظریات وتصورات کو بھی کٹہرے میں لا کر کھڑا کرلیا اور ان "ملزمان" کو موقع نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی صفائی میں اپنے حسب

منشاء گواہ یا وکیل پیش کر سکیں۔ ایسے ملزمان جو فاضل جج صاحبان کے ریمارکس کا تختہ مشق بنے، حسب ذیل ہیں:

۱۔ آل مسلم پارٹیز کنونشن کے مطالبات۔
۲۔ مسلم ومومن کی تعریف۔
۳۔ مسئلہ قتل مرتد۔
۴۔ مسئلہ جہاد۔
۵۔ مسئلہ مال غنیمت وخمس۔
۶۔ اسلامی ریاست۔
۷۔ جمہوریت۔
۸۔ نمائندہ حکومت اور نفاذ قانون واستحفاظ آئین۔
۹۔ لہو ولعب اور اسلام۔
۱۰۔ آرٹ اور اسلام۔
۱۱۔ بین الاقوامی قوانین ومجالس اور اسلام۔
۱۲۔ حدیث وسنت۔

ا۔ مجلس عمل کے مطالبات

فاضل جج صاحبان نے آل مسلم پارٹیز کنونشن کے سہ گانہ مطالبات کو ''فسادات کی براہ راست علت'' قرار دیا ہے۔ (رپورٹ انگریزی ص ۱۸۴، ۱۸۵) لیکن اس کے ساتھ ہی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ مقصد جس کے لیے تحریک اُٹھائی گئی۔ خالصتاً دینی تھا۔ (رپورٹ انگریزی ص ۲۵۹)

عدالت نے اپنی رپورٹ میں کسی مقام پر بھی مطالبات کو فضول اور بیہودہ قرار نہیں دیا جیسا کہ بعض سرکاری افسروں نے اپنے بیانات میں اور اپنی رپورٹوں میں جو عدالت کے سامنے پیش کی گئیں ظاہر کیا تھا بل کہ یہ لکھا ہے کہ:

''مطالبات ایسے خوش نما انداز میں پیش کیے گئے کہ اس زور تاکید کے پیش نظر جو اسلامی یا اسلامی ریاست سے دُور کا تعلق رکھنے والی کسی بات پر دیا جانا ضروری تھا کسی شخص کو ان کی مخالفت کرنے کی جرأت نہ ہوئی حتیٰ کہ مرکزی حکومت کو جرأت نہ ہوئی کہ ان چند مہینوں میں جب کہ تحریک اپنی جملہ پیچیدگیوں کے ساتھ عروج اظہار پر تھی۔ اس موضوع پر کوئی ایک آدھ اعلان عام ہی شائع کردیتی۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۳۵)

فاضل جج صاحبان نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ؛

علمائے اسلام کے یہ مطالبات مان لیے جاتے تو فساد برپا نہ ہوتا، اس صورت میں ''چوہدری ظفر اللہ خان کے عزل وطرد پر بین الاقوامی حلقوں میں کچھ ہلچل مچتی لیکن پاکستان کی آبادی (حکومت کے) اس اقدام پر نعرہ ہائے تحسین بلند کرتی۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۸۲)

فاضل جج صاحبان نے کیفیت حالات کا تجزیہ کرکے ان اسباب وعلل کو ڈھونڈ نکالنے کی سعی کی ہے جن کی بناء پر خواجہ ناظم الدین اوران کی حکومت نے اپنے ہاں کے عوام کے یہ سادہ سے مطالبات منظور کرنے کی بجائے ملک کو ایسے خطرات میں ڈالنا گوارا کرلیا جو مارشل لاء کے نفاذ پر منتج ہوئے اگر خدانخواستہ مارشل لاء بھی امن وآئین کے قیام وتحفظ کے مقصد میں ناکام رہ جاتا تو نہ معلوم پاکستان کا حشر کیا ہوتا!!!

فاضل جج صاحبان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ خواجہ ناظم الدین نے کسی ملکی مفاد کے پیش نظر ایسا نہیں کیا بلکہ انہیں باہر کے ان ملکوں کی رائے کا خوف لاحق تھا جہاں چوہدری ظفر اللہ خان کو بہت کچھ عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ بقول عدالت انہیں خوف تھا تو یہ کہ:

''چوہدری ظفر اللہ خان بین الاقوامی دنیا میں بہت شہرت رکھتے ہیں اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی برطرفی کی خبر بڑے وسیع پیمانے پر نشر ہوگی اور بین الاقوامی تنقیدات کا مورد بنے گی۔ اس برطرفی کی کوئی ایسی تشریح جو بین الاقوامی ضمیر کو مطمئن کرسکتی۔ تلاش کرنا مشکل ہوگا...... لہٰذا مطالبات کی منظوری

بین الاقوامی دنیا میں چہ میگوئیوں کے دروازے کھول دیتی اور بین الاقوامی دنیا کی توجہ نفیاً یا اثباتاً پاکستان کے واقعات کی رفتار کی طرف جلب ہونے لگتی۔''
(رپورٹ انگریزی ص ۲۳۳)

فاضل جج صاحبان نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''خواجہ ناظم الدین کو یہ خیال بھی تھا کہ ہندوستان بھی اس صورت میں پاکستان کو بدنام کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔''
(رپورٹ انگریزی ص ۲۳۳، ۲۳۴)

قصہ مختصر فاضل جج صاحبان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

''اگر مطالبات منظور کر لئے جاتے تو پاکستان کو بین الاقوامی سوسائٹی سے خارج کر دیا جاتا۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۸۲)

فاضل جج صاحبان نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ خواجہ ناظم الدین محض باہر کی دنیا کی نظروں میں پاکستان کو نکو بنانے کے خوف سے پہلے تو مطالبات کے بارے میں علماء سے گفت وشنید کرتے رہے تاکہ وہ اپنے اصرار سے باز آجائیں اور آخر کار انہوں نے مطالبات کو مسترد کر دیا اور اس بچے کو قتل کر کے اسے ختم کر دینے کے درپے ہو گئے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے باوجود فاضل جج صاحبان کی رائے میں مطالبات کا یہ بچہ جسے احرار نے پیدا کیا اور علمائے اسلام نے اپنایا اور دولتانہ نے کراچی کی جانب نہر کھدوائی اور اس بچے کو صندوق میں ڈال کر اس نہر میں مرکزی حکومت کی طرف بہا دیا۔

''ابھی زندہ ہے اور انتظار کر رہا ہے کہ کوئی آئے اور اسے اٹھا لے۔ پاکستان کی دولت خداداد میں سیاسی زہر نوں طالع آزماؤں اور مجہول الکیفیت لوگوں سب کے لئے پنپنے کا موقع ہے اور کوئی بھی اس بچے کو اپنی گود میں لے کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ ہمارے سامنے جن دو شخصوں نے ایسے کیرئیر (career) سے انکار کیا ہے، ان میں سے ایک تو خان سردار بہادر خان وزیر مواصلات پاکستان ہیں اور دوسرے مسٹر حمید نظامی ایڈیٹر ''نوائے وقت'' ان دونوں نے اس بچے سے بیزاری کا اظہار کیا خواہ اس کے نتائج کچھ بھی کیوں نہ

ہوں۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۸۶)

فاضل جج صاحبان کے ان ریمارکس سے واضح طور پر کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ آیا عدالت نے اس بچے کو جسے باشندگان ملک کی بھاری اکثریت کی سرپرستی حاصل ہے، عصر حاضر کی بین الاقوامی دنیا کی چہ میگوئیوں کے خوف سے کشتنی اور گردن زدنی قرار دے دیا ہے یا اس کے زندہ رہنے کا حق تسلیم کیا ہے لیکن یہ چاہا ہے کہ سیاسی رہزن، طالع آزما اور مجہول الکیفیت اشخاص اس کے سرپرست نہ بننے پائیں اور اسے اپنی دُنیوی اغراض کے لیے استعمال نہ کریں۔

۲۔ مسلم کی تعریف

عدالت تحقیقات کے فاضل جج صاحبان نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ؛

''ہم نے بعض سرکردہ علماء سے مسلم کی معین تعریف کرنے کے متعلق سوالات کیے لیکن تحقیقات کے اس حصے کے نتائج اور کچھ بھی کیوں نہ ہوں لیکن تسلی بخش نہ تھے۔ اگر ایسے آسان سے مسئلے پر علماء کے دماغوں میں کافی حد تک اُلجھاؤ موجود ہے تو خیال کیا جاسکتا ہے کہ پیچیدہ تر اُمور میں ان کے باہمی اختلافات کی حالت کیا ہوگی۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۱۵)

اس کے بعد رپورٹ میں بعض علمائے کرام کے وہ جوابات درج کیے گئے ہیں جو انہوں نے عدالت کے سوالات پر بیان کیے اور یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ:

''(مسلم کی) ان متعدد تعریفات کو جو علماء نے کیں۔ پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اس کے سوا اور کیا تبصرہ کر سکتے ہیں کہ کوئی سے دو عالم دین اس بنیادی مسئلے پر متفق نہیں۔ اب اگر ہم ان علماء کی طرح اپنی طرف سے مسلم کی تعریف لکھیں اور وہ تعریف ان سب علماء کی پیش کردہ تعریف سے مختلف ہو تو ہم ان سب کے اتفاق سے دائرہ اسلام سے خارج کر دیے جائیں گے اور اگر ہم ان میں سے کسی ایک عالم کی پیش کردہ تعریف کو اختیار کریں تو ہم اس عالم دین کی رائے کے مطابق تو مسلمان رہیں گے لیکن دوسرے علماء کی پیش کردہ تعریف کے مطابق

''کافر''بن جائیں گے۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۱۸)

مجھے یہ کہنے میں تأمل نہیں ہونا چاہیے کہ فاضل جج صاحبان کا استنباط صحیح نہیں۔علمائے دین نے عدالت کے اس سوال کے جواب میں جو بیانات دیے وہ الفاظ وعبارت کے لحاظ سے تو بلاشبہ ایک نہیں لیکن معنی اور مفہوم کے اعتبار سے ان میں کسی قسم کا اختلاف نظر نہیں آتا۔جن علمائے دین سے یہ سوال کیا گیا ان سب نے توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدیہ پر ایمان لانے اور ضروریات دین کا اقرار کرنے کو''مسلم'' کہلانے کے لیے ضروری قرار دیا۔ اگر وہ علمائے دین جن سے یہ سوال کیا گیا عدالت کے سامنے''مسلم'' کی جامع ومانع تعریف پیش کرنے سے قاصر رہ گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اچانک اس سوال کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں معلوم نہ ہوسکا کہ عدالت ان سے مسلم کی ایسی جامع ومانع تعریف حاصل کرنا چاہتی ہے جسے اسلامی مملکت کے دستور اساسی میں شامل کیا جاسکے۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے صحیح طریق کار یہ ہے کہ یہ سوال علمائے دین کی ایک مجلس کے سامنے پیش کر کے مسلم کی جامع تعریف معین کرالی جائے۔

۳۔ارتداد

فاضل جج صاحبان نے ارتداد اور کفر وتکفیر کے بارے میں علمائے دین کے باہمی اختلافات کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ تکفیر کے ان فتووں کی موجودگی میں جو مختلف فرقوں کے علماء نے ایک دوسرے کے بارے میں دے رکھے ہیں- ارتداد کے جرم کے اطلاق کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا اور وہابیوں، دیوبندیوں، بریلویوں، شیعوں اثناعشریوں وغیرہ میں سے ایک فرقہ کو چھوڑ کر دوسرے فرقے کے عقائد قبول کرنے والے شخص کو مرتد سمجھنا پڑے گا۔فاضل جج صاحبان نے کفر وارتداد کی بحث کے دوران میں جن مشکلات کا نوٹس لیا ہے وہ بلاشبہ غور طلب ہیں اور ایک اسلامی مملکت کے علمائے دین کو ان مسائل کے بارے میں معین اُصول وقواعد ضبط تحریر میں لانے پڑیں گے جن کو دستور اساسی اور قوانین ملکی کے لئے مشعل راہ بنایا جاسکے۔فاضل جج صاحبان رپورٹ کے اس مقام پر اگر تکفیر کی وہ تصریح

درج کر دیتے جو مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری نے عدالت کے سامنے پیش کی تھی اور بتایا تھا کہ ان کے نزدیک کفر کی دو قسمیں ہیں: ایک کفر قطعی اور ایک کفر فقہی، کفر قطعی کی صورت میں اس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر فقہی کی صورت میں دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا تو رپورٹ کے پڑھنے والوں کو اس اشکال کی ماہیت سمجھنے میں بہت مدد ملتی جس کی طرف فاضل جج صاحبان نے ملک کے ارباب دانش وبینش کو توجہ دلائی ہے۔

۴۔ مسئلہ جہاد اسلامی

فاضل جج صاحبان نے شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریرات، ان کے بیانات نیز بعض علماء کے جوابات سے فریضۂ جہاد بالسیف اور اس کے متعلقہ نکات مثلاً غنیمت، خمس، اسیران جنگ، دارالحرب، دارالسلام، ہجرت، غازی اور شہید وغیرہ پر بھی مجمل سا تبصرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ جہاد اور اس کے متعلقہ مسائل کے بارے میں جو آراء عدالت کے سامنے پیش کی گئیں وہ ان خیالات وافکار سے لگاؤ نہیں کھاتیں جو عصر حاضر کے فکر نے جارحیت، نسل کشی، بین الاقوامی جرائم کی عدالتی گیرائی اور بین الاقوامی قوانین کے مسلمات وقواعد وغیرہ کے متعلق قائم کر لیے ہیں۔ اسی فصل میں فاضل جج صاحبان نے قرآن پاک کی آیات کے ناسخ ومنسوخ ہونے کی بحث کا ذکر بھی کیا ہے جو قادیانی فریق کی طرف سے پیش کی گئی۔

مجھے یہ کہنے میں تأمل نہیں ہونا چاہیے کہ ان مسائل کے بارے میں فاضل جج صاحبان کے افکار جس التباس کا شکار ہوئے ہیں وہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ جہاد اور اس کے متعلقہ مسائل کے اسلامی تصورات نامکمل صورت میں عدالت کے سامنے آئے۔ اگر عدالت ان مسائل کے بارے میں پوری تحقیقات کرنے کی زحمت گوارا کرتی تو جج صاحبان کے ضمائر پر یہ بات روشن ہو جاتی کہ جنگ اور اس کے متعلقہ کوائف کے بارے میں اسلام کے تصورات ان تصورات سے کہیں افضل اور نوع انسانی کے لیے آیۂ رحمت وموجب خیر وبرکت ہیں جو عصر حاضر کے مفکرین نے صدہا سال کے تجربوں پر غور وفکر کرنے کے بعد

قائم کیے۔ قوانین جنگ کے بارے میں اسلام کے صحیح تصورات اگر بین الاقوامی محافل کے سامنے پیش کیے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عصر حاضر کا دماغ جو نوع انسانی کی مشکلات کا حل تلاش کرنے کی جستجو میں ہے، انہیں قبول نہ کرے۔ اسلام کے جہاد کا بنیادی نکتہ دین اسلام اور مسلمانوں کے جان و مال، عزت و آبرو اور شئون ملی کے دفاع کی خاطر لڑنا یعنی اسلحہ کے ساتھ جنگ کرنا ہے اور جب تک اسلام اور مسلمانوں کے شئون ملی سے برسر پیکار رہنے والی قومیں موجود ہیں، مسلمانوں کے لیے شمشیر بکف رہنا اور قرآن پاک کے بتائے ہوئے قواعد و اُصول کے مطابق دفاعی جنگ جاری رکھنا ضروری ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے یا مودودی صاحب نے جہاد کا مقصد جو یہ بیان کیا ہے کہ تلوار کی طاقت کے بل پر دین اسلام کی اشاعت کی جائے وہ صحیح نہیں۔ اس بنیادی نکتہ کو سمجھ لینے کے بعد دارالحرب، دارالسلام، عام کیفیت میں جہاد کے فرض کفایہ ہونے اور خاص حالات میں فرض لازم بننے کے مسائل بہ خوبی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ مال غنیمت، اسیران جنگ اور دشمن سے بحالت جنگ اور بعد از جنگ سلوک کرنے کے بارے میں اسلام کے احکام ان قواعد و ضوابط سے کہیں زیادہ افضل ہیں جن پر عصر حاضر کی متمدن دنیا عمل پیرا ہے۔ اسلام کو جارحیت اور نسل کشی کا حامی قرار دینا دشمنان اسلام کا پروپیگنڈا ہے۔ مسلمانوں نے عملاً جارحیت اور نسل کشی سے اجتناب کیا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں نسل کشی کی کوئی مثال دکھائی نہیں جاسکتی۔ حالانکہ اسلام سے پہلے اور بعد عصر حاضر تک بعض اقوام دشمن کی نسل کشی کو جائز سمجھتی چلی آئی ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتی رہی ہیں۔ ایک صحیح اسلامی مملکت کو اس امر کا خوف لاحق نہیں ہوسکتا کہ عصر حاضر کے بین الاقوامی قوانین کے ساتھ اسلام کے قوانین منطبق نہیں ہوتے بل کہ صحیح اسلامی مملکت اگر بین الاقوامی محافل کے سامنے اسلام کے قوانین پیش کرے تو دنیا کے مذاق سلیم کو اپنا ہم نوا بنا سکتی ہے۔

۵۔ مال غنیمت اور خمس

مال غنیمت اور خمس کے بارے میں اسلام کے قانون کے متعلق فاضل جج صاحبان

نے اس اندیشے کا اظہار کیا ہے:

"البتہ اگر غنیمت اور خمس کو جہاد کے لوازم خیال کیا جائے تو بین الاقوامی سوسائٹی اسے خالصۃً لوٹ مار کے اقدام سے تعبیر کرے گی۔" (رپورٹ انگریزی ص ۲۲۷)

اس معاملے میں بھی فاضل جج صاحبان کو اس وجہ سے التباس ہوا کہ ان کے سامنے مسئلے کی ماہیت جامع صورت میں پیش نہیں ہوئی۔ اسلام کے نزدیک جہاد ایک مذہبی فریضہ ہے۔ جو خالصۃً فی سبیل اللہ ادا کیا جاتا ہے۔ جہاد کی نیت کو اگر کسی قسم کے دُنیوی لالچ سے آلودہ کرلیا جائے تو وہ جہاد نہیں رہتا لیکن جنگ میں مال غنیمت کا ہاتھ آنا ایک لازمی امر ہے۔ عصر حاضر کی جنگوں میں بھی فاتح فریق مال غنیمت پر قبضہ جمالیتا ہے اور وہ مال فاتح فریق کا حق متصور ہوتا ہے، یہی قانون اسلام کا ہے۔ اسلام کے رو سے اُصولاً مال غنیمت بیت المال کا حق متصور ہوتا ہے۔"یَسْـئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰـهِ وَ الرَّسُوْلِ (الانفال:۱) کی آیۂ کریمہ اس پر دال ہے۔

اس کے بعد خمس یعنی پانچویں حصے کو بیت المال میں رکھنے اور باقی مال کو مجاہدین پر بحصہ رسدی تقسیم کردینے کا جو حکم قرآن پاک میں مذکور ہے وہ مخصوص حالات سے متعلق ہے۔ یہ مال صرف ان مجاہدین پر بانٹا جاتا ہے جو محض اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی نیت خالص کے ساتھ اپنے خرچ پر اور اپنا ساز وسامان لے کر میدان جنگ میں حاضر ہوں۔ اسلام نے عربوں کے رواج کو کہ وہ فتح کی حالت میں مدمقابل کے اموال کو لوٹنا اپنا حق سمجھتے تھے، کلیتہً محو کرنے کے احکام صادر کیے ہیں اور انفرادی حیثیت سے دشمن کا مال لوٹ کر اپنے قبضے میں لینا قطعاً ممنوع قرار دیا ہے۔ خمس و تقسیم کا حکم صرف اس مال کے لئے ہے جو جنگ کے نتیجے میں خود بہ خود ہاتھ لگ جائے اور اس کی تقسیم بھی امیر کی مرضی پر موقوف ہے۔ امیر چاہے تو سارے مال غنیمت کو بیت المال میں داخل کر کے مجاہدین کے وظائف مقرر کرسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت فاروق اعظم نے فتح ایران کے بعد کیا اگر مال غنیمت اور اسیران جنگ کے بارے میں دنیا کی اقوام باہمی مشورے سے ایسا قانون بنائیں جس پر عمل کرنا سب کے لیے ضروری ہو تو اسلام مسلمانوں کو ایسے بین الاقوامی معاہدات طے

کرنے سے نہیں روکتا جس کا فائدہ متحارب فریقوں کو یکساں طور پر پہنچتا ہو۔ ایسے متبادل معاہدات کرنے میں مسلمانوں کو کسی قسم کی دقت پیش نہیں آ سکتا البتہ جہاں اسیران جنگ کا تبادلہ ممکن نہ ہو وہاں اسلام نے ہزیمت خوردہ دشمن کے ساتھ انسانیت کا سلوک کرنے کے لئے انہیں اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر غلام بنا لینے کی اجازت دی ہے اور دنیا جانتی ہے کہ اسلام کے ہاں جس کیفیت کو غلامی کی اصطلاح سے تعبیر کیا گیا ہے، وہ کس قدر رحم دلانہ سلوک کی حامل ہے۔ دنیا کی مہذب ترین قومیں عصر حاضر میں اسیران جنگ کو موت کے گھاٹ اُتارنے، انہیں بدترین صورتوں میں غلام بنا کر رکھنے کی مرتکب ہو رہی ہیں اور بدنام اسلام کو کیا جا رہا ہے کہ اس نے اسیران جنگ کو مخصوص حالات میں غلام بنا کر رکھنے کی اجازت دے دی۔ اس بات کو کوئی نہیں دیکھتا کہ اسلام کے ہاں غلام کے حقوق کیا ہیں؟ اس کا درجہ کیا ہے؟ عصر حاضر کا دماغ اسیران جنگ کے متعلق کوئی ایسا قاعدہ وضع نہیں کر سکا جو اسلام کے بتائے ہوئے قاعدے سے بہتر ہو اور جس کی رُو سے جنگی اسیر امن و عافیت کی زندگی بسر کرنے کے قابل بن سکتا ہو۔

۶۔ اسلامی ریاست

ریاست اور حکومتی نظام کے متعلق اسلام کے تصورات کیا ہیں؟ اس موضوع پر فاضل جج صاحبان نے بعض گواہوں کے بیانات کی روشنی میں مسئلے کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے اور لکھا ہے کہ اسلامی ریاست وامر کے بارے میں علمائے کرام نے جو تصورات پیش کیے ہیں وہ جمہوری ریاست کے ان تصورات سے بہت مختلف اور متصادم ہیں جو عصر حاضر کے سیاسی فکر نے وضع کر رکھے ہیں۔ اس سلسلے میں فاضل جج صاحبان نے افکار کے اس اُلجھاؤ کا بھی ذکر کیا ہے جو پاکستان کی اسلامی مملکت کا تصور پیدا کرنے والے زعمائے فکر و عمل کے دماغوں میں پایا جاتا ہے اور لکھا ہے کہ ''قرارداد مقاصد'' جس پر پاکستان کے دستور اساسی کی بنیاد رکھی گئی ہے خود اسلامی ریاست کے اس تصور سے لگاؤ نہیں کھاتی جو بعض علماء نے عدالت کے سامنے پیش کیا۔ فاضل جج صاحبان نے اس بارے میں فکر و تخیل کے غیر واضح

ہونے کے متعلق جو تجزیہ کیا ہے اس کی صحت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی سٹیٹ کی ہیئت ترکیبی کے بارے میں افکار کا اُلجھاؤ ان متصادم و متخالف نظریات کا نتیجہ ہے جو دنیا میں آج سے نہیں بل کہ بہت پہلے سے موجود ہیں اور سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ علمائے اسلام نے کسی دَور میں بھی سٹیٹ کے متعلق خالص اسلامی تصورات کو پوری طرح مدون کرنے کے لیے اس توجہ تدقیق اور محنت سے کام نہیں لیا جس سے کہ انہوں نے فقہ، حدیث، اخلاقیات اور دیگر دینی اور دُنیوی علوم کی تدوین کی، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر دنیا کے کسی خطے میں اسلامی نظام سیاست قائم کیا گیا تو اس کے خدوخال اِن نظام ہائے سیاسی سے مختلف ہوں گے جو جمہوری نظریات کے نام پر دنیا کے مختلف ملکوں میں قائم ہیں اور چہرے مُہرے کے اعتبار سے خود اپنے درمیان بہت کچھ مختلف انداز رکھتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان مفکرین تحقیق و تدقیق اور بحث و تمحیص سے کام لے کر اسلامی ریاست کا ایک جامع نظام نامہ مرتب کریں تا کہ افکار کے اس اُلجھاؤ کو دُور کیا جا سکے جو اس سلسلے میں دماغوں کے اندر پایا جاتا ہے۔

۷۔ لہو و لعب اور آرٹ

فاضل جج صاحبان نے بعض علماء سے فنون لطیفہ اور لہو و لعب کے متعلق بھی سوالات کیے اور ان کے جوابات کی بناء پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے بعد مجسمہ سازی، مصوری، فوٹوگرافی، موسیقی، ناچ، مخلوط اداکاری، سینما، تھیٹر اور تاش، شطرنج وغیرہ کو بند کرنا پڑے گا۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام مخرب اخلاق آرٹ اور تضیع اوقات کرنے والے کھیل تماشوں کی اجازت نہیں دیتا اور ایک معاشرہ جو اسلامی تصورات کو زندگی بسر کرنے کے لیے راہ عمل بنائے گا، ہر اس بات کو معیوب سمجھے گا جو اسلام کے معیار اخلاق پر پوری نہیں اُترتی لیکن اس کا معنی یہ نہیں کہ اسلام فنون لطیفہ اور ایجادات عصری کے صحیح استعمال کا بھی مخالف ہے۔ فنون لطیفہ ایجادات کے متعلق جواز و عدم جواز کا بنیادی معیار اسلام کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ لہو و لعب کے لیے ہیں تو ان کا یہ استعمال ناجائز ہے اور اگر

ضرورت وافادیت کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تو ان پر شرعی حیثیت سے کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ بنابریں اسلامی ریاست کو فنون لطیفہ اور کھیل تماشوں کے بارے میں امتناع وعدم امتناع کا فیصلہ ان کی افادی حیثیت کے پیش نظر کرنا پڑے گا خواہ یہ بات تہذیب عصری کے دل دادگان کے طبائع پر گراں گزرے۔

۸۔ جمہوریت، قیادت اور نمائندہ حکومت

عدالت تحقیقات کو ان ذرائع کے مکتفی یا نا مکتفی ہونے کا جائزہ لینا تھا جو حکومت پنجاب نے فسادات کو دبانے کے لیے اختیار کیے۔ اس سلسلے میں فاضل جج صاحبان نے جمہوریت، قیادت اور نمائندہ حکومت کے موضوعات پر بھی ضمناً تبصرہ کیا ہے اور لکھا ہے:

''فریق ہائے مقدمہ کے فاضل وکلاء نے ہمارے سامنے جمہوری اُصولوں کی بناء پر اپیل کی اور بڑی شدومد کے ساتھ اس بات پر زور دیا کہ مطالبات متفقہ تھے اور ایک جمہوری ملک میں جب کسی مطالبے کو اتنی طاقت ور اور ہمہ گیر تائید حاصل ہو تو حکومت اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے مجبور ہے خواہ اسے منظور کرنے کے نتائج کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ ہمیں بتایا گیا کہ ہمارے سیاسی لیڈر جنہیں عوام اپنے ووٹ سے منتخب کرتے ہیں، اقتدار کی گدیوں پر متمکن ہونے کی پوزیشن محض اس لیے پاتے ہیں کہ عوام انہیں اس جگہ پر بٹھاتے ہیں، اس لیے وہ اپنے ووٹروں کی خواہشات کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہیں۔ وزارت اور مسلم لیگ کی جانب سے بھی ہمارے سامنے اسی اُصول کا اعادہ کیا گیا اور اس بات پر زور دیا گیا کہ نمائندہ طرز کی حکومت میں سیاسی لیڈر کو اسی صورت میں عوام کا نمائندہ قرار دیا جاسکتا ہے جب کہ وہ عوام کے احساسات، معتقدات اور خواہشات کا احترام کرے اور انہیں جامۂ عمل پہنائے لیکن ایک ایسے ملک میں جس کے عوام کا حصہ غالب جاہل ہو اور نہایت معمولی شرح فیصد تعلیم یافتہ اشخاص کی ہو۔ اس موقف کا اعتراف اس اضطراب آفرین نتیجہ پر لے جائے گا کہ ہمارے لیڈر بلند خیالات کی طرف سے کورے رہتے ہوئے عوام کی جہالت

ء عصبیت کے پیکر بنے رہیں جن ملکوں کے انتخاب کنندگان اپنے ووٹ کی قدر و قیمت سے واقف ہوں اور اپنے ہاں کے مخصوص مسائل اور دنیا کے عمومی واقعات و رحجانات کو سمجھنے کے لئے فہم و ذکاوت کا کافی سرمایہ رکھتے ہوں اور قومی اہمیت کے جملہ اُمور پر صحیح فیصلہ کرنے کے لیے کافی حد تک ترقی یافتہ فکر کے مالک ہوں وہاں لیڈروں کو عوام کے فیصلے کے مطابق عمل کرنا چاہیے یا اقتدار کی کرسیوں کو چھوڑ دینا چاہیے لیکن ایک ایسے ملک میں جیسا کہ ہمارا ملک ہے،ہم ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہو کر کہتے ہیں کہ لیڈروں کا حقیقی وظیفہ عوام کی رہنمائی کرنا ہے نہ کہ ہر بات میں ان کی خواہشات کے سامنے چلنا۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۶۷۵،۶۷۶)

انہی تفکرات کی بناء پر فاضل جج صاحبان نے اپنی رپورٹ کو حسب ذیل فقرہ پر ختم کیا ہے:

''بالآخر ایک شے جسے ''انسانی ضمیر'' کہا جاتا ہے ہمیں یہ سوال کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ آیا ہمارے سیاسی ارتقاء کی موجودہ حالت میں آئین و قانون کے انتظامی مسئلے کو اس کے ''جمہوری ہم بستر'' یعنی وزارتی حکومت سے الگ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جس کے سینے پر سیاسیات کا کابوس سوار رہتا ہے۔ اگر ''جمہوریت'' کے معنی یہ ہیں کہ قانون و آئین کو سیاسی اغراض کا تابع بنا دیا جائے تو واللہ اعلم بالصواب اور ہم اپنی رپورٹ کو ختم کرتے ہیں۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۳۸۷)

عدالت کے یہ ریمارکس بہت غور طلب ہیں، حکومت خواہ کسی شکل کی ہو یعنی جمہور کی نمائندہ حکومت ہو یا کسی مطلق العنان حکمران کی استبدادی حکومت یا غیر ملکی غلبہ واستعمار کی حکومت، اس کا اولین وظیفہ بلاشبہ ضبط ونظم اور امن و آئین کو قائم رکھنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر قسم کی حکومت کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ عوام کے مطالبے کی طرف مناسب توجہ دے۔ نمائندہ حکومتیں تو اس کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتیں البتہ استبدادی حکومتیں طاقت وقوت کے بل پر عوام کی خواہشات کو عارضی طور پر کچلنے اور دبائے رکھنے میں

کامیاب ہوسکتی ہیں۔

عدالت تحقیقات کی اس دریافت کے بعد کہ ہمارے عوام تعلیم یافتہ اور عصری افکار سے باخبر نہیں، اس لیے یہاں نمائندہ جمہوری حکومتیں قانون و آئین کے احترام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھ سکتیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ وظیفہ کس کے سپرد کیا جائے؟ تاکہ عوام کو ایسے مطالبات وضع کرنے سے روکا جاسکے، جن پر ارباب حکومت کسی نہ کسی وجہ سے توجہ نہیں دے سکتے یا جن کو وہ اپنی سمجھ کے مطابق لغو اور بیہودہ یا ناقابل عمل خیال کرتے ہیں اور نہ اس بات کی جرأت رکھتے ہیں کہ عوام پر ان کی ''لغویت'' ظاہر کرنے کے لیے سامنے آسکیں۔ انہی مطالبات کو لیجیے جو خود عدالت کی رائے میں مذہبی احساسات پر مبنی اور اشتعال انگیزی کا نتیجہ ہیں جو ایک قلیل التعداد مذہبی گروہ نے ملک کی ساری آبادی کے احساسات کے علی الرغم شدومد کے ساتھ جاری تھی، ان مطالبات کو ارباب حکومت نے شروع ہی سے درخور اعتنا خیال نہ کیا اور سیاسی جماعتوں کے لیڈر جن میں مسلم لیگ کی بااقتدار ہستیاں بھی شامل ہیں ان کے بارے میں آج تک کوئی رائے قائم نہیں کرسکے چہ جائیکہ وہ عوام کی رائے کو ہم نوا بنانے کے لیے ساعی ہوتے، کیا یہ کیفیت ان مطالبات کے وزن پر شاہد و دال نہیں؟ اور اگر ارباب حکومت و قیادت کی کم نگاہی، بزدلی اور بے بصیرتی کی وجہ سے عوام کا اضطراب ترقی پذیر ہوکر ایسی صورت اختیار کرلیتا ہے کہ آئین و قانون کے مسائل کھڑے کردے تو اس کی ذمہ داری کس پر عاید ہوتی ہے؟

۹۔ مغرب زدہ فکر کی خوف زدگی

اس رپورٹ میں من جملہ دیگر اُمور کے یہ بات نہایت واضح طور پر اور عام اشجار کے مقابلے میں شمشاد و صنوبر کی بلند قامتی کے ساتھ نمایاں طور پر ظاہر ہورہی ہے کہ ہمارے ملک کا وہ طبقہ جو برسراقتدار ہے اور جس کے اذہان نے مغربی افکار اور صرف مغربی افکار کی گود میں پرورش پائی ہے۔ بے طرح ذہنی غلامی کا شکار ہورہا ہے اور اپنے ہاں کی ہر چیز کو حتیٰ کہ دینی معتقدات و شعائر کو بھی قدروں کے اسی معیار پر پرکھنے کا عادی ہے جو اہل مغرب

کے فکر نے عصر حاضر میں مقرر کرلیا ہے اور جس میں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ دوسری جانب ہمارا وہ طبقہ جس نے علوم دینیہ کے مطالعہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ عصری افکار سے نا آگاہ ہونے کے باعث اسلام کی تعلیمات کو ایسے انداز میں پیش کرنے سے قاصر ہے جو عصر حاضر کے دماغوں کے لئے قابل فہم ہو۔ رپورٹ میں جا بجا اس امر کے اعترافات و اظہارات موجود ہیں کہ ہمارے ارباب اقتدار کو جن ملحوظات و مفکورات نے عامتہ المسلمین کے سہ گانہ مطالبات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے سے روکے رکھا۔ وہ یہی تھے کہ باہر کی دنیا ہمیں کیا کہے گی؟ چنانچہ فاضل صاحبان لکھتے ہیں کہ:

''بلاشبہ وہ (خواجہ ناظم الدین) مطالبات کو منظور کر سکتے تھے یا ذاتی طور پر وعدہ کر سکتے تھے کہ وہ مطالبات کی حمایت کریں گے۔ اس صورت میں کوئی گڑبڑ نہ ہوتی اور اگر کچھ ہوتی تو شاید اس وقت جب کہ یہ معاملہ دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش ہوتا۔ احمدی ایک قلیل التعداد قوم ہیں وہ غالباً مزاحمت نہ کر سکتے اور بدامنی پھیلانے کے قابل نہ ہوتے۔ چوہدری ظفر اللہ خان کے الگ کیے جانے پر بین الاقوامی حلقوں میں کچھ چہ میگوئیاں ہوتیں لیکن پاکستان کی آبادی (خواجہ صاحب کے) اس اقدام پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کرتی، پھر خواجہ ناظم الدین نے یہ پیش پا اُفتادہ اقدام کیوں نہ کیا؟ صرف اس لیے نہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا اعلان دوسرے اسلامی ملکوں میں مؤثر نہ ہوتا بل کہ انہوں نے ان دُوررَس نتائج کے خوف سے ایسا نہ کیا جن کا ذکر اس رپورٹ کے دوسرے مقام پر کردیا گیا ہے، اگر مطالبات منظور کر لیے جاتے تو پاکستان کو بین الاقوامی سوسائٹی سے خارج کردیا جاتا۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۸۲)

''وہ (خواجہ ناظم الدین) مطالبات کو منظور نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ ایسا کرنا پاکستان کو مضحکہ خیز پوزیشن میں ڈال دیتا اور بین الاقوامی دنیا کی آنکھیں کھل جاتیں کہ مشرقی، متصادم اور جمہوری ریاست ہونے کے بارے میں پاکستان کے دعاوی کی حقیقت کیا ہے؟'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۶۴، ۲۶۵)

فاضل جج صاحبان نے خواجہ ناظم الدین کے فکری اُلجھاؤ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر

فرمایا کہ انہیں یہ فکر تھا کہ:

''چوہدری ظفراللہ خان بین الاقوامی دنیا میں بہت شہرت رکھتے ہیں اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں ان کی برطرفی کی خبر بڑے وسیع پیمانے پر نشر ہوگی اور بین الاقوامی تنقیدات کا مورد بنے گی۔ اس برطرفی کی کوئی ایسی تشریح جو بین الاقوامی ضمیر کو مطمئن کر سکے۔ تلاش کرنا مشکل ہوگا...... لہٰذا مطالبات کی منظوری بین الاقوامی حلقوں میں چہ میگوئیوں کے دروازے کھول دیتی اور بین الاقوامی دنیا کی توجہ نفیاً یا اثباتاً پاکستان کے واقعات کی رفتار کی طرف جلب ہونے لگتی۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۲۳۳)

۱۰۔ تجدید اسلام اور احیائے دین

اور ان مفکورات کی بناء پر فاضل جج صاحبان نے یہ نتیجہ اخذ کیا:

''(بحالات موجودہ) اسلام کو عالم گیر تخیل کی حیثیت سے محفوظ رکھنے کی اور مسلمان کو اس دقیانوسی ناموزونیت سے نکال کر جس میں وہ مبتلا ہے۔ عالم حاضر و دنیائے مستقبل کا شہری بنانے کی صورت یہ ہے کہ جرأت سے کام لیتے ہوئے اسلام کی تجدید کر کے اس کی زندہ و عامل خصوصیات کو بے جان خصوصیات سے الگ کر دیا جائے۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۳۲)

یہ ہے مغرب زدہ طبقہ کی پکار جو مغرب کے افکار، اہل مغرب کی معاشرت اور ان کے طرز بودوباش سے اس حد تک مسحور ہو چکا ہے کہ زندگی کے متعلق اسلام کے تصورات کی عظمت و ماہیت کا اخذ کرنا اس کے دماغ کے لیے بڑا مشکل اور کٹھن کام بن رہا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ سیاسیات و معاشرت میں بین الاقوامی فکر ابھی ارتقائی منازل طے کر رہا ہے اور ان تلخ تجربوں کی روشنی میں جو نوع انسان کو ہر شعبۂ حیات میں آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ کسی مستقل اور پائیدار حل کو تلاش کرنے میں سرگرداں ہے۔ اسلام اب سے کوئی

چودہ سو سال پہلے ان جملہ مشکلات کا حل نوع انسان کے سامنے پیش کر چکا ہے اگر نوع انسان کا فکر اس چراغ کی روشنی سے استفادہ کرتے ہوئے جو اسلام نے روشن کر رکھا ہے۔ راستہ تلاش کرے تو انسانیت صراط مستقیم پر سرعت رفتار کے ساتھ گامزن ہو سکتی ہے اور ان منازل مقصود تک جلد پہنچ سکتی ہے۔ جن تک پہنچنے کے لیے اس کے شعوری اور لاشعوری تقاضے اسے بے قرار رکھتے ہیں۔ نوع انسانی کو یہ روشنی دینا اور یہ صراط مستقیم دکھانا مسلمانوں سے مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے اور اقوام عالم کے سامنے ان مسائل کا صحیح حل پیش کرنے کے لیے اسلام کی تعلیمات یعنی قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کرنے کی سعی کی جائے اور اس بارے میں پوری تحقیق اور کاوش سے کام لیا جائے۔ تجدید اسلام یا احیائے دین اسی سعی وکوشش کا نام ہے اور یہ سعی وکوشش ایسے ادوار میں ضروری ہو جاتی ہے جب مسلمانوں میں بیرونی اثرات کی وجہ سے فکر وعمل کی گمراہیاں ترقی پذیر ہو جاتی ہیں۔ اگر تجدید اسلام کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر یا تاویلات وتحریفات کے بل پر عصری افکار کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے تو یہ تجدید اسلام کی نہیں بل کہ تخریب اسلام کی کوشش ہوگی۔ اس قسم کی سعی پر وقت اور طاقت ضائع کرنے سے یہی بہتر ہے کہ مغرب زدہ لوگ اسلام کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور سیاسی، معاشرتی، معاشی اور قانونی اُمور میں عصر حاضر کے ترکوں کی طرح افکار مغرب کا پورا تتبع کرتے ہوئے پاکستان کو ایسی مملکت بنالیں جسے عصر حاضر کی اصطلاح میں متجد، مترقی، متقادم اور جمہوری کہا جاتا ہے اور اجتماعی اور انفرادی زندگی کے تصورات کے اسی میدان میں ناچنے اور دوڑنے لگیں جس میں کہ اقوام مغرب دوڑیں لگا رہی ہیں اور صحیح تجدید اسلام اور احیائے دین کا کام کسی اور قوم کے لئے یا آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ رہنے دیں جس کار عظیم سے عہدہ برآ ہونے کے ہم اہل نہیں، اسے کرنے کی حامی بھرنے یا اس پر ہاتھ ڈالنے سے یہی بہتر ہے کہ ہم اس کا خیال ہی ترک کر دیں لیکن ایسا کرنے کے باوجود مسائل بہ دستور حل طلب رہیں گے جن کو حل کرنے سے گریز کی راہ اختیار کر کے ہمارے

ارباب سیاست وقیادت نے ملک کو ۱۹۵۳ء کے فسادات سے دوچار کر دکھایا۔ جب تک ہم اس ذہنیت کے ساتھ چلنے پر مجبور ہیں کہ اگر ہم نے یہ کام کیا یا وہ کام کیا تو ''دنیا ہمیں کیا کہے گی''، اس وقت تک ہم اپنے داخلی اور خارجی اُمور کو اپنے حسب منشاء اور اپنے لوگوں کے آرام وآسائش کے لئے سرانجام نہیں دے سکیں گے۔ اس مفروضہ یعنی ''دنیا ہمیں کیا کہے گی'' کے ماتحت عدالت تحقیقات کے فاضل جج صاحبان نے مغرب زدہ طبقہ کی جن دماغی اُلجھنوں کا اور جن مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔ ان پر اگر ٹھنڈے دل ودماغ سے غور کیا جائے اور ان کے حل کی مناسب تدابیر اپنے لوگوں کے محسوسات کے پیش نظر سوچی جائیں تو یہ عقدے اتنے لاینحل نہیں جس قدر کہ سمجھے جا رہے ہیں۔ مصیبت صرف یہ ہے کہ ہمارے ارباب حل وعقد کی فکری صلاحیتیں محض اس خوف سے کہ ''دنیا ہمیں کیا کہے گی''، شل ہو کر رہ جاتی ہیں اور ان کیفیات ومسائل کو حل کرنے سے جو ملک کے اندر رونما ہوتے ہیں گریز کی راہ اختیار کر لیتی ہیں اور یہ بات عدالت تحقیقات کے سامنے اظہر من الشّمس اور بیّن من الامس ہو کر ظاہر ہو چکی ہے۔ ہمارے ارباب قیادت نے متفق اللسان ہو کر یہ کہا کہ ہمارے دماغوں نے ابھی تک مطالبات کے حسن وقبح یا ان کی صحت وعدم صحت کے بارے میں کوئی فیصلہ ہی نہیں کیا، ایسی حالت میں وہ عوام کی رہنمائی کیا کریں گے۔

۱۱۔ ارباب سیاست وقیادت کی کوتاہیاں

بہر کیف جہاں تک مطالبات کا تعلق ہے، تحقیقات نے یہ بات ایک دفعہ پھر ثابت کر دی ہے کہ عوامی مطالبہ کی طرف سے ارباب سیاست وقیادت کا آنکھیں موند لینا ہمیشہ ناگوار کیفیات پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ ان کو دیکھنا چاہیے کہ اگر عوامی مطالبات میں وزن ہے اور وہ معقولیت پر مبنی ہیں تو انہیں کسی اندرونی یا بیرونی خوف سے متاثر ہوئے بغیر عوام کو ان مطالبات کے بارے میں مطمئن کرنے کی تدابیر اختیار کرنے میں تأمل سے کام نہ لینا چاہیے اور گر مطالبات لغو اور بیہودہ ہوں جیسا کہ بعض پولیس افسروں نے سیاسئین کا

لبادہ پہن کر اپنی رپورٹوں میں مجلس عمل کے مطالبات کو قرار دینا شروع کر دیا۔
(رپورٹ انگریزی ص ۱۴۴، ۸۰)

تو ارباب سیاست کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ عوام پر ان کے مطالبات کی لغویت واضح کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور اپنے ہم خیالوں کی جمعیت کو تقویت دیں۔ فاضل جج صاحبان نے بھی اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ:

''ہمارے عوام اتنے بیہودہ نہیں کہ وہ معقول بات پر کان نہ دھریں اور اگر ان کو سمجھایا جائے تو نہ سمجھیں۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۷۵)

ظاہر ہے کہ اگر مدعیان قیادت یہ طرز عمل اختیار کرتے تو مطالبات کی منظوری یا نامنظوری کا معاملہ جمہوری سیاسی اختلاف کی نوعیت اختیار کر لیتا اور ان معاملات کو طے کرنے کی آئینی جمہوری صورتیں پیدا ہو جاتیں۔ مطالبات کے حامیوں کو ڈائرکٹ ایکشن کی راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی جس کو عدالت نے من جملہ اسباب فسادات کے ایک سبب قرار دیا ہے۔

۱۲۔ علمائے دین

طبقہ علمائے دین کے بارے میں عدالت نے اس رائے کا اظہار کیا ہے:

علماء فاضل طبقہ کے لوگ ہیں لہٰذا جملہ پرستاران علم کی طرح واجب الاحترام ہیں لیکن ان فاضلین کی طرح جو اپنی قوتوں کو کسی خاص موضوع کے لیے وقف کر دیتے ہیں، ان کے اذہان کا ارتقاء ایک ہی راستے پر ہوا ہے اور ایک راہ ذہن خطرناک امکانات کا حامل ہوتا ہے تاہم آپ متخصصین کے بغیر گزارا بھی نہیں کر سکتے لیکن اس کے لیے ایک عمومی پیشہ وَر یعنی ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ان تمام مضامین پر جو کسی متخصص کے خصوصی دائرہ علم وفکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ حاوی ہو، اپنے مضمون کے سوا دیگر مضامین کے متعلق متخصص کے زاویۂ نگاہ کا

تنگ ہونا ایک لازمی امر ہے۔ ہم ''ملائیت'' اور ''مذہبی دیوانگی'' ایسی ارزاں اور عمومی اصطلاحات کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ایک عام گریجویٹ جو اپنے مضامین کے سطحی علم سے زیادہ اور کچھ مبلغ علم نہیں رکھتا۔ ایسے جملوں کے استعمال میں خوشی محسوس کرتا ہے گویا کہ وہ برتر شخصیت کا مالک ہے۔ کیا اسی طرح آپ ایک ماہر علم النبات کو نباتیات کا ایک ماہر علاج امراض پا کر معالجہ کا طعنہ دے سکتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ نہیں کہتے کہ علماء کا زاویۂ نگاہ اس لیے تنگ ہے کہ وہ علماء ہیں کہ علماء زندگی کے ایک ہی شعبہ کے متخصصین ہیں۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۲۹۸، ۲۹۹)

علمائے دین پر مخالف فریق کی طرف سے ان کے تشدد پسند ہونے کے بارے میں جو اعتراضات وارد کیے گئے ان کا ذکر کرتے ہوئے فاضل جج صاحبان نے لکھا ہے کہ:

''یہ دلیل کہ وزیراعظم نے علماء سے متصادم ہونے کی جو ممانعت کر رکھی تھی وہ صوبائی دائرہ میں ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کرنے پر منتج ہوئی، اس مفروضہ کی حامل ہے کہ ''علماء شورشی اور بدزبان مذہبی دیوانوں کا ایک گروہ ہیں جو تشدد کی تلقین کرتے ہیں اور خون نظاروں سے خوش ہوتے ہیں''۔ علماء کو ''مذہبی دیوانے'' پکارا جائے تو غالباً انہیں اس سے انکار نہ ہوگا لیکن ان سے ایک بھی ہمارے سامنے اس امر کا اعتراف کرنے کے لیے تیار نہ تھا کہ وہ تشدد کی مذمت نہیں کرتا۔ مولانا میکش نے جنہوں نے علماء کے مقدمہ کی وکالت نمایاں سرگرمی کے ساتھ کی احمدیوں کے خلاف دیوانہ وار جوش کا حامل ہونے کے باوجود چھوٹے چھوٹے لیڈروں کی بدزبانی اور تیز کلامی کی مذمت کی۔ ایسی تیز کلامیوں کے مرتکب جو حوالہ جات میں پائی جائیں گی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری، سید مظفر علی شاہ شمسی، ماسٹر تاج الدین انصاری اور چند دیگر اشخاص ہمیں اس سلسلہ میں مولانا اختر علی خان کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے لیکن

یہ حضرات علم دین کی گہرائیوں سے آگاہ ہونے کے مدعی بھی نہیں اور نہ اپنے آپ کو علماء کی جماعت میں سے خیال کرتے ہیں۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۹۷)

خاتمہ کلام

فاضل جج صاحبان نے ان اہم کوائف و مسائل کو بے نقاب کرنے میں جو ہمارے ملک کو درپیش ہیں پاکستانی معاشرے کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ اب پاکستانی معاشرے کے مختلف عناصر کا کام یہ ہے کہ عدالت تحقیقات کی اس رپورٹ کے آئینے میں اپنے اپنے چہرے دیکھیں اور ایسا طرز عمل اختیار کریں جو ملک میں امن وسکون کی فضاء کو تقویت دینے کا موجب ہو۔ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

احقر العباد مرتضیٰ احمد خان میکش درّانی

۲۱ ؍ اگست ۱۹۵۴ء

عرض حال

یہ تبصرہ جو کتابچہ کی صورت میں ہدیہ قارئین کرام ہے پہلے پہل رونامہ ''نوائے پاکستان'' کے ''خاص رپورٹ نمبر'' مورخہ ۲۹ر اگست ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ اس تبصرہ کی تحریر واشاعت کے لیے جو مفکورات محرک ہوئے وہ اخبار مذکور کے اداریہ میں مشرح طور پر بیان کر دیے گئے تھے۔ یہ اداریہ بھی توضیح مطالب کے پیش نظر کتابچہ میں شامل کیا جاتا ہے؛ وھو ہذا

''آج کی اشاعت عدالت تحقیقات فسادات کی رپورٹ پر سیر حاصل تبصرے کی نذر کی جارہی ہے۔ یہ تبصرہ کتابچہ کی صورت میں شائع کرنے کی نیت سے لکھا گیا تھا لیکن اس خیال کے پیش نظر کہ معروضات زیادہ سے زیادہ ہاتھوں میں پہنچ جائیں۔ اسے اخبار کی ایک ہی اشاعت میں درج کیا جارہا ہے۔

اس تبصرہ کی اشاعت کا ابتدائی مقصد جیسا کہ ''پیش لفظ'' میں ظاہر کر دیا گیا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان لوگوں کو جنہیں ضخیم رپورٹ پڑھنے کی فرصت نہیں۔ ایک مرتب اور اجمالی صورت میں ملک کے اہم کوائف ومسائل پر فاضل جج صاحبان کی تنقیدات سے رُوشناس کرا دیا جائے جنہوں نے دس (۱۰) ماہ کی محنت شاقہ سے کام لینے کے بعد اس رپورٹ کی صورت میں نہایت ہی قیمتی دستاویز تیار کر کے ملک کے سامنے پیش کر دی ہے۔

اس تبصرہ کی اشاعت کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی سعی کی جائے جو اس رپورٹ کے مندرجات پر پوری توجہ نہ دینے کی وجہ سے عامتہ الناس میں بل کہ پڑھے لکھے حلقوں میں پھل پھول رہی ہیں۔

تیسرا مقصد یہ ہے کہ مملکت عزیز پاکستان کے جملہ عناصر کو توجہ دلائی جائے، وہ اس کے مندرجات کی روشنی میں اپنے فکر وعمل کے رجحانات کا جائزہ لیں اور آیندہ کے لیے ان

رجحانات سے بچنے کی کوشش کریں جو مارچ ۱۹۵۳ء کے افسوسناک حادثات کی تخلیق کا موجب بنے۔

جان لینا چاہیے کہ ہمارے ملک کو اس سلسلے میں اہم فکری اور حیاتی مسائل درپیش ہیں جن کو خوش اُسلوبی کے ساتھ اور وطن خواہی کی سپرٹ (spirit) میں حل کیے بغیر ہم امن وسکون کی وہ فضاء پیدا نہیں کرسکتے جو کسی ملک کو یا کسی معاشرے کو ترقی وبلندی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لیے ضروری ہے۔ ایسے اہم مسائل کی طرف سے آنکھیں بند کر لینے یا ان کو حل کرنے کی سعی سے گریز کرنے کی روش معاملات کو مزید اُلجھاؤ ہی میں ڈالنے پر منتج ہوسکتی ہے، سلجھاؤ پیدا نہیں کرسکتی۔ یہ مسائل جن کی نشاندہی فاضل جج صاحبان نے اپنی رپورٹ میں کی ہے۔ ایسے ہیں جو کسی نہ کسی لحاظ سے پاکستان کے ہر فرد کے دل ودماغ کو متاثر کر رہے ہیں۔ طبائع عمومی کا یہ اضطراب وانتشار اس وقت تک دُور نہ ہوگا جب تک کہ ارباب حکومت سیاسی پارٹیاں اور ارباب قیادت اور ملک کے دیگر عناصر ان مسائل کا خوش گوار حل تلاش کرنے کے لیے کمر ہمت باندھ کر آگے نہیں بڑھیں گے اور باہمی مشورت اور افہام وتفہیم سے ایسے نتائج پر پہنچنے کی کوشش نہیں کریں گے جو تصادموں کو روکنے والے اور فسادات کے سرچشموں کو بند کردینے والے ہوں۔

ان گذارشات کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں یہ ''رپورٹ نمبر'' پیش کیا جارہا ہے۔ اُمید ہے کہ ارباب فہم وبصیرت اسے اسی توجہ کے ساتھ پڑھیں گے جس کی اُمید میں نویسندۂ عاجز نے یہ تبصرہ سپرد قلم کیا ہے۔

مرتضیٰ احمد خان میکش درّانی

☆

مولف کی دیگر کاوشیں

مطبوعات:

۱۔رسائل حسن (برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی کے تمام نثری رسائل کا مجموعہ)

۲۔کلیات حسن (استاذ زمن مولانا حسن رضا کے تمام کلام کا مجموعہ) (اکبر بک سیلرز، لاہور-پاکستان و رضا اکیڈمی، ممبئی-انڈیا)

۳۔سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ (مولانا رحمٰن علی مولف تذکرہ علمائے ہند کے رسالہ 'تحفۂ مقبول در فضائل رسول' کی ترتیب وتخریج، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

۴۔محفل میلاد کیا اور کیوں؟ (مولانا عبدالسمیع رام پوری کے رسالہ ''دافع الاوہام فی محفل خیر الانام ﷺ'' کے رسالہ کی ترتیب وتخریج مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

۵۔وسائل بخشش (مولانا حسن رضا خان کی نایاب مثنوی کی ترتیب جدید) مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت

۶۔رسائل محدث قصوری، جلد اول و دوم (مفتی غلام دستگیر قصوری ہاشمی کے دس رسائل کا مجموعہ) مطبوعہ اکبر بک سیلرز (لاہور)

۷۔ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد اول-سراج الاخبار، جہلم [۱۸۸۵-۱۹۱۷ء] کی فائلوں سے) مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور (رابطہ:0300-8842540)

۸۔ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد دوم-اخبار اہل فقہ، امرتسر [۱۹۰۶-۱۹۱۳ء] کی فائلوں سے) مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور-پاکستان

۹۔ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد سوم-مرتضیٰ احمد خان میکش کی تحریرات جو کہ اخبار زمیندار، احسان، مغربی پاکستان، نوائے پاکستان میں شائع ہوئیں) مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور-پاکستان)

زیرِ ترتیب:

۱۔ ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد چہارم)

۲۔ اشاریہ اخبار اہل فقہ، امرت سر

۳۔ اشاریہ اخبار الفقیہ، امرت سر

۴۔ تذکرہ مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ تذکرہ مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ تحفظ ختم نبوت میں نوائے وقت کا حصہ

۷۔ ردقادیانیت میں صحافت کا حصہ

مقالات:

۱۔ مولانا حسن رضا خان بریلوی کی تصنیفی خدمات (مطبوعہ جام نور و ماہ نور، دہلی-ماہ نامہ سوئے حجاز، لاہور، سال نامہ معارف رضا (کراچی)

۲۔ مفتی غلام دستگیر قصوری کی تصنیفی خدمات (ماہ نامہ جام نور (دہلی) و جہان رضا (لاہور)

۳۔ قطب لاہور مولانا غلام قادر بھیروی کی تصنیفی خدمات (ماہ نامہ جام نور، دہلی)

۴۔ مولانا اُسید الحق قادری-محقق رضویات (جام نور، عالم ربانی نمبر، سہ ماہی مجلہ بدایوں (کراچی)-شہید بغداد نمبر، ماہ نامہ معارف رضا (کراچی)

۵۔ ردقادیانیت میں اولین ماہ وار رسالہ ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' (سال نامہ یادگار رضا (انڈیا) ۲۰۰۴ء)

۶۔ سلطان المناظرین مولانا غلام احمد اخگر امرت سری (ماہ نام جام نور، دہلی)

۷۔ فتنۂ مرزائیت اور ہفت روزہ اخبار الفقیہ، امرتسر (ماہ نام جام نور و ماہ نور، دہلی)

۸۔ لکھنؤ کے دو ہادی (ماہ نامہ جام نور، دہلی)

۹۔ تردید قادیانیت اور ہفت روزہ اخبار اہل فقہ، امرتسر (غیر مطبوعہ)

۱۰۔فروغ سُنّیت کے لیے کوشاں چند سُنّی ویب سائٹس کا تعارف (سہ ماہی السواد الاعظم، دہلی)

۱۱۔مولانا نبی بخش حلوائی نقش بندی علیہ الرحمۃ-حیات وخدمات

۱۲۔دبیر اہل سنت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ-حیات وخدمات

۱۳۔ریویو بر مقالہ ''نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس'' مصنفہ حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں

۱۴۔مرزا قادیانی پر اولین فتویٰ کفر کی تحقیق

۱۵۔''ابحاث فرید کوٹ'' پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

۱۶۔ردقادیانیت میں پیسہ اخبار کا حصہ (معارف رضا، فروری ۲۰۱۷ء)

☆